

مفتی اسلام حضرت مولانا سید وحسن علی ندوی  
کے فکر انگیز خطبات کا مجموعہ

# خطباتِ علی میاں

جلد چہارم  
تہذیب و معاشرت  
تفکیلی کردار

میں از تہذیب و

مولوی محمد رمضان میاں نیپانی  
بنا معلومہ اسلامیہ سوسائٹی آف انڈیا - کراچی

دارالاشاعت  
لاہور کے دارالاشاعت  
کراچی پوسٹ بک ڈسٹریبیوٹر

ہمارے قلم کا یہ مجموعہ اس کے تحت مندرجہ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف خٹائی اور اشاعت اراچی  
 ۵۰۰ ت : اکتوبر ۲۰۰۰ء میں اراکس پر مختلف پریس اراچی  
 صفحات : 448 صفحات

## پتے کے پتے.....

دست آواز آواز : دہلی : ۱۹۹۱ء  
 دہلی : ۱۹۹۲ء  
 دہلی : ۱۹۹۳ء  
 دہلی : ۱۹۹۴ء  
 دہلی : ۱۹۹۵ء  
 دہلی : ۱۹۹۶ء  
 دہلی : ۱۹۹۷ء  
 دہلی : ۱۹۹۸ء  
 دہلی : ۱۹۹۹ء  
 دہلی : ۲۰۰۰ء

## پتے کے پتے.....

مکتبہ نغمہ صحرایہ : دہلی : ۱۹۹۱ء  
 دہلی : ۱۹۹۲ء  
 دہلی : ۱۹۹۳ء  
 دہلی : ۱۹۹۴ء  
 دہلی : ۱۹۹۵ء  
 دہلی : ۱۹۹۶ء  
 دہلی : ۱۹۹۷ء  
 دہلی : ۱۹۹۸ء  
 دہلی : ۱۹۹۹ء  
 دہلی : ۲۰۰۰ء

## فہرست عنوانات

۷	تذہیب
۱۸	اصولیات کی بحیثیت
۱۹	نامہ لکھائی
۲۱	سوانح و حاشیہ کی بحیثیت
۲۳	ادبیاتی مضامین میں ذاتی تشخص اور اس کے اسباب
۳۳	مسموعہ کی علمی و تحقیقی نوعیت اور اہمیت
۴۵	ادبیات میں ذاتی اور ذاتی زندگی کا تصور
۵۵	ایک انسانیت کی ترقی کے درجے کے ازالہ کے لئے ادبیاتی بہادری
۶۳	نئی ادبیات اور ادبیاتی فیفسہ
۷۰	مذہب و فلسفہ کی فکر کیجئے
۷۸	عاطفی قہر و ہمت
۸۲	ادبیاتی قوانین کی ضرورت و اہمیت
۹۷	ادبیات میں سیدنی و ایشیائی
۱۰۱	ادبیات کی بنیاد پر جمہور کی فکر
۱۰۵	ادبیاتی بہادری اور ہمت
۱۰۷	ایک نئی ادبیات کی بنیاد پر ادبیات
۱۰۹	ادبیات کی بنیاد پر ادبیات کی بنیاد پر
۱۱۱	ادبیات کی بنیاد پر ادبیات کی بنیاد پر



صفحہ	عنوان
۱۳۵	ملک کے لئے دوسرا شعر
۱۳۶	اسلام ہی رہنمائی کر سکتا ہے
۱۳۶	ملک کے لئے تیسرا شعر خطہ
۱۳۷	اس خطے کا ماحول
۱۳۹	شریوخ اللہ کے نام سے
۱۴۰	رشتوں کے قوترے سے زندگی پر برے اثرات
۱۵۳	واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت
۱۶۳	طبیبہ اشراقیہ کے خاص امر، ضامن اور ان کی شفا
۱۶۳	خواص کے ساتھ خصوصی معاملہ
۱۶۴	نزدیک اس راہیں بود میرانی
۱۶۵	شراف کی بستیوں میں فدا کرتے کیوں؟
۶۶	تاریخی بستیوں اور اونچے خانہ گروں کی خاص بنیادیں اور گزاریاں
۶۶	اتحاد و اتفاق کے لئے یکدم قربانی
۱۶۷	حضرت ابو بکر کا نام مبارک
۱۶۸	شریعت پر عمل نہ کرنے کی بے برکتی
۱۶۹	عربوں سے ہجرت کیجئے!
۱۷۱	ما بعدوں میں بعدی
۱۸۱	عالم عربی کا اصل منہ و اسرار کیل یا مرد و نیمیرا؟
۱۸۱	ایک تاریخی بازار اور جدید آفریں واقعہ
۱۸۲	عربوں کا ذوق سلیم
۱۸۳	سب سے بڑا خطرہ قسب و نصیب ہے غفلت
۱۸۳	خود کی شخصیت، خیر و شر کی علامت

صفحہ نمبر	عنوان
۱۸۵	ہمارا موجودہ دور
۱۸۶	تاریت شدہ حقائق سے چشم پوشی
۸۶	قرآن کا آغاز
۱۸۶	5 جون کا المناک دن
۱۸۷	اسلمی تاریخ بابت تحقیقات
۱۹۷	مازک اور اہم سرحد
۱۸۸	قومی تعمیر پر دم سے طاری
۱۸۸	فتح اور کثرتِ مدیا رشتیں
۱۸۹	صل مریار
۱۸۹	استعار سے نفرت
۱۹۰	عجیب منطق
۱۹۰	بے بسی اور مردِ تعمیر
۱۹۰	حوادث سے سبق
۱۹۱	قیادت سے کامیاب نکتے
۱۹۲	اللہ کا مطالبہ
۱۹۳	آنحضرتؐ کی ہدایت
۱۹۳	تعمیلت، دماقت اور مہدِ احب کا انجام
۱۹۴	اسلامی عقیدے کا اشتراک
۱۹۴	ایک مسلمان کی حد کا احساس
۱۹۵	احساس اور محبت، ہمارا شعار
۱۹۶	امت کی زندگی
۱۹۷	ناشہ، شادی، فساد سے عبرت و موعظت
۱۹۸	زوالِ پھر مٹیوں اور عظمتوں سے سبق

صفحہ	مضمون
۱۹۹	فائقین اور علمبرداروں کی ایک غلطی
۱۹۹	سب فائقین اور سب کا امتیاز
۲۰۰	اسلام آبادی کا نظریہ اور اس کے علمی
۲۰۱	پرستی و شان
۲۰۱	اسکین کی عرب حکومت کی علمی
۲۰۲	علمی کا ادب دہشت ہو
۲۰۳	معدنی نے کرام کا کارنامہ
۲۰۷	انسان، ایک عقیدہ، جمع ہو مسلمان عبادت
۲۰۷	وہ عبادتیں جن سے فطرت مبرا ہے
۲۰۸	بڑی بڑی عبادتیں اور فرائض اس وقت تک عبادت رہتے ہیں
۲۰۸	جب تک آدمی ان میں مشغول ہے
۲۰۹	جسائی و جانی عبادت
۲۱۰	جیب و غریب عبادت
۲۱۰	شریعت کا انکار
۲۱۱	شریعت محمدی اب بھی ہوتی ہے اور اس کی حکومت قائم
۲۱۳	مغرب سنا
۲۱۳	اسی و سجدہ کی ڈاٹ
۲۱۵	حیات ملی میں خواص امت کا مقام، دوران کی ذمہ داریاں
۲۱۶	دل کے لئے ضروری چیزیں
۲۲۲	تبلیغی برکت کا کارنامہ
۲۲۷	ازدواجی زندگی کے رہنما خطوط
۲۲۷	تیرا خرافہ فرشتے مذکر، نیکے آپ





صفحہ نمبر	موضوعات
۲۸۰	ہر زمین انسان کا ایک کونہ ہے
۲۸۰	ماترا اسلام ایک مادی دور سے گزریا ہے
۲۸۲	اسلام کا قد کسی ضرورت ہے
۲۸۳	ادب انحصار شان پر ہے
۲۸۵	محاشہ دہلی میں ہے
۲۸۶	وہابی شریعت : ناکھ میں ایک لہریں ہیں تاخیر نہ
	پھر دواست و قاری کے ہونے کو بلا تیاور کوش
۲۸۷	تیری کے ساتھ مصروفیت میں ہے
۲۸۸	اسلام نے ترش کو چھٹی ہے
۲۹	اجپین سے مسلمانوں کے افراق کے سبب
۲۹۵	ملت کے متعلق سب سے بچا ہے
۲۹۵	ملی تشنگی کی حفاظت : یعنی طریقہ پر ہیں
۲۹۶	نکشر : ایک کتاب
۲۹۷	امتیازی رتہ کا مظہر
۲۹۸	وہابی کے یہ کتاب قلمی ہیں
۳۰۹	ملت کا فرض : امر اسلامی نظام دیات
۳۰۰	اسلام عمل : میں امر مستحق تہذیب ہے
۳۰۱	نکایت کی نقد میں تہذیب کی
۳۰۲	وہ شہرہ چھپانے سے پہلے نکل چکا ہے
۳۰۵	صحیح اسلامی اقتدار کی ذمہ داری اور اس کے برکات
۳۱۳	مطلب : قوم کی تلخ پر اسلامی معاشرہ کی ضرورت
۳۲۳	ملی و مدت اور اس کے تقدیر



صفحہ	موضوع
۳۵۹	انسانی معاشرہ میں عدل و انصاف (انجمن اہل حق و انصاف)
۳۵۹	جہاد کا مفہوم اور اس کی اہمیت
۱۶۱	معدنہ (NIDMAL) کی اہمیت اور اس کی اہمیت
۱۶۲	میں جہاد اور معاشرہ کی سب سے بڑی کمی
۳۶۳	انسانی حقوق اور انصاف پر عمل کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۶۳	عدل و انصاف کی اہمیت
۳۶۵	نور و فطرت کی ساری اہمیت کی اہمیت
۳۶۵	انسانی حقوق کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۶۶	انجمن اہل حق و انصاف کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۶۷	شرعی اور دینی اصولوں کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۶۷	شرعی اور دینی اصولوں کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۶۸	انجمن اہل حق و انصاف کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۶۹	انجمن اہل حق و انصاف کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۷۰	انجمن اہل حق و انصاف کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۷۰	انجمن اہل حق و انصاف کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۷۱	انجمن اہل حق و انصاف کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۷۲	انجمن اہل حق و انصاف کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۷۳	انجمن اہل حق و انصاف کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۷۵	انجمن اہل حق و انصاف کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۷۶	انجمن اہل حق و انصاف کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت
۳۷۶	انجمن اہل حق و انصاف کی اہمیت اور انصاف کی اہمیت

صفحہ	عنوان
۳۷۹	ہر ایک کا حق ہے
۳۸۰	اسو اے کے ذریعہ ایک عالم
۳۸۰	ایک بنیادی سوال
۳۸۱	خالق مائنات کا نظام
۳۸۲	فرش بچے
۳۸۵	رفیق خدشات عبادت ہے
۳۸۵	زمین اسلام طہارت کہیں
۳۸۷	صالح معاشرتی انقلاب کی ضرورت
۳۸۹	اتحادیہ کائنات
۳۹۱	امت کی مسلسل زبرداری و پیکاری
۳۹۳	زمانہ کا حقیقی خلا
۳۹۳	زمانہ کا ٹیشن
۳۹۴	اسنی دنیا کی تاریک ترین صدی
۳۹۵	جمہوریت کے قاصد ہیں
۴۰۱	آج زمانہ لمبوعب اور ذلت و رسوائی سے عبارت ہے!
۴۰۱	پورا پورا پس اس کے کی خراج ہو چکا ہے
۴۰۵	اسلام اور خدمت خلق
۴۰۹	انسان کی فطرت میں عشق و محبت کا عنصر
۴۰۹	اسلام تو جدید گام ہے اس میں وساحت و کائنات کی ضرورت نہیں
۴۱۰	ایک مشیور کی ضرورت جو حقوق و تعظیم کا مرکز بن سکے
۴۲۰	شعائر اللہ اور ان کی خدمت
۴۲۱	انسان کی فطرت میں عشق و محبت کا عنصر

صفحہ	عنوان
۴۱۳	”صفات“ میں کئے گئے محبتِ ہوتی ہے اور اس لئے قرآن مجید
۴۱۴	اس پر بہت زور دیا گیا ہے
۴۱۴	اس میں عربی کا ایک قسم جو صحیح محکم نہ پانے
۴۱۴	رج بیت اللہ جہ پر شمس کی تسکین کے لئے ہے
۴۱۶	ماوریت کے نقشِ زریں سے کائنات کی بیکراں وسعتوں میں
۴۱۷	محکم و ماوریت کے پرستاروں کے مذاقِ غریب و عذوبت
۴۲۱	حاجی ظلم کا بندہ ہے اور اشاروں کا غلام ہے
۴۲۱	رحمتِ خداوندی کو توجہ کرنے میں زمان و مکان کا عنصر
۴۲۳	معاشروہ و نسبی کا کیا بھی ارتباط
۴۲۳	سائنس بھی اور سوسائٹی بھی
۴۲۴	خدا کا نام بیگانوں کو یگانہ بناتا ہے
۴۲۷	رشتوں کے توڑنے سے زندگی پر برے اثرات
۴۲۷	ہماری موجود و حالت
۴۲۸	قوتِ مراؤ اور ضرورتِ سوزی کی ضرورت
۴۳۰	سود و زیاں کی میزان
۴۳۰	واقعیہ پسند کی مخالفتِ دوستی
۴۳۱	قرآن کا مطالعہ
۴۳۲	صورت اور حقیقت
۴۳۳	حقیقت کی دائمی تاثیر
۴۳۳	زندگی کی تعمیر نو اور ایمان
۴۳۳	کامیابی اور ناکامی کی میزان
۴۳۵	شہادت سے پہلے مطلوبہ و مقصود

صفحہ	عنوان
۴۳۵	اسلام کی پہا کھیری
۴۳۶	قوم پرستوں سے
۴۳۷	بلند و بانگ دھوم
۴۳۷	کیا پایا
۴۳۸	وسائل کی کمی نہیں
۴۳۸	اسلامیت سے بیزار رہی
۴۳۹	تاریخی حقیقت
۴۳۹	تجارت و سوداگر
۴۳۹	اسلامی جراثیم کا سبب ہے براہ کرم
۴۴۰	عزیمت، نذوقی پادشہ
۴۴۱	نوردار قوموں کا شعاع
۴۴۱	اسلام کی حرف و باکشت
۴۴۲	تکلیف کے بعد
۴۴۲	صاف مٹی اور حق کو انور
۴۴۲	روشنی کی آرائی
۴۴۳	جہلیت کا رنجان
۴۴۳	بیمیں، سوانہ بچنے
۴۴۳	عرب، اعلیٰ دستہ نبوی مسلمانوں کی دیوار

## انتساب

خطبات علی میاں جلد چہارم کا انتساب میں ایچی مادر صبی  
 جہدہ العوم لاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے بانی، قائد تحریک ختم نبوت  
 محدث اخصر حضرت علامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ  
 کے نام نامی منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جن کی  
 بے نوٹ اور انتھک خدمات کے شرع میں آج چار دہائی عاف میں  
 فرزندان گلشن بنوری دین اسلام کے ہر محاذ و میدان میں اپنی خدمات  
 کا علمی و عملی نمونہ پیش کر رہے ہیں!

محمد رمضان میاں نیپانی عفا اللہ عنہ

## خطبات کی اہمیت

قال رسول الله ﷺ :

عليكم بمجانسة العلماء وسماع كلام الحكماء . فان الله تعالى يحب القريب للصوت يور الحكمة كمن يحي الارض لمبة ماء المطر . (البيهقي)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اہل علم کی، مشق اور اہل علم سے گفتگو پر زور کرو، اس لئے کہ حق تعالیٰ جلی مژدہ قلمبر مرد کو اور خشک سے ایسے زعمہ فرماتے ہیں جیسے مردہ زمین کو بارش کے پانی سے۔

نکات خطبات ابن جریر - مقام 3



## حامد فرسانی

الحمد للہ۔ خطبہ طلیعی میں اس کی چوتھی جگہ آپ نے باجماع میں ہے۔ پہلی دوسری اور تیسری جگہ (ب) لڑتے ہیں تعلیم، قلم، دعوت و عزیمت و جہاد کے مسنونہ پر مبنی ترتیب اور اس کی اشاعت پر میں اپنے رفیق و رفیقہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ان ذات عالی نے محض اپنی صفت بندوبد و دینی سے مجھے نوازے ہوئے یہ احسان فرمایا کہ مجھ جیسے نادار و ارمیہ نے یہ قلم سے یہ کام سزا مہی عقیم دینی و دنیوی سعادت و نجات میں صدی کے مجدد و مظهر انداز حضرت مولانا سید ابوالحسن علی Nadwi قدس سرہ کے خطبات کو ایک سیریں و سیریں و لکھیں مجھ سے مرتب پایا ان خطبات کے ترجمہ و بیانات کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے مجھے اپنی کم علمی، کم مائیگی اور بے بضاعتی کا غم سے اس حد میں ہے مگر حسب روایت و حدیث ”دکوں سے نعمانِ قسیم سے جو بچہ کرے تیرے“ و انشائیں سے سیکھی؟ تو انہوں نے قسیم نے جواب میں کہا کہ ”پڑھو“ میں اور یہ بندہ سنا ہے کیا امید ہے کہ صدیقی ان خطبات کے ذریعے کسی نئی مہم دینی و دنیوی فرمائے اور وہ ان نقوش کو آپ نقوش میں نے ہمارے عالم میں دینی اسلام کی دعوت و اشاعت کا رعبہ ہے

۱۰۰ احسن سعادت بزرگ و بزرگ سعادت  
۱۰۱ جان بخشندہ مددائے بخشندہ

۱۰۲ جو وہ دور کے ہے: دینی کے اس سیلاب میں بھیگی جانے لیت لو فلاح و برکت کی راہ پر طاعون آگاہ و رحیل اللہ (اللہ کی رحمت و بخشش سے چھٹاتے ہوئے) تمام خود بشارت نصیاتی کو ہلاکے طاق رکھتے ہوئے و غیر اسامہ علیہ السلام کی اتباع میں نکلے رہنے و برکت بانی کا سیاقی ہے اور دنیوی سرگرمی کا حجب ہے وہی کے پیش نظر یہ چوتھی جگہ تہذیب و معاشرت کے موضوع پر کتابیں اور کتاب کی خدمت میں حاضر ہے، مجھے امید ہے کہ اپنی اس کتاب میں خاص کر ہمارے

تم کاں جس اسی سو ۵۰۰ روپے سے کسی اور شخص کو فروغ دیا گیا ہے۔

قارئین! یہاں اس بات کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوئی ہے کہ میں معتدلت  
چاہوں گا ان حضرت نے جنہوں نے قرآن مجید کے مطالعہ کے فورا بعد عین چوتھی بعد ایت  
مکمل فطوریہ سال کے اور چوتھی بعد جلد از تادم ترتیب دینے اور شائع کرنے سے شدید  
تکلف فرماتے دیکھیں کہ چوتھی بعد رمضان المبارک کے فورا بعد ہی چوتھی جلد آپ کو  
خدمت میں پیش کروں گا۔ بعض وجوہات کی بناء پر تاخیر ہوئی!

ہوتی : فیروز : چھ : غٹ : فیروز بھی تھا

اس نئی وجہ یہ ہوئی کہ قلعہ سرلہذا سندھ میں کاحیو پائی تو جس کا کام میرے سپرد کر دیا گیا۔ اسی میں سے خطبات ملی میاں جلد چہ دم وقت پر منظر رہا۔ آگئی، اپنی اس معرہ و نیت پر اثر سے بھی معذور سے کرنی پڑی، پھر چھاپائی تو اس نے کام سے بھی دھندہ بھندہ، اعلیٰ پر اٹھنا آگئی۔ یہ ہے بہت افسوس۔

یہ نئی فہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ انصاف کا ترجمہ نہیں :- کیا - الحمد للہ علمی ذلت  
 یہ پتہ درجہ میں ان بہت سی باتوں کی تشریح کیا یہ سب جو اصلاحیہ معانی دے رہا ہے  
 وہ ان کے لیے ہے۔

آخر میں بندہ وچرخی جلد کی ٹٹلیں پر کڑھتے جھڑائی کی طرح چھپے ہوئے معاف ہیں۔ مگر  
مختار مہتاب مولوی لیٹان باندہ مولوی محمد ہادیان معاف ہے۔ سلاطین ابدیہ کو معاف ہے۔ انہوں  
میں اس بندہ کی ترتیب پیش کرتے ہیں اپنی تمام تر صاحبزادوں کی ایک سردی اور جو پورے عادات  
فرمانی اللہ تعالیٰ ان حضرات کو تاجاً و کمرت میں بہتر میں جزا دے۔

اسی ضربت میرے استاد محترم سانچہ محمد حسین خان مدظلہ العالی کا دل کی آواز گونج اٹھیں  
تے غمگینوں اور تاراجوں نے اس حقیقہ کو خوشی بھلا کر جادو کو تو کمر مزید جو دل کی تار کے  
پر وسال فرمائی قربانی، اللہ تعالیٰ مجھے یہ فطرت موصول کا یہ یہ حفاظت تار پر سنبھالتے رہے۔

## اصلاح معاشرہ کی اہمیت

[illegible]

قلب کا سب سے بڑا منہ جس کا مایہ حق رہتا ہوں اور ملک کے بچے خیر خواہوں  
 اور چری قہاروں پر ہے وہ ہے ملک کی اخلاقی اوصاف، سماجی سہارا اور قوم کی  
 کامیابی، یہ رہے آپ سماجی اخلاقی اور پرہیزگار اور معنوی حیثیت سے جو نکلی ہو جائے  
 تو اس کو نہ حکومت، نہ نسلی سے جمہوری نظام نہ ایک روائی اور ایک تلچر۔

مفتی محمد رفیع الدین صاحب دہلی دارالافتاء



## اسلامی ممالک میں ذہنی کشمکش اور اس کے اسباب

یہ خبر پڑھ کر انتہائی غصہ ہوا کہ ان ممالک میں جو اسلام کی دعوت کو قبول کر چکے ہیں، وہ بھی اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ ان کی حکومتیں ان کی اپنی ضروریات کو بھی پوری نہیں کر سکتیں۔

الحمد لله بحمدہ و نستعینہ و نستعصرہ، وہی جس نے دین کو قبول کر لیا اور نہ وہی دین سے غافل رہا، فلا تضل  
 نہ ومن مضلہ فلا ہادی نہ و یسجد ن لآلہ الا اللہ وحدہ لا شریک  
 نہ و یشہد ان مسما و مولانا محمدنا عبدہ و رسولہ صلی اللہ علیہ  
 و علی آلہ و اصحابہ و جمیعہ من نعیمہ باحسان و دعاہدہ غوثہم الی  
 یوم الدین، اعوذ باللہ من المستطاع المرہوم بسم اللہ الرحمن الرحیم O  
 قل ان صلاتی و نسکی و محبای و مصائبی شہ رب العالمین، لا سیرک  
 نہ، و بذلک امرت وانا اول المسلمین

ہاں پانچویں سورتہ کو پڑھ کر اس نے کہا:

اس پانچویں سورتہ میں گہری تحسین سے قلم ہے، اس کی دعوت پر مجھے یہاں آئے  
 سے بڑھ کر ہے، ہونی دوئم و اس کے دونوں میں بیان ہے جو کچھ دینی میں اپنی اس تقریر کا آغاز  
 فرمیں گے اس مشہور سورتہ سے، دعا پڑھتے ہوئے کہ

غریب شہید شہیدانے لکھتی ہے

میں نے یہ سورتہ اس چاروں میں پڑھی کہ اس نے اس کے نبی میں  
 کے لیے ایک مصلحت پر چن لیا

”میں نے اس میں چاہے جہاں دیکھوں

مرحق ہے اسلئے یہ

یہ امر قبول کا تہیہ ہے تو میں بھی اس کا بھیل ہوں اور مجھے اس پر جان کے ہی کھوکھلا ہونا پڑتا ہے۔  
پرتشکک کا کہنا ہے کہ اس نے میں غریب شہر نہیں ہوں۔ مجھے اس شہید کا ایک یا شاید دو ایک چہرہ  
بابل سمجھئے۔

حضرت ابوقت بہت کمر ہے اور قبول کرنے کا تعلیم ہے جو کونسا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔  
اور میں یہ نہ کہوں گا اس جامعہ کے ذمہ داروں کے کہ اسے آپ مستقل علموں کی حیثیت  
میں یہاں مناسب ہے اور اس کی تعلیم کے بارے میں انہوں نے کچھ نظر انداز کیا ہے۔  
ان کے خیالات یہ ہیں کہ یہ مستقل کتابیں مکتبی ہیں، ان کا وہ یہ کہ اسے مستقل فن اور  
مستقل مہاشون کا نام اس جامہ میں تعلیمی کام ہونا چاہئے۔ قبول ان چند خوش قسمتوں میں سے  
تھے جو خود اپنے الفاظ میں جدید نظام تعلیم کے آئینہ دیا لکھنؤ میں بننے والے تھے۔ کچھ تو  
تعمیمات کے ساتھ تھے۔

انہوں نے اس پر کچھ غور کیا ہے کہ اس میں اس جگہ میں چند کتابیں اس طرز سے لکھ کر

نیا ہے۔ اور وہ اس جگہ میں پڑھتے ہیں۔

علماء علم عام علم

بہار دین دانش

فہرست دلائل کمالیہ

معارف اربعہ

شرقی ممالک کے وہ جہان مغرب اور اس طرح ان ممالک میں کوہستان وانی واریت نے  
زم سے یاد کیا کرتے تھے تعلیم کے لئے جایا کرتے تھے۔ (قبول کے لئے معذرت سے ساتھ  
تہذیب و ادب کے قبول انداز سے تھے ان دو زبان کا ان کا مضامین پر پھر  
نہیں سمجھتے تھے۔ یہ شعور کی آگ میں نہیں بلکہ عقیدے کے تھے پر ان میں۔ میں نے  
تو یک طاقت کو مستقر یہ ہے دیکھ میں اس کا ایک طرح سے معجزہ ہم لوہوں اس  
دعا میں ان کے کمال کی کہاتے ہیں اس کے لئے سب سے بڑے طغیانیات یعنی  
کہ اس طاقت کو کوئی ناکارائیت چلا جائے۔ یہ ضلع میں مہم چلائی تھی۔ فلاں زمیندار  
سب فلاں یہ وہاں کے فلاں کے سب فلاں کے سب کے ساتھ اسے دیتے

جس میں وقت، صبر و شرم سے کھنڈ و حیات سے زیر و مصرغی ممالک کی طرف جو لوگوں کا رخ تھا غیر منقسم اندوستان سے اس وقت و تقریر جو ہم اور اپنے میں جلد بستی کے دیکھنے والے لوگوں اور افغانستان کے درمیان خاص طور پر، - بغداد اور - میں انہوں نے تعلیم پائی۔ ہم ہر دفعہ اپنے مسلمانوں میں پڑھ کر سکتے ہیں کہ وہوں نے اسلام سوز اور مذاق سوزہ عالم کے فروغ سے نہ تو ٹوٹا آزاد اور نفع بلکہ ایک طرف سے باقی، جو کہ ان میں اور دنیا میں سے نہ تو مل سکتے ہیں۔ ایک ملامت قابل ردیہ، ملامت مملکتی اور یہ مصر بلکہ شرقی مملکتیں اپنی ساری تاریخ میں یہ عجیب مملکتیں، - ایسی ایسے مغربی لوگوں کے تعلیم یافتہ کہ نام نہیں لے سکتے ہیں۔ انہوں نے اقبال کی طرف اپنی خودی کو قہراً عیاں کر دیا اور خودی کے منتظم بن کر آیا، دور و دور کا محمد علی جوہر جیسا جوہر قابل جوہر تقدیر کے باقی، اس ملک کے باقی اور ایک شخصہ جو الہام بن کر آیا، یہ ہمارے اس ملک کا تعلیم کے لئے فخری ہاتھ ہے۔ ہم نے یہ کہہ دیا ہے کہ اس شخص میں یہ جاننا کہ ہم میں اور وہ میں سے ہم جتنی کہہ رہے ہیں، - یہ کہہ کر کہیں آئے، - حقیقت کا علم تو صرف ہندو ہے۔ انہوں نے اقبال کا ذکر کرتے ہوئے ہیں اور نام مملکتی جوہر کی خبریں پڑھتے ہیں کہ مرید میں اور ہندو میں جو ایک صداقت میں انہوں نے ہوتا تھا کہ کہہ رہا ہے اس کو دیکھتے ہیں، ان کی تقریریں پڑھتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی تہذیب کا ظہور، یہ تقویٰ سے بڑھ کر باقی اور مغربی سوز سے ہر تمدن کا محمد علی جوہر سے بڑھ کر باقی شرقی نے اسلامی مریف میں نہیں ملتا۔ قرآن کے اس پرچہ کو کیا ہے۔ انہوں نے یہ ہے

انقسم ہاں ہمیں فرنگی

از اہل - ہے اور تر دور سے تہذیب

میں خواب فرنگ کے ماتھے میں، اس کی مراد، حال میں دنیا میں تہذیب سے ہے اپنی عمر میں کوئی ایسا بے فہم نہ ہو جس جوہر بنا کر انہوں نے کہا،  
زمینی ہوا میں گزرتی تھی شمشیر کی سی  
نہ چھوئے مجھ سے اندان میں ادب عمر خیزی

انہوں نے اپنی خودی کو برآ کر لیا، بلکہ وہ خودی کے معنی میں نہ آئے، انہوں نے مغربی ہم سے طلب و خبر میں اگر کہہ کر اس کی ضرورت کو دیکھا اور اس میں سے فائدہ اٹھا کر یہ آپ کی اس







آپ قرآن مجید میں دیکھئے، نہیں نور کی قیامتیں نہیں ہے، انہیں بھی میں نے نوئی تہ آتی نہیں۔  
 نوئی خطاب محمد سے ”انوار“ آتی ہے۔ آپ کے یہاں کتنے بھائیوں سے نامہ انواروں  
 کے ضمن میں یہ انوار یہاں بھی مل جائیں، تو نور کی قیامتیں صرف یہ کہ موجود ہے بلکہ فیض  
 بھی نہیں ہے، لیکن یہ کہ قرآن کی نظر میں نور ایک ہی ہے اور ظلمات کا کوئی حصہ نہیں۔  
 نہیں۔ ظلمات ایک کروڑ بھی ہو سکتی ہیں، لیکن نور ایک ہوگا۔ ومن لم يجعل الله له موطئا  
 فصلا من نور۔ اس کے سے اللہ کی جانب سے نور نہ ملے اس کے سے نور کا کوئی اور ذریعہ  
 نہ پڑتا نہیں، اس مذہب کی اور دینی کی غلطی یہ ہے کہ اس پر اس کا انوار ہے کہ تہ وہی حق  
 ہے، اس کو اس پر اصرار ہے کہ نور ایمان کے حدود میں ہیں، اس کو اس پر اصرار ہے کہ اس میں  
 ایک تمدن بھی رکھتا ہے، خالی عقائد کا نام نہیں ہے، جب مغربی تہذیب اپنے پورے تصورات  
 کے ساتھ پورے اقدار حیات کے ساتھ چہرے سے تقاضہ کے ساتھ آئی، تو اس کا اس کے گروہ  
 ازمی نہ نکلوا، اور خوب ہوا، پھر اس کے بعد ایک دور اس میں پیش آیا کہ اس طلب و قوم  
 کے ازمی نہ تھا، تہ پتہ چھوٹے سے نوہو نوں نے مغربی تعلیم حاصل کی، اور عوام اپنی اسی  
 حالت پر رہے، وہ اسی روش کو اپنے سینے سے لٹائے رہے، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنا تعلیم یافتہ طبقہ عوام  
 کے تصورات اور عوام کے احساسات و جذبات سے تباہ کا ندھن بن گیا کہ جیسے ایک نئی قوم پیدا ہوتی  
 ہے، یعنی نوئی قومیں پیدا ہو گئیں، اور دوسری عیسویت یہ پیش آئی کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے  
 مسکس کیا اور تجربوں کے بعد اس کو یہ معلوم ہوا کہ گروہ و زندگی چاہتا ہے، قیادت باقی رکھنا چاہتا  
 ہے، تو خودی ہے کہ عوام نے اس دینی جذبہ کو اپنا تقاضا کر کے یا اتنا کمزور کر دیا کہ وہ اس کے  
 راستہ میں حرام نہ ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے تعلیم کے ذریعہ، الملائک کے ذریعے کے ذریعہ  
 صحافت کے ذریعہ، ادب و ستر پچر کے ذریعہ، یہاں تک کہ شاعری کے ذریعہ عوام کی اس دینی  
 تہمت کو اس اسلامی نصیرت کو اور اس کی اس ذکاوت کو کچلنے کی کوشش شروع کر دی۔  
 اب مستقل معرکہ پیش آیا، ان ظلوں کو کہ انہوں نے دیکھ کر کہیں رہنا ہے تو علم انسانی  
 طرح رہے، ان کے یہی احساسات و جذبات رہے تو کبھی یہ عوام بھارت کے خلاف صرف آرا  
 نہ دیتے ہیں، یہ جس کو بھی نہا، ہوں، آپ کو مصر کی شہنشاہی، عراق کی، ترکی کی، میں نہیں کہتا کہ  
 یہ ہر ملک کی کہانی ہے، اور خدا کرے اس ملک میں یہ زراعت بھی اس طرح ہو سکتی ہے، یہ یہ قیادت

مسلم ممالک کی کہانی، ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا جو اسلام سے نہ صرف یہ کہ بچا نہ تھا، بلکہ اس کو اس سے ایک طرح کا بعد اور وحشت تھی، یہ عوام کا کیا حال ہے، یہ بالکل چھوٹی موٹی بن گئے ہیں۔ چھوٹی موٹی کو ہاتھ لگایا اور دوست گئی، بڑھا گئی، تو کیا عوام بالکل چھوٹی موٹی ہیں، ان کا عقیدہ و اتنا کمزور ہے، ارے بھائی اگر کچھ لوگ شراب پیتے ہیں تو پھر اس میں کون سی ایسی مصیبت آئی اور اگر نیکی و یرن پر یہ سب کچھ دکھلایا جاتا ہے اور اس سے لڑکوں اور لڑکیوں کے اخلاق پر اثر پڑتا ہے تو ایسی کیا قیامت آ جاتی ہے؟ وہ کھائیں، پیئیں، دکان اور کاروبار کریں، دولت پیدا کریں، ان کو اس سے کیا تعلق ہے، مذہب تو ایک پرائیویٹ معاملہ ہے، ان کے استادوں نے اور مغرب کی یونیورسٹیوں نے ان کے دل و دماغ میں یہ بات اتار دی ہے کہ مذہب تو ایک شخصی معاملہ ہے، اور مذہب کی بقا بھی اسی میں ہے کہ شخصی معاملہ ہے اور اب دنیا اسی طرح چل سکتی ہے کہ مذہب شخصی معاملہ سمجھا جائے۔ ان کے ذہن نے پہلے سے اس کو قبول کر لیا، اب یہاں وہ آئے تو دیکھا کہ عوام حکومت کے معاملہ میں دخل دیتے ہیں، تنقید کرتے ہیں، بات بات میں متاثر بلکہ مشتعل ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے ایک نیا محاذ کھول دیا، جمال عبدالناصر کے دور میں مصری عوام کے خلاف مصر کی ساری طاقت اور اس کی مشینری لگ گئی، فوج پولیس بن گئی۔ مصر کے سارے وسائل و ذخائر اور مصری قوم کی ساری توانائیاں اور جو جماعت برسر حکومت تھی اس کی ساری ذہانت اس جذبہ کے کھینے میں لگا دی گئی جو ان کے لئے کسی وقت بھی آگ کی صورت اختیار کر سکتی تھی۔ جو دور جمال عبدالناصر کی لیڈر شپ کا گزرا، یہ بجائے اسرائیل سے لڑنے کے، بجائے کیو وزم سے لڑنے کے، بجائے الحاد سے لڑنے کے، یہ حرمین شہریوں سے لڑنے میں صرف ہوا اور ان دینی اور اسلامی تحریکوں کے ختم کرنے میں خرچ ہوا، اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی، اس کے اثرات کہاں تک باقی رہے، یہ کہنا مشکل ہے، لیکن یہی حقیقی جنگ تھی جو وہاں لڑی گئی، یہی حقیقی جنگ ہے جو شام و عراق اور لیبیا و تونس، الجزائر اور مراکش میں لڑی جا رہی ہے، کہیں گرم، کہیں نرم، میں عرب ملکوں کے علاوہ کسی غیر عرب ملک کا نام نہیں لوں گا، یہ مصنوعی کارزار پیدا کی ہے ان دو فلسفوں نے، ان دو متوازی نظام تعلیم نے، ہمارے مدارس میں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ تو قال اللہ وقال الرسول کی تعلیم ہے اور یہاں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ اس نفی کی تعلیم ہے، جب انگریزی دور اقتدار (غیر منقسم) ہندوستان میں آیا، اور

اُن یونان کا نظام تعلیم تھا تو انہوں نے وہ تحریر کیا جس سے بہتر شہر آج تک جدید لادینی نظام تعلیم اور اس کے دور رس نتائج کے متعلق آج تک کسی نے نہیں کہا ہے، مغربی نظام تعلیم کے اثرات کے بارے میں اس سے زیادہ سادہ الفاظ میں اس نے زیادہ بھرپور حقیقت نہیں بیان کی تھی۔

یوں تو اس سے بچوں کے وہ بہ نام نہ ہوتا

خوشیوں کے خرچوں کو کٹائی نہ سمجھی

انہوں نے اس حقیقت کو بیان کیا کہ فرعون نے اپنی غرور سے اور کند ذہنی سے خواہ مخواہ اپنے خلاف اتحاد پر چنگ نہ کر پایا اور اپنے لئے اتنی مشکلات پیدا کیں کہ آج تک صرف سادہ نگہ میں وہ علامت ہے جو رواستیداد کی وہ نظام تعلیم بدل دیا تو عباسی زمانہ کے ایک نامی دہلی سے جانے اس کو جہالت کی ایک علامت سمجھتے تھے مگر کامرپرست مانا جاسا ہر لی مانا جاتا، اس کے نام سے کتنی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں، کتنی اکاڈمیاں قائم ہوئیں، عہد عرب میں بھی مغربی نظام تعلیم سے اب یہ تشکلیں پیدا ہو رہی ہیں۔

ہر ایسے ملک کو جس کا اسلام کی خدمت کرنی ہے اور جس کو اسلام کا جھنڈا بلند کرنا ہے۔ اپنے ملک کو اس دہلی تشکلی سے بچانا چاہئے، اس لئے کہ اس دہلی تشکلی کے شروع ہوجانے کے بعد پھر وہ ساری زبانیں اور قوت عمل وہ سب کی سب اس میں لگ جاتی ہیں، ملک کی تعمیر میں، ملک کو مستحکم کرنے میں، سیاست کی حفاظت میں جو توانائیاں صرف ہوتی چاہئیں اس میں صرف ہوتی ہیں، کون جیتے کون ہارے، کس کو فائدہ و خلاق، کس کا فائدہ بعد اظہار حیات کس کا فلسفہ حیات غالب اور فرما رہا ہے۔

میں اس جامعہ سے توقع کرتا ہوں کہ دوسری چار محاسن کے مقابلہ میں وہ یہ اسلامی قدم پہلے اٹھائے گی، اس لئے کہ جس مفکر اسلام سے اس کو نسبت ہے وہ موجودہ نظام تعلیم سے بغیر قطع نہیں تھا، وہ اسلامی ملکوں میں اس نظام تعلیم کے نافذ ہونے سے ہزار سال و تر سال رہتا تھا، وہ اگر زندہ ہوتے تو شاید مطالبہ اس کا کرتے کہ سب سے پہلے نظام تعلیم بدلا جائے اس لئے کہ انہوں نے کہا ہے کہ یہ وہ تیزاب ہے جس میں انسان کی خودی کو ذال کر بالکل تحلیل کر دیا جاتا ہے تعلیم کے حیزب میں ذال اس کی خودی کو

ہوجائے مگر تو مدھر چاہتے اسے بھیجھ





بسم اللہ الرحمن الرحیم

## مسلم پر نسل لاکے صحیح نوعیت اور اہمیت

الحمد لله بحمدہ ونستعينه ونعوذ بالله من شره و افسنا  
ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له  
ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان محمدا عبده ورسوله الذي ارسله  
الله تعالى بالحق بشيرا ونذيرا وادعيا الى الله ماذبه وصراطا مستقيما

حضرات! سب سے پہلے میں اسی پر ہمدرد کرتا ہوں کہ میں اس اہم موقع پر بولی نکلا  
ہوا خطبہ پیش نہیں کر رہا ہوں، میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے اندرونی و بیرونی سفروں میں  
مشغول رہا، اور مسلسل اشغالات اور مصروفیت رہی، لیکن اس غیر ارادی اور ناخوشگوار کوئی بھی  
خیر کا بھی ایک پہلو ہے، وہ یہ کہ نئے نئے بلند پایہ خطبہ م سے صدارت کی افادیت اور اہمیت کو کم  
مئے بغیر جو سب بھاری ظلم، اربابی و سیاسی تاریخ کا جز بن گئے ہیں، میں یہ سمجھتی ہوں کہ  
کہ بعض مرتبہ خطبہ صدارت کل کا کل یا اس کا کل جز ہے جس یا بعد از وقت ثابت ہوتا ہے، اور  
حالات میں تغیر کی وجہ سے اپنی زندگی اور برکت کی کم یا زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے شاید اس میں بھی  
خصمت الہی کو دخل ہو کہ اس فتنہ میں تازہ حالات کے مطالعہ کے بعد آپ سے براہ راست  
خطاب کر رہا ہوں۔

حضرات! کسی بھی مسئلہ سے اختلاف یا کسی حقیقت سے گریز اور مخالفت کا باعث صرف  
مخالفت کا جذبہ، انا یا سیاسی مصالح اور مفادات ہی نہیں ہوتے، بلکہ غلط فہمی یا ناقصیت یا ناقص  
واقفیت (جسے میں ناقصیت سے زیادہ دو نظر یا کم سمجھتا ہوں) اس کی ذمہ دار ہوتی ہے، افراد اور  
خاندان کی سطح پر بھی، ملتوں، قوموں کی سطح پر بھی، مملکتوں کی سطح پر بھی، اسکی غلط فہمیاں،  
ناقصیت اور ناقص واقفیت بڑے ذہن اور حکیمان نتائج کا سبب بنتی ہے، اور قوموں، ممالک و  
تمدن، مملکتوں اور مذاہب کی تاریخ اس کی شہرہ تیس پیش کرتی ہے کہ بعض مرتبہ کسی نہ کا فہمی،

۱۰۔ اقلیت پر ماقص، واقعیت کی بنا پر ہے ضرورت چھٹیں پر یا ہوئی ہیں، سلطنتیں سلطنتوں سے  
تفراف میں اور بعض اوقات چھٹیں وشتوں سے نہیں، وحدتیں وحدتوں سے نہ کی ہیں۔

۱۱۔ مسلمہ پر عمل، اہل کے سلسلہ میں بھی نہ ہم کو اس کی ضرورت ہے شاس کا شوق ہے کہ ہم ان  
سب لوگوں کے لئے وہ جس جو صحت، سلامیہ کے دائرے سے ہر ہیں، ایمان کر، بھوں، امن، مریا  
و کتاب خیر نہ پر جو مسلمہ پر عمل، اہل کے مخالف ہیں اور جو ہندوستان پر جو یلغار، مول، ہڈ کے غلا  
کے داف، اور اس کے حاکم ہیں، یہ انہ اس کا نہیں کو ان میں مخالفت ہی کا جہ ہے یا عدا کا کام نہ ہا  
ہے، یہ اخیال ہے کہ اس میں تلہ فنی اور زیادہ ترہ قلم، واقعیت کو دیکھ ہے۔

۱۲۔ مسلمانوں کے مالکی تعاون کی اہمیت اور صحت حیثیت کیا ہے، ان کے متعلق میں دو  
حقیقتوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں، ۱۰۔ ان سب حضرات کو جو مسائل پر تجدی ثی سے ساتھ غور  
کرنے کے مدنی ہیں اور ان میں حب الوطنی کا جذبہ ہے اور ان کا ذہن کاذ میں تجزی نہیں بلکہ تعمیر  
اور حقیقت پسند واقع ہوا ہے اور ا وحدت کو قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں، ۲۰۔  
بنیادی حقیقتوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور اس کو قری مجلس کے قومی سے صحافت اور ابلاغ  
نامہ کے عجیبہ اور مدرا در واقع سے میں فنی آواز اور ارتک پہنچانا چاہتا ہوں۔

۱۳۔ مذہب کے تقابلی مطالعہ کی روشنی میں جسکا میں ایک طالب علم ہوں ان تمام آسمانی  
مذہب کے بارے میں کچھ لکھا ہوں جو صحیفہ رکھتے ہیں، اور جن کے یہاں نبوت کی تاریخ ہے  
نہیں میرے لئے زیادہ بھکا، صورت یہ ہے کہ میں اس دین کی طرف سے عرض کروں جس سے  
میرے اور آپ کا احتساب ہے کہ اس کی آیت بنیادی حقیقت یہ ہے کہ یہ دین جو ہم تک پہنچا ہے  
اور جس دوست کے ہم آپ امین اور (مخالفہ کالغہ تو بڑا ہے) اس دولت کے حامل ہیں ۱۰۰ دین  
ہمیں دانشوروں کے ذریعہ سماجی خدمتگاروں، اعلیٰ کام کرنے والوں یا ایمان سلطنت کے  
ذریعہ میں پہنچا ہے، سارے کر، اہل قابل اس اسم ہیں، لیکن میں میں اور کسی تہذیب، مذہب و فکر  
دستان اور خاصہ مطالعہ، غور و فکر اور تجزیہ کے نتائج میں ایک حد فاضل سرحدی تعمیر ہے، جو ایک  
نہ دوسرے سے جدا کرتی ہے، اس خطا کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، بعد حاصل یہ ہے کہ  
آسمانی مذہب (ایمان) میں برتریدہ وافر دے ذریعہ پہنچے ہیں، جن کو خدا تعالیٰ نے نبوت کے  
منصب سے سرفراز فرمایا تھا، اور جن پر حق آتی تھی، اس نکتہ کو نہ کرنے کی وجہ سے نہایت



ہے وہ یاد و تراویح کا مناسب طریقہ پر ان مذہب سے توقع اور بعض اوقات آگے بڑھ کر ساری چیزوں کا مطالعہ کرنے تک پہنچتے ہیں جن کی مذہب میں توجہ نہیں اور ان کا کوئی جواز نہیں، وہ بعض اوقات ان کی شریعت کا فرض اپنے ذمہ لیتے ہیں، مابقی باعث مذاہد اور بہت نظر کے اظہار کے لئے وہ مذہب کی تردید بھی کرتے ہیں، جیسے کہ یہ قرآن کا مطالعہ انسانوں کے بنائے ہوئے تہذیب و تمدن کے کلام اور تاریخی تجربے اور معاشرتی ضروریات میں یہ ہے کہ عقلی حجتوں اور استدلال پر بعض بڑے علماء اور پیغمبروں سے ہوتی ہے، وہ یہ نہیں جانتے کہ دین اور غیر دین میں حدود اصل اور امتیازی نشان کیا ہے، فلسفہ، دیالکتک کا علم تہذیب و تمدن، اجتماعی اور انسانی معاشرہ، یہ سب اپنی جگہ حقیقی ہیں، انہیں ان کا جواز نہیں ملتا، ان کا احترام کرتے ہیں اور اپنے ذمہ ان کے حقوق سمجھتے ہیں، خود مسلم ملت ایک معاشرہ، تہذیب و تمدن، نو عمرو و فاضل کا ایک مستقل مدبرہ بھی ہے، لیکن اس کی جو اصل حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ وہ فاضل و دین ہے، اور اس میں کوئی امتیاز نہیں، نہ اے کو اس کو یہ کے کاروائی دانے اس کو ہماری زندگی میں داخل کرنے والے نہیں، بلکہ ہم اصول و اساس میں اور یہ ان کی زبان اور ان کا لہجہ نظر نہیں، اس کا بنیادی پیشہ ان کے مائع میں نہیں تھا، بلکہ ان سے بہرہ وران سے ہند تھا، اور وہ ان کے لئے اسی وجہ قیاس احترام اور قائل احاطت تھا، جیسے ہمارے آپ کے لئے اور ہمارے حقوق کے لئے وما یطلق عن النہوی ان هو الا وحی یوحی (دو توحش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے ہیں یہ) (قرآن) تو نعم خدا ہے (جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے) ماکنت قدری و مالک و لا الہ الاہن و لکن جعلہ بورا بھدی نہ من نساء من عبادا و تک لہم ہی الی صراط مستقیم) آپ نہیں جانتے تھے کہ لکھنا پڑھا کر یہ ہوتا ہے، ہم نے اس کو ایک نوکر کی طرح آپ کے بند میں امارہ اور اس سے ہم اپنے بندوں میں سے ہم کو جانتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بے شک (اے محمد علیہ السلام) یہ حجاز سے نکلتے ہو۔

اجسے اچھے سمجھو اور اس فکر اس مظلوم میں ہیں اس پر انہوں نے اپنی مریں حاضر  
رہیں۔ ایک کتب خانہ تیار ہو گیا اس نے غیر ضروری طور پر ایک ممبر ہر ایک مع کمرہ رانگی کی بجائے  
انتہیاد کر لی ہے۔ حالانکہ اس کی کوئی بنیاد نہیں، امید کی بات ہے کہ آپ جس سینا کے ماننے  
الہوں کو ہی طلب کرتے ہیں، ان سے توقع اور مطالبہ کرتے ہیں، ان کو مشورہ دیتے ہیں۔

آپ ان کا مزاج اور ان کی تہذیب و رسوم کی ایک ادنیٰ شناخت اور اس بات سے آگاہ ہو کر اس شناخت کے فروغ کے متعلق ہیں اس کا رشتہ وقتی الجھ سے قطعاً نہ کرنا چاہئے۔ اور یہ سمجھنا چاہئے کہ اس وقت آپ کے سامنے پیش نہیں کیا گیا کہ لوگ پہنچتے آئے آپ نے کچھ نظر انداز کیا اور آپ خود انتظار کرتے رہے اور بالآخر یہ ہو گیا کہ اس میں جو اسے آپ پر وقتی کمی تھی اسے ماری ہوئی اور کسی صحافی نے اپنے دوست سے کہا کہ اچھا تم جیسا چاہتے تھے کہ وقتی اس طرح آتی ہے تو کچھ کو بعض اوقات یہ ہوا کہ ساقی سب کو ساقی پر تھی اور دنی کا موزوں شروع ہوا اور کہتے ہیں کہ قریب تھا کہ میری شہادت ہو جاتی۔ اور یہ بھی تھا اس لئے کہ وقتی کے ساتھ ایک دوجو ہوتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس مادی دنیا سے آپ کا رشتہ منقطع ہو چکا ہے۔ اور وہ آپ اسی اور عالم میں ہیں اور اس لئے بعد آپ نے دلی کے خانہ سالانہ شروع کئے۔ ایک مرتبہ انتظار کے اصحاب کھلے اور دہلی کے قریب سے تعلق رکھنے والے آپ نے دلی کا انتظار کیا۔ یہاں تک کہ کئی روز (چند روز) گزر گئے اور کئی اوقات اس کا موقع مل گیا۔ جب سورہ کھلے نازل ہوئی تب اس کا جواب آیا اور اللہ تعالیٰ نے وہ تمام بنایا۔ آپ نے اس طرح بنایا جیسے کوئی کتاب پر مبنی بناتی تھی۔

دلی و بہار کا فرق اس کی فرق ہے۔ اس میں غیر مسلم بھی ہیں اور غیر مسلم اشخاص۔ اس پر ایک مکتبہ نہیں کہ وہ وقتی و بہار کے مہم سے آگاہ اور ہو چکے ہیں۔ ان کے منہجوں سے بھی بہت سے مکتبہ سے آگاہ ہیں۔ بہار میں محمدی سے پہلے قوم عربوں کا یہی حال تھا۔ ان میں نے بھی اپنا مذہب انکار کیا اور ان کی نسبت یہ کہہ دیا کہ ایک تاریخی یا نفسیاتی فرق ہے کہ یہ انھیں بہت سے مکتبہ سے واقف نہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اس کا کیا مرتبہ مکتبہ سے اور اس کے یہ اقوال و احادیث کہتے ہیں۔ اس چیز کی متعلق نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں کے بارے میں مکتبہ سے یہ فیصلہ کرنے کا اضافی و تلافی طور پر کیا نہیں۔ عدالت میں بھی بات یہ ملتی رہتی ہے کہ کہیں نہ کہ مکتبہ سے انھیں یہاں سے نہ لے لے۔ مکتبہ کا قانون ان کو اور ان کو پسند اپنی مذہبی عقائد میں کٹتی رہتی ہے۔ اگر مکتبہ سے فیصلہ ملے گا کہ یہ مکتبہ قانون کے متعلق ہیں اور عدالت میں اس کے متعلق ہیں تو عدالت میں اس کے متعلق نہیں۔ لیکن پہلی مرتبہ کوئی نہیں یہ میرا کہہ رہا تھا یہ اطمینان دیا جائے گا کہ یہ قانون کا مکتبہ سے اور قانون دین اسلام کے

پاس ہے، نہیں، پھر یہ کھانا بنے گا کہ مکمل نے بھی اس کو اپنا ترید بن دیا ہے یا نہیں لیکن میں  
کہ عامہ عرب و عرب سے کہ اس کی حقیقت معلوم کئے بغیر اس کی حقیقت معلوم کرنے والے اس کی  
روح معلوم کئے بغیر یہ شخص اپنے حق سمجھتا ہے کہ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اور یہاں تک کہ  
ترجمہ اور انصاف کا موطیہ نہ کرے، اور اس میں تو قبول نہیں کیا جاتا تو اس دین کے ماننے والوں میں  
جمہور جہالت کا اثر ادا کیا جاتا ہے، ان کو ہم شخص ثابت لیا جاتا ہے۔

میں اصلاً عرب کا حامی ہوں۔ زیادہ سے زیادہ تاریخ و روایت کا حامی ہوں، میں  
نہی وقت یہ جرات نہیں رکھتا کہ کسی ایسے قومی یا مسئلہ میں ٹپس دوں جس کے مبادی  
Fundamentals سے بھی انوکھے ہوں، اگر کوئی شخص مراعات لے رہا ہو، اس کے  
مبادی میں نہ ہو، یا کسی نے پاری سے اور دوسروں نے ورت ہے اور اقتدار کے پانچ چھ  
پانچ طرح انسان اس میں جرات نہیں رکھتا کہ وہ یہ کہے کہ فلاں و فلاں نہیں لے یہ ٹپس دے گا  
سے لفظ ہے، انہیں لیا کہ عرب ہی ایک ایسی چیز ہوئی ہے کہ اس کے متعلق اس کو کبھی چاہتے ہیں  
وقت کی چاہتے ہیں اور اس انداز میں ہی چاہتے مشہور ہو جائے اس کی تاریخی کی چاہتے، اور اس  
میں نہ میاں لگائی جائیں اور میں میں تو میثاق پیش کی جائیں۔ اس سے پورے نظام عمر پر اثر  
پڑے گا، مصر جیٹر کا مارنیکام، اٹما، وٹھماں پر چل رہا ہے۔ لیا کہ عرب ہی ایک ایسی چیز ہے،  
اس کے مابین شخص کسی کوئی قیمت نہیں لکھ کر مذہب کی ایک زبان ہوتی ہے، مذہب کے  
اصطلاحات ہوتے ہیں، اس کے والدین کے اہل حق و کبریاں اور آفاق (معتوں) ہوتے  
ہیں، ان کی تعلیمات ہوتی ہیں، یہ مادی چیزیں جانے لیں کوئی شخص بھی ان کو دوسروں کے دوسروں  
میں نہ لگاؤ کسی نہ لگاؤ کا کوئی نہ لگاؤ کہتا ہے کہ صاحب! مسلمانوں کے حاکمی تو ان کو فلاں  
مذہب لگا ہے تو اپنی حدود سے سمجھتا رہتا ہے، وہ پورے بیانیہ و باقی سے نہ واقف ہے، اس  
توازن و محاسب سے نہ واقف ہے جس کا یہ ظاہر کھ لیا ہے، آپ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر ایک مسئلہ  
آخر میں اور باقی مانوں کے متعلق کچھ کہا جاتا ہے تو اس میں کوئی طمہ نہ دیکھا جاتا ہے احادیث یہ  
ہے کہ پورا ہے پھر کھ لے نوکر (اور یہ احادیث بھی ایک طرح کے ٹھوس پھر لے پورا ہے  
ہیں) اس کا حق چاہتا ہے قائم رہا کر لکھتا ہے اس سے ایک لاری یہ ہوتی ہے، دینی نہ دینی  
میں ہی انارکھی سے نہیں زیادہ لکھتا ہے، آپ نے دیکھا کہ کسوں کی تاریخ میں پانچ لکھ



آبادی کے مختلف حصہ میں اپنے مستقبل کے بارے میں شکوک و شبہات ہوں۔ اور اس سے بڑھ کر ملک کے لئے جو فوائد ہیں ہونے کی کوئی جوتی ہو ملک کی سربسٹ، اس کی حفاظت، و تعمیر۔ شرقی میں صرف ہوئی چاہئے تھی دو شکوک و شبہات کے رفع کرنے میں یا وہ شکوک و شبہات کی فضا میں زندگی گزارنے میں خراج ہو، میں ایک قدم آگے بڑھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اس وندیشہ میں جتنا ہیں کہ ہماری آئندہ نسل ہماری خرچ ان چیزوں کی محتاجہ اور ان پر یقین کرنے والی نہیں ہوگی، جن پر ہم، حقدار تھے ہیں اور جو ہمارے لئے ضروری ہیں تو مسلمانوں کے اندر ایک تذبذب اور اندرونی انتشار کی دو کیفیت پیدا ہوئی جو صرف مسلمانوں کے لئے مسخر نہیں، ملک کے لئے بھی مسخر ہے۔ یہ جو نزاع و کشیدگی کی بات تھی ہے کہ جب ملک میں کوئی مسیبت نہیں آتی، کوئی سانحہ نہیں ہے، کوئی غیر یقینی کی کیفیت نہیں ہے، کوئی آفتان سے اسے نہ آئے، تو انہیں بڑے رہتے ہیں، انہی نے اس لئے ملک نہیں کیا ہے۔ آپ مسلمانوں کے پرستار، میں یہ دیکھتا ہوں کہ ہمیں ملک پر قبضہ کرتے ہیں، پھر اس کی تباہی ہے، لہذا کوئی آواز بلند ہوئی رات ہے کہ مسلمان پرستار، میں ترمیم کی جائے؟

۲۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ دین اسلام کے بارے میں سمجھ لیا جائے۔ اس بارے میں مذاہب میں خود اختلاف ہے، اور اس میں اور جوں کا فرق ہے۔ کئی مذاہب ایسے ہیں کہ وہی و نبوت سے ان کا آغاز ہونے کے باوجود مشہور۔ نہ مذہبی زندگی کو ایک خاص و فرد میں محدود کر لیا ہے۔ مثلاً احادیث کے و فرد میں، لیکن اسلام کا معاملہ یہ نہیں ہے، اسلام میں دین کا دائرہ پوری زندگی پر محیط ہے، یہ ایک اسان حقیقت ہے جو عہد و معیہ کے تحقق نہ سمجھ لیا گیا ہے جس میں آئینی، ہر مسلمان خدا کا فرمانبردار بندہ ہے، اور اس کا تعلق خدا سے، کوئی ہے، عمومی ہے، عمومی بھی ہے اور وسیع بھی ہے، محدود بھی ہے، جامع بھی ہے، قرآن شریف میں ہے:

يا ايها الذين آمنوا ادخلوا في السلم كافة ولا تتبعوا خطوات

الشيطان انه لكم عدو مبين

(اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے

نہ چلو، وہ تمہارا سرخ و خرم ہے۔)

یہی نقطہ نہیں، رزق و شغل نہیں کہ اتنا آپ کا اتنا، مارا، تار، ملک، اتنا انیسے کا اتنا خدا کا









نی ضرورت میں ان کے جاگتی قلوب میں غلغلہ و ان کے بھگتے دھڑکے میں افسانہ ہمارا ویں نظر ملے۔ یہ ہے پڑھنا، اپنے اپنے مذہب کے مطابق یہ عقیدہ، یہ فہم، یہ فہم کریں۔

میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمان اگر مسلمان ہیں، (شرعی و فنی قانون) میں تہذیبی قوانین نہیں سمجھتے تو آج کے مسلمان وہ چاہیں گے، اور اس کے بعد ۵۰-۶۰ سال بعد مسلمان بھی نہ رہیں۔ قدر انفاق، قدر تقویٰات اور قدر مذہب کا مطالعہ نہ کرے گا نہ جانتے ہیں کہ مذہب کو اپنے مخصوص نظام معاشرت و جذبہ سے الگ نہیں کیا جاسکتا، دونوں کا یہاں فلاحی تعلق ہو رہا ہے کہ معاشرت مذہب کے بغیر کچھ نہ رہ سکتی، اور مذہب معاشرت کے بغیر میٹر و مخلوق نہیں رہ سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسجد میں آپ مسلمان ہیں (امریکہ میں ترقی و مسکن رہنمائی اور اپنے رہنے والے شائق خیالات کے وہ ہونا اور مذہب میں مسکن نہیں رہنے معاشرت میں مسلمان نہیں، ان کے جسم کی ہاگل اپنا رہت نہیں، اسے ملے کہ مذہب کے بغیر وہی دوسرے معاشرت، نظام تمدن اور فنی قانون سے مل گیا ہے، انہوں کو حکومت اترتے اور جھکتے ہیں اور انہیں چاہاں صحت و تباہی کریں گے، یہی صورت امرتہ وہ مقابلہ کیا جانا چاہیے اور یہ ہمارا شہر، جمہوریہ، اور یہی حق ہے، اور ہندوستان کا دستور اور جمہوری ملک کا آئین اور قانون صرف ان کی اپنا رہت و رہا ہے، بعد اس کی صحت انسانی کرتا ہے کہ یہ صورت نہ رہے، اپنے حقوق کے لئے اور انکے خیر کی آزادی اور ہرگز نہ انکے قیادت کے ملکوں و امتوں میں ٹھہرے۔

آج میں آپ کے اس اعتماد و اعتماد کا کیا آپ کی توجہ، اللہ کا شکر یہ اور انہوں میں آپ نے آپ نے اپنے خیالات کے بارے میں آواز و مہم ایش کر کے ان کی اپنا رہت و رہا کر لیا ہے۔

یہ مانا اصل شائق ہے حیرت  
تری آگہوں میں بیوی نہیں ہے  
ترا، اندیشہ افغانی نہیں ہے  
تری چہارہ، ان نہیں ہے

(اقبال)

وآخر حواہان الحمد للہ رب العالمین



## اسلام میں اجتماعی اور ذاتی زندگی کا تصور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين  
 وحائمين النبيين محمد وآله وصحبه أجمعين أما بعد . اعوذ بالله من  
 الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم . بيننا وبينك آمنا أدخلوا في  
 نسب كافه ولا تتبعوا خطوات الشيطان انه لكم عدو مبين .

حضرات! ابھی آپ کے سامنے جو خطبہ استقبالیہ پڑھا گیا ہے اس میں یہ — نامزدان  
 کا نام ہے بزرگوں کا جو تعلق رہا ہے ، موقع میں قدر ہے اور یہ — لئے بھی فخر کی بات ہے ۔  
 آپ حضرات نے اس محبت ، امانت اور بڑا ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ میں  
 ابھی آپ کی خدمت میں مزید عرض کروں جو مجھ سے بہت قریب ہے ، آپ نے میری خاطر داری  
 میں کوئی سہولت اختیار نہیں کی ہے ، بہت سے پیش آئے ، اس لئے اس کی شناسائی کا ، فکرم اور شرافت کا یہ  
 تقاضا ہے کہ اپنے یہ باتوں کے لئے جو قیمتی چیز ہو دو خوش ارادے جو مجھ کے لئے  
 اجتماعی زندگی کے لئے ذاتی زندگی کے لئے ، اجتماعی زندگی اور محبت ، اس زندگی کے لئے کافی ہو ۔

آپ کے سامنے میں نے ابھی قرآن حکیم میں ایک آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ  
 فرماتا ہے : ” اَلَّذِیْنَ اٰتٰوْا مَالَهُمْ فِی سَبْعِ مَآثِرٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا وَهُمْ لَا یَسْتَفِیْضُوْنَ مِنْهُ  
 لَیْسَ بِہُمْ اَعْیُنٌ لِّہُمْ اَلَا یَعْلَمُوْنَ “ اس میں اس آیت میں اس آیت میں اس آیت میں اس آیت میں  
 ان الفاظ پر آپ غور کریں ، غلابہ ان سے ہے جو ایمان والے ہیں ، ان کے لئے ہے ، اس میں  
 اسلام کو اپنا مذہب بنانے والے ہیں ، ظاہر ہے کہ ان کی پچاس فیصدی سے کم ہے ، بلکہ وہ  
 فیصدی سے ہے ، مواجہ کرتا ہے کہ وہ فیصدی مسلمان جنہوں نے ظہر پڑھ لیا اور ایمان کر دیا ۔



بات پہ اسی سے کہنے کا موٹ پر مشروط تہ ہرگز مرد مراد نہ تھا اور جانے کو نہ دیا کی جانے کو۔ نہ ملتا سے بات پر جس میں آجائے کہ وہ بیوی نے موندی میں میاں سے کہا ہے کہ سلطان اپنے روزے بازاروں کے موسم میں ہی اُٹھا کریں۔ اور وہ اپنے وقت ہی سے نکلا پڑے۔ جس میں دو یا پانچ سے کسی پر نہ ملتا جس میں وہ نہ نکلیں تو وہ اس کے وقت پر ہوتا تو جاتی نہ رہا یہ فہم کریں کہ زکوٰۃ کا مسئلہ بالکل صحیح ہے۔ اس کے آگے میں ہمارے مال پر دولت پر ان کی ایک پانی جو زکوٰۃ کو نہ نکالی یہ کہ یہ جو بہت مشکل ہے ہمیں تو اس سے معاف بن رہے ہیں۔ ہم یہ عرض کریں گے کہ اسلام کے چار ارکان میں سے زکوٰۃ انہی ایک ارکان ہے۔ اور اسلامی حوریت اس پر تکی ہوئی ہے۔ اس عبادت کو آپ مکرور نہیں کرتے ہیں۔ اس سے بعد حق ہو جائے کہ اس سے سب ملے اور اس سے پیشہ واریت۔ چنانچہ کا خطہ والکھائی زمانہ کوئی زیادہ فطرہ نہیں ہے۔ ان میں ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمان نے مسند دینی منہ کے لئے حضرت کی وجہ سے آج تک مرویا تھا اور جسے ملے۔ یہ فیصلہ دیا تھا کہ حج ہندوستان کے مسلمان پر فرض نہیں ہے۔ ابھی نکلیا تھا۔ پر انہی تذکرہ دیا گیا کہ حضرت سید محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مقدس حج کے فریضہ مبارک و شریعہ لیا۔ زندہ دیا۔ اس زمانہ میں بادشاہی پرنا کرتے۔ اس میں پورے ان میں ہائی تھیں۔ اس کے دس پانچ وہ چار پستہ تھے۔ تہ وقت ملتا تھا کہ بعض مرد یہ حج کا وقت لیں یا تھیں یا نہیں رہتے وہ بھی بدو تھا کہ وہ ان بادشاہی چاروں کو نہیں اور بچاؤ دیتی تھی۔ حضرت سید احمد غازی نے یہ قطع فرمایا کہ جس حج کی رسم ہی ہندوستان سے نہیں ہو جائے اس لئے آپ نے حج سے غریب اور وہ لیا۔ فیصلہ اور اعلان کر لیا کہ اس کا حال چاہے علماء۔ انھوں نے لئے چلے۔ جیسے بھی ہوگا۔ حضرت مزدوری کرنی چاہے گی تو کریں گے۔ مگر حج شریعہ میں نہیں ہے۔ جو لوگ یہ میں گئے۔ ان کا کھانا چٹا ہو کر دے دے۔ جو کہ اس کے برلی سید صاحب الملک آئے۔ انہیں سے ہونے ہوئے غرضی چوڑا ہے اور پھر وہی مسلمان کی ہے۔ اس کے زمانہ اور انہوں نے حج کے فیصلہ و نامہ کر لئے۔ اس لئے اتنے بڑا اقدام کیا۔ جس کو کوئی تکلیف ہندوستان کی تاریخ میں۔ بادشاہوں کی نوازش میں۔ ہر ذریعہ کے حالات میں نہیں ملتی۔ اتنی بڑی تعداد میں لوگوں نے حج کا سفر کیا۔ اس کی کوئی تاریخ ہمیں نہیں ملتی۔ جس میں تاریخ کا صاحب محمد بن ابی اسحاق لکھا بھی۔ جس کے مسلمان ہوں کہ ہندوستان کی تاریخ میں انہیں نہیں ملتا۔ اتنی بڑی حدت سے ساتھ کسی نے حج کیا اور۔



واقعات، بزرگوں کی کرامات، علمی نکتے سننے کے لئے آئے۔ یہ جو خدا کا شکر ہے یہ چیزیں جو دے لئے کچھ مشکل نہیں ہیں، علمی مرکز سے ہمارا تعلق ہے، دوسری ملکوں میں جانا ہوتا ہے۔ یونیورسٹیوں کی سطح کے مطابق ان کی انڈی کی سطح کے مطابق تقریریں کرنی ہوتی ہیں، مگر میں اس وقت آپ سے صاف صاف اور کھری کھری باتیں کرنا چاہتا ہوں، بہت ایمانداروں اور دینا خداؤں کے ساتھ بہد باہوں کہ اسلام ایک ضابطہ حیات ہے، اس میں اشتنا ہے ہی نہیں، یہ نہیں ہو سکتا کہ عبادات میں جو آپ مسلمان رہیں مگر معاملات میں کچھ اور بن جائیں، آپ کو یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ عامی قانون، پرنسپل میں SOCIAL LIFE آزادی کا مظاہرہ کریں، جس طریقہ سے چاہیں رہیں، وہی طرح آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں باپ بھائی بہن کے حقوق ادا کرنا، بیوی کے حقوق ادا کرنا، پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنا اور اسے بڑے قانون و دستور اور ضابطہ حیات کی پابندی کرنا ہمارے پس کی بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا، ادخلو فی السلم کلفہ، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، قرآن کا یہ اگلا ہے کہ لفظ اسلام کی جگہ مسلم کا استعمال کیا، یہ پس لہ اسلام کے اصل معنی ہیں، مسلم کا مطلب ہے SURRENDER کرنا یعنی سپردگی، اسوہ خوالگی کا نام ہے، یعنی ہماری مصلحت، ہماری خواہش، ہمارا اعتقاد، ہماری روایات، ہمارا طرز زندگی قدیم، ہماری تاریخ یہ چیزیں کوئی مسئلہ نہیں ہیں، ہم خدا کے بندے ہیں، اسلام کو بحیثیت دین کے ماننے والے ہیں، رسولانہ کے ماننے والے ہیں، اسلامی قوانین کو، اسلام طریقہ زندگی کو قبول کرنے والے ہیں، اور اس کے تمام شعبوں کے ساتھ قبول کریں، محفلوں اور جلسوں میں باتیں کرکھی جاتی ہیں، وہ باتیں جو دلی کو خوش کرنے والی ہیں، معیبات میں اضافہ کرنے والی ہیں، خطیب کے دھاک بٹھانے والی ہیں، ان کا مقصد بتانے والی ہیں، وہ کہی جاتی ہیں، مگر دوزمرہ کی باتیں، ملی باتیں کم کہی جاتی ہیں۔

میر نے اپنی تقریر کے آغاز میں جو آیت پڑھی تجھ دس کی تشریح آپ کے سامنے کر رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ قرآن کا پیغام آپ کے دل میں اتر جائے، آپ کی زندگی میں انقلاب آ جائے، آپ کی فکر اور سوچ بدل جائے، اسی لئے میں بار بار یہ فقرہ دہرا رہا ہوں کہ مسلمان سو فیصدی مسلمان بن جائیں، واقعی مسلمان نہیں، دنیوی مسلمان، بروقت مسلمان، ہر جگہ مسلمان،





تاریخ کمال مسلمانوں نے لائق غریبنا شروع کر دیا ہے۔ جو انکھین، انشور و چڑیاں استہم  
کرنے کی تہذیبوں کی وہی نظیر ہو گا تو تو کفر ہی کیا، یہ سب رانی میں شرابی کی جڑ جوں۔

ایک بات ہے اور سمجھانا چاہتا ہوں، اسلام جغرافیائی تغیر کا حامل ہے نہ تاریخی تغیر نہ۔ یہ بھی  
بکھٹے کی خبر دیت ہے کہ اسلام میں ایسی کوئی تغیر نہیں ہے کہ ایک طبقہ کا دین دیکھتا ہے اور  
دوسرے طبقہ کا دین دیکھتا ہے۔ قدیم کتب کلام ان لوگوں کا دین دیکھتا ہے۔ نئے نئے اسلام میں  
بالکل نئے دین کا دیکھتا ہے اور نیا اسلام بھی ایک دین ہے جو اللہ سے رسول صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کے کرتائے دین دیکھتا ہے۔ انہی کے دین ہے اور دین دیکھتا ہے۔ کافی دیکھتا ہے اس دین  
میں ایسی نئی قسم کی چیزیں نہیں ہیں، مختلف راہنمائی ہیں، مسلمانیت دیکھتا ہے، بارون رشید ہوں۔  
عام نیر ہوں، شاہد جہاں ہوں اور کوئی اور نہ ہے سے بڑا دین دیکھتا ہے، سب کے لیے ایک دین تھا،  
وہی قرآن ہے، وہی ارکان دین اسلامی تہذیب، اسلام سب کا ایک یعنی اسلام دیکھتا ہے کہ اسلام یہ  
نہیں کہ ادب عرض نہ دیکھتا تھا، اسلام نے پوری دنیا کے لیے ایک نقشہ بنا دیا ہے، قرآن  
موجود ہے حدیث موجود ہے، سیرت موجود ہے، تاریخ موجود ہے مسلمان پیدا ہو سکتا ہے  
ان پر نہیں رہتا ہے، یہی دنیا کا تہذیب دین ہے، نہیں کی تنگی اب تک نہیں بدلتی ہے، دوسرے  
تہذیب دین کے یہ اعتراض کیا ہے کہ ہمارے تہذیب دین سب کے لیے جو ہوئے ہیں پھر لے لے لے  
ابھی ایک کتاب شائع ہوئی ہے (ISLAM OF THE TRUE CHRISTIANITY) جس کا  
تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت سے ہے، یہ ایک سوال کی تفسیر ہے، ان سب  
نے مختلف نے بھی وضاحت کیا ہے کہ موجودہ CHRISTIANITY بہت پال کی پالی  
ہوئی ہے، دوسری سچا کوئی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لڑا گیا تھا، دوسری چیزیں  
بہت پال کی گئی ہیں، اصلی مسیحیت اسلام کے مطابق تھی، ان کو تبدیل کیا گیا ہے،  
اسلام واحد نہ ہے جس میں کوئی رد بدل نہیں کیا گیا، اپنے ORIGINAL FORM میں  
آج بھی موجود ہے، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی نے مجھے اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ  
ہندوستان کا لفظ اسلام یعنی قومیں کو نکال دینے والا ہے، یہاں ہر چیز میں کچھ ہیں دو قسملیں ہو جاتی  
ہیں، اپنی اصلی شکل کو دیتی ہیں، یہاں کتنے ہی ایسے مذاہب ہیں جنہوں نے یہاں کھسکی کر  
اپنی شکل کو نکھو دیا، ان کو بھی نا مشکل ہے، ہندوستان میں آ کر کچھ سے کچھ ہو گئے، اسلام الحمد للہ



کی تخلیق کی جائے۔

آج اسلامی قوانین میں مداخلت ہو رہی ہے، ہمارے پرنسپل اور پرنسپل پر حملے ہو رہے ہیں، ایسے ایک طریق کی سزا ہے، جو ہمیں مل رہی ہے، کیونکہ ہم نے خود اسلام کے قوانین کو پس پشت ڈال کر زمین مافی حرم شروع کر دی ہیں، ہم خود اس میں ترمیم کرتے ہیں، ہم خود ٹکس نہیں کرتے، دوسروں سے نہیں لیتے۔

ہم مسلم پرنسپل اور بورڈ کے ایک نامور ترجمان کی حیثیت سے صاف صاف کہتے ہیں کہ ہم نہ حکومت کو اس کا حق دیتے ہیں، نہ عدالت کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ ہمارے قانون، جوفی اصل شدہ کا قانون ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں اس میں کسی قسم کی ترمیم یا رد و بدل کرے۔ اللہ جل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اور اعلانِ ائمہ دین رب احسن۔



## ایک المناک حقیقت

22

اس کے ازالہ کے لئے اہم کامیابی جہد

[illegible]

قانون (PERSONAL LAW) چرکس کے لیے ذاتی معاملات اور اس کے باطن میں ان کو غیر اسلامی قانون کے تحت ملے جانے والے نظام میں نوڈ (UNIFORM CIVIL CODE) کے خلاف کرنے کا جواز ہے۔ چرکس و مسلمانوں کے اپنی اصولی حدود و حدود اور ہندو تہذیب کے اصول و رسوم، ان کی تہذیب و پارلیمنٹ کے چرکس کوٹ کے فیصلہ کے خلاف مسلمانوں کے اسلامی قانون کی بنیاد پر اختلاف کا فیصلہ مسلمانوں کی تعلیمی و تعلیمی سے

اس خیر طبعی و رحیمہ برحق سے دعا ہے کہ یہ نیکو عملوں سے اپنے مقصد و اہداف میں کامیاب رہے۔

۱۔ اسلامی دنیا میں تعلیم و تہذیب میں باکمیوس اور باکمیاس میں تعلیم پانے والا۔  
 ۲۔ جو انسان میں (انہی کے ہاتھ میں ملک کا اقتدار) ہے اور اسی عام طور پر مری نقصان  
 پہنکتی ہیں یا اپنے عزیز، شریعت، عقیدہ اور قوم کے بارے میں احساسِ نفرتی  
 (INFERIORITY COMPLEX) کا پیدا ہونا، جو قومی حسابِ مغربی مری (مستشرقین کی  
 کتابوں کا) (جو تحقیق میں اس کا اوسط بخوبی سمجھی جاتی ہیں) لازمی نتیجہ ہے۔ اس مغربی بحاثہِ تعلیم  
 نے شرقی اسلامی میں بے حد مضبوطی حاصل کرنے کی مثال دی۔ یہ سمجھیں دی جو کتنی بے حد  
 مغربی فاضل نے اپنی ایک کتاب میں لکھی ہے۔

ایک شریفی حکایت یہ مختصر اور عقلی مشینوں سے مراد جو نے ان کی طرف سے  
تصویریں بنائی ہیں کسی زمانہ میں ایک بہت بڑا دیار اب آٹھ سو میں ایک ہزار ایک سو تین  
پچیس کے وسط میں امراتو آ رہی تھی۔ ایک ایک وراثت پر بی حکمرانوں کی موقوفہ زمینوں  
نے موقوفہ مقام پر جیسا وہ اب اس کے لیے نظر آ رہی تھی، دیکھا کہ قریب چھٹی سمت کی برائی  
اگر اس کے خلاف یہ جہد میں مصروف ہے۔ چوتھی ہمدردی اور ایک عشق کے جذبہ کے ساتھ وہ  
جیتے یا اور جس نے پہلی طرف سے۔ یہ بھی مناسبت پر اس پر۔ پھر ہر چیز کا اظہار ہے۔

یہ مثال ان مشرقی اور اسلامی ممالک پر ہے۔ خصوصاً سعودی عرب ہے۔ انھوں نے مغربی ملکوں کے لیے (VALUISING IDEALS) کی تہذیب اور تہذیب

۱۔ اس کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلام کی ہر عکس میں ذرا غلطی و قیاسیت

کرنے کی صلاحیت اور اس کی افادیت ضرورت بلکہ تفوق و امتیاز سے کر کے بلکہ دل نشین بنانے کی اکثر ممالک اور مشرق وسطیٰ میں مصلحت میں منہمک رہتے ہوئے مقررہ اور یقیناً غیر منصفیانہ و کوشش نہیں کرتے، مختصر الفاظ میں بونے پر سے نکلے، طبقہ میں اسلامی صلاحیت بقا اور برعکس میں اس کی ضرورت پر ذہن اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کا اعتقاد بحال رہتا ہے، منظم مؤثر اور ضرورت اور صلاحیت فہم کے مطابق کوئی عام مؤثر تحریک یا دعوت نہیں چلائی گئی، کچھ مغربی وسطی کوششیں ہوئیں اور کچھ محدور اور فکری اتحاد اور پیچیدگی ہیں آیا (جس کی قدر و قیمت کا انکار نہیں کیا جا سکتا) لیکن اس کو دعوت کا ایک عام میدان اور مؤثر کوششوں کا ماحول اور حلقہ نہیں بنایا گیا ہے، جس کا نتیجہ مکران، پنجاب، قلمی، ایک بڑی تعداد اور باغات (UNIVERSITIES) کے پروفیسروں، دانشوروں کے خدمت داریوں اور ذرائع ابلاغ پر اثر تسلط رکھنے والوں کے ذہن، اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں کی صلاحیت قیادت بلکہ صلاحیت بقا کے بارے میں بھی اگر مایوس نہیں تو متروک و متشکک نظر آتے ہیں، اور جب یہ طبقہ منصب قیادت یا منصب حکومت پر متمکن ہو جاتا ہے تو وہ سیکولرزم (SECULARISM) علمائیت کی جو مشکلات کا واحد حل اور اقتدار حکومت کی بقا کا ضامن سمجھتا ہے، اور اس وقت یہی رہنماان میرت سے مسلم ممالک اور چند عرب ممالک میں کام کر رہا ہے۔

۳۔ ایک اعتراف حق، ائمہ حقیقت اگر ایک مؤثر و قائم رہنے والے کے لئے لازماً جائزہ کے تحت سے اس حقیقت کا بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ اس صورت حال کے پیدا ہونے اور حکمران و قانون ساز اور دانشور طبقہ کے ذہنی و روحانی حریمت اور انسانی بیداری کی دھمکت: بے دلیوں سے خائف بھٹک رہے ہیں اس کو بھی قائل ہے کہ یہ تجربہ میں آیا ہے کہ جن میں سے بہت سی تحریکیں، اصلاح عقائد و اعمال، رجوع الی اللہ، تشکیک بالشریعہ، اور عمل بالحدیث کے لئے شروع ہوئیں، لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ سیاست کے میدان میں آگئیں اور انہوں نے (ایک مقاصد کے ساتھ ہی) حکومت و اقتدار پر قبضہ کرنے اور ملک کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش شروع کر دی اور ان کا براہ راست حکومتوں سے اتحاد ہو گیا۔

یہی غلط اندیشی کا نتیجہ جس کو قائم و دائم رہنے کے لئے عربی و اسلامی میں ایک ہی علمائے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔













## ملی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ

ذیل کے تقریریں جنہوں نے حضرت مولانا سید ابو نعیم جی مدنی کا وہ خط لکھا ہے جس سے اہمیت ہے جو صوبائی دینی تعلیم کانفرنس، نیپہا، بارہ بن (روہتن) ۱۰ ستمبر ۱۹۹۲ء پر جی ۱۹۹۲ء کو پڑھا گیا۔

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حضرات! وقت کے وہم ترین مسئلہ نے ہم کو آپ کے پچھلے کام کا جائزہ لینے اور اندر کے لئے فکرت کا مرتب کرنے کے لئے جمع کر دیا ہے وقت کی نزاکت اور کام کی وسعت کا تقاضا ہے کہ سوہ و روایات کی پابندی کے بغیر ہمارا سارا وقت اصل موضوع پر صرف ہوا اور مغز کی بات بغیر کسی تہیہ و تکلف کے شروع کر دی جائے۔

حضرات! دو الفاظ ہماری زبان اور دینی تحریروں اور تقریروں میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں، وہ ”فرد“ اور ”ملت“ کے الفاظ ہیں آپ ان کے معنی سمجھتے ہیں۔ مفرد اکائی کا نام ہے یہاں جتنے حضرات بیٹھے ہوئے ہیں، وہ سب اپنی اپنی جگہ پر فرد اور ایک اکائی ہیں۔ ان سے مل کر ملت بنتی رہتی ہے، ملت اسلامیہ ملت موسویہ اور ملت یحییویہ بھی افراد کا مجموعہ ہی کا نام ہے۔

اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت (امت اللہ) افراد اور ملت دونوں کے لئے، فرد کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ انتظام ہے کہ اس نے اپنے قانون کے مطابق اس انسانی جسم میں جان اور روح ڈالی اس کے بعد پھر اس کی حفاظت فرمائی وہ حکم داور ہے اس دنیا میں آیا اللہ تعالیٰ نے جس کے رہنے اور زندہ رکھے جانے کا فیصلہ کیا، اس میں زندہ رہنے کی صلاحیت پیدا کی، اس میں مومن کی اثرات کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھی، اس کے اندر کچھ پیدا کی، کچھ پاؤں میں طاقت دی اور اس کو بہت کچھ اختیارات عطا کئے اور صلاحیتیں بخشیں، لیکن اس فرد کے ذمہ بھی کچھ فرائض کئے ایک تو یہ کہ وہ اپنے وجود کی حفاظت کرے، موسم کے اثرات



کرمے میں کوتاہی کرتا ہے تو وہی کے تمام عقائد اور حقوق رکھنے والے انسان اس کو تلاش و است  
بلکہ ایک حد تک اس کو مجرم بلکہ کسی حد تک فوجی کا مرتبہ سمجھتے ہیں، ایک شخص دنیا میں پیدا ہو  
کر اب وہ فرد بن جائے اور اس کا پیدا کرنے والا باپ لیکن کوئی اس فرد کی کوئی کوئی کو معاف نہیں  
کرتا۔ حد یہ کہ وہ ماں باپ بھی اس کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ جن کی شفقت  
مغرب المشرق ہے، وہ اپنے فرزند اور جیک تو جس سے یہ نہیں سمجھتے کہ اب تم پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ کی  
بڑی نعمت کھرہیں آگئی، اب تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ماں باپ بعض اوقات  
اجنبیت اور ایسی بے گانگی سے مطالبہ کرتے ہیں جیسے ان سے خون کا کوئی رشتہ نہیں کہ متبہ ہ  
کر پڑو، بلکہ استاد سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر ضرورت ہو تو جائز حدود میں اس کی سرپرستی  
کریں اور اس کو نفوس کرادیں کہ تعلیم کا حصول ضروری ہے، اس کے بغیر وہ نگرہیں رہ سکے گا  
نہ بھلا سکے گا، یہ سب کام وہ ماں کرتی ہے جس سے یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کے بعد کوئی اتنی رحم فرما نہیں  
ہے۔ ایسی شفیق ماں بھی پڑنے میں بچوں کی رعایت نہیں کرتی اور میں کو دل پر چھوڑ کر بچے کو  
اٹھاتی ہے کہ وہ مکتب جا کر پڑھے، اس کو یہ محسوس کرتی ہے کہ ان بچوں میں جو محنت کرتے ہیں  
اور جو محنت نہیں کرتے فرق ہے حالانکہ ان سب کی ماں ایک ہے، ہم سب بڑا روں برس سے  
اس صوفی قانون کو مانتے آتے ہیں، اور دنیا کا سارا نظام ان پر چل رہا ہے اور نہ مری کا پیرا اس  
پر چھو رہا ہے۔

لیکن آپ ذرا! یا مقداری سے سوچئے کہ بھرنے فرد کو جس نظر سے دیکھتے اور اس کے  
ساتھ جو معاملہ کیا ہے، وہ ملت کے معاملہ میں کیوں ہلکے بھول جاتے ہیں، اس طرح فرد کو اللہ  
تعالیٰ نے جو بڑا شہداء جسم عطا کیا، اس جہتیں اور توانائیاں جو ان میں ایسی طرح اللہ تعالیٰ نے مست کو  
ایمان بخشا، دست لگوائیں، یہ ساری جہتیں، اور آتی کتاب، طاقتوں کی ایک مکمل مرتبہ اور دون  
نہ مشروط و تہم ان عطا کیا، اس کے ساتھ نصرت الہی اور توفیق الہی بھی شامل ہے لیکن اب اس  
کے بعد ملت کا کام یہ ہے کہ فرد کی جہتیں اپنے وجود کی حفاظت کرے، جیسے فرد کا یہ کام تھا کہ اپنے  
جسم کو بچائے نہ دے اس کو ڈوبنے سے نہ پائے، اگر کوئی زیر زمین سے اس کو نہ کھینچے اور اس کی علمی اور  
فطرت میں کھالیا تو اس کے اثر سے بچنے کیلئے نہ کافی کوشش کرے، یہ چاروں کام کر جائے گا تاہم  
نہت پائے، ذلت اٹھانے کے لئے، اگر مگر آوصافیت کھانے کی تکلیف نہ اٹھائے اور اپنے





آئینہ کار کا یقین دہانے کی محبت و شریعت میں انکار و رد سب کے سب نیکو و عظیم ہیں۔ لیکن اس میں وہ  
پہچاننے کی ذمہ داری ہمارے پاس ہے۔ اس پر قائم ہو کر انسانیت کے لئے جسے وہ کھوپڑی رکھتا ہے۔ یہی ہے  
اس کی ذمہ داری ہمارے پاس ہے۔

انکشافات میں ہندوستان میں ملت کے تشخص (SENTITY) پہچاننے کی ذمہ داری ہمارے  
پاس ہے۔ جیسے قریبی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس میں جانے لے۔ اسے جس کے جسم کو پہچانے بلکہ اس  
میں اس کی ریختہ کو جو انسانیت پہنچتا رہا اس کا وہیہ لکھتا ہے۔ پہچانے۔ لکھنے۔ اس کی ذمہ داری ہمارے پاس ہے۔ ملت  
کو ملت پہچاننے کے لئے اسے تحقیق کو پہچانے اور اسے واقعہ کو اس کی شہادت کا ساتھ دینا ہے۔ اس کی ذمہ داری  
آپ کی ہے۔ آپ اس ملک میں مسلمانوں کے تشخص کو پہچانے اور اس کے آئینہ کار میں وہ  
مسلمان رہنے کی ذمہ داری قبول کریں۔ اور اس کے لئے وہ قربانیاں دیں جو مطلوب ہیں۔ اگر  
ایک ہے۔ اور ایک فرد کی حیثیت سے قربانی دینا ہے۔ لیکن ملت کی تعمیر و ہندوستان میں ملت کے  
اس کی ذمہ داری ہمارے پاس ہے۔ اس کی قربانیاں، لکھنؤ، جہاں لکھنویوں، اس کی قوت سے جدا اور اس  
سے منقطع ہونے کی ذمہ داری ہمارے پاس ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی آپ غور فرمادیں کہ آپ اپنے ملک میں ہیں، جس میں  
آئینہ کار غیر مسلموں کی ہے۔ وہ جمہوری ملک ہے، اور وہ قانون ساز مجلس میں قانون بناتی ہیں،  
جس میں ملک جمہوری ہے تو یہ ملک بھی قانون بنانے کی اور جمہوریت کا یہ قاعدہ ہے جس کے  
بر وقت اس کا خطرہ ہے کہ اسے قومی نہیں جڑ ہمارے، ہندوؤں کے علاوہ مسلمان ہمارے  
جذبات اور جمہوری ضرورتوں کے خلاف (پہنچنے سے گھر اور ناواقفیت سے زیادہ) نہیں، یہ بھی  
فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ وہاں ہمیں، تہذیبی اور لسانی بنیادوں پر جدوجہد  
میں نیت (AGGRESSIVE REVIVALISH) اور بحالی پسندی۔

(TOTALITARIANISM) کی جو کہیں بھی ذمہ داری ہے، اس میں آپ کا کام یہ  
ہے کہ اسے نیکو اور جمہوری ملک میں اسے ملی تشخص کی حفاظت کی گئی طریقہ پر کریں آپ  
ہندوستان کے افکار اور عقیدہ کا رآمد اور اس کے ضروری جز ہونے کی حیثیت سے اپنی افادیت  
واجبت ثابت کریں۔ اور مطالبہ کریں کہ کوئی قانون ہماری شریعت آسانی کتاب، اور ہر  
عقائد کے خلاف نہیں بننا چاہیے۔ آپ اسی کے ساتھ یہ بھی ثابت کریں کہ خلاف شریعت

قانون بننے سے آپ کو اس سے زیادہ نصرت ہوتی ہے اور آپ کا ملکی وجود اس سے زیادہ محفوظ  
میں پڑتا ہے۔ جتنا اھمکاروں کے سے کوئی جمہوری حکومت کی اقلیت اور کسی فرقہ کی غدا  
ضرورتوں کو نہیں روک سکتی اور کوئی حکومت چاہے کتنی ہی طاقتور ہو، یہ قانون نہیں بنا سکتی، کہ  
فلاس فرقہ کو نکلے کی فراہمی روک دی جائے یا بازار میں اس کو دکان کھولنے کی اجازت نہ دی جائے  
یا اس کے بچوں پر تعلیم اور تعلیم کے عہدوں کے دوران سے بند کر دینے جائیں ایسا اثر ہونے لگتا تو  
آپ کی قیامت بڑا کر سکتے ہیں۔ آپ ثابت کر دیں کہ اس قانون اور اس نئے نظام تعلیم سے  
آپ کو محسن ہو رہی ہے، جیسے پھٹی کو پانی سے نکال کر باہر رکھتے سے اس کا ہم ٹھٹھ ہے، آپ کے  
چہروں کے اندر چڑھاؤ، حرکات و سکنات سے معلوم ہو جائے کہ آپ کی صحت اور توانائی اور  
کارکردگی پر اثر پڑا ہے، اور یہ محسوس کر لیا جائے یہ ایک قوم قوم کے افراد ہیں اس سے قانون  
سے ان کا دم گھٹ رہا ہے اور یہ ان کی آئندہ نسل سے نقل کے مرادف ہے، یہ کام آپ کو خلوص  
کے ساتھ عملی طور پر ایسی کیفیات کے ساتھ کرنا ہوگا کہ ہر شخص اس میں شہسود ہو، پڑوں اور بسوں میں  
آپ کی بے پستی کو محسوس کرے، اگر آدھ نہیں تو کم از کم اس کا چوتھائی حصہ ثابت کرنا، دنیا میں  
آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک ہفتہ بھی ایسا قانون نہیں چل سکتا، میں نے دنیا کے آئینوں اور  
ستور حکومت کا مطالعہ کیا ہے، اور جمہوریتوں کی تاریخ پڑھی ہے اس لئے میں یہ بات کہہ رہا  
ہوں۔

لیکن یہ سب کام مرصع اور سیای الفاظ کے ساتھ نہیں ہوگا، اس کے لئے جذبات نہیں اور  
دستی طور پر اپنے کرب کا اظہار کرنا پڑے گا، آپ کو بتانا ہوگا کہ ہم اس ملک میں ہیں اور ایسا  
نظام تعلیم مروج کیا جائے، جس سے مسلمان بچے نہ رہتے پائیں اس کا نصف مطلب یہ ہے کہ  
آپ نے ہم کو زندگی کی حقیقی لذت و عزت سے محروم کر دیا ہے۔

آپ کو ایک حرف آگئی طور پر کوشش کرنی ہوگی، اور اس سے لے جیسے بطور، تنظیم،  
آئینیں، اور محتاج اور دوسب کچھ کرنا ہوگا جو دستور کی آئینی طریقہ پر کسی جمہوری ملک میں کسی  
چیز کو منسوخ کیلئے کیا جاتا ہے، میں تو مجبور و رشتہ کو توں کہتا اور نہ میں اس کا قائل ہوں، میں تو  
نہ اور ان وطن کو بھی تشدد (VIOLENCE) سے روکنا چاہتا ہوں، پھر میں آپ کو اس کا مشورہ  
کیسے داس گا لیکن دستور کی حد اس میں رہتے ہوئے ایک جمہوری ملک میں جس طرح اپنی ہے





موجودہ زمانے کو نہیں تو آپ تھوڑا کتنا گھومتے جو موجود ہوتا ہے۔ جس میں برکت کے لئے دعا فرماتے، آپ تو وہی تھے کہ ہاتھ اٹھا کر، ماکرہیے تو حضرت مسیحی کی طرح آسمان سے جانے کا فرمان (مانہ و مانا) ہی ہوتا، سلام کی تعلیمات اور اس کی روح یہ ہے کہ موجود میں برکتی اور پاک، نہ کہ بیشمار معصوم لوگوں میں ایسا ہو سکے، یہی حال حد بیعت کے موقع پر ہوا کہ وہوں نے پانی کی ٹی ٹی شکایت کی اور شکر ادا ہے، آپ نے ہاتھ دیکھائی منظر یا جو لوگوں کے پاس تھا، اس نے بعد برکت کی یہ فرمائی اور پانی سب لینے کوئی ہوتا ہے، یہی امام کی ہون اور اس امت کے شایان شان ہے، ان کی حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اور معصومین کو دیکھا ہے کہ سب نے پانی ہونا موجود ہے، وہ اپنے پیش کردہ ہے، اللہ تعالیٰ سے اس میں۔ اس کی مانتی، مانتی ہے۔

وعد جنود السموات والارض ..

اور آسمانوں اور زمین کے فوجیوں کے ہیں۔

اس طرح امت کے فوجیوں کی خدمت کی آمد، اور ان کی خواہشات کا فطر ہے، قرآن مجید کے صاف قرآن و فتح کے لئے نہیں فرمایا، اور امت کے لئے قانون نہ ملنے کی وجہ سے کہ ان کی لیس نلامسان، لا حاسعی، وہی معصوم ہری، نہ یہود، النجری، الاربی

انہوں کو یہی ملتا ہے اس کی وہ پیش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی پیش کی گئی

ہائے کی پھر اس کو کہہ کر پھر پھر اب نہ جانے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی کوشش کرنے اور ایمان آتی کو کہہ میں آئے، اسے کو برکت دے گی، وہی ہے کہ صرف اس کی عملی کامیابی نکلے کہ جس اس کی عملی شہدائے حق اور انہوں میں اس میں اپنی طرف سے برکت اور فائدہ فرمے، یہاں ہم یہود، النجری، الاربی ..

حضرت: انہیں اس مذہب کے متبع اور ان کی ہر پر اور یہ مسلمانوں کے یہ فرض ہے کہ خلف کی تقابلی تبدیلیوں کو بغیر ہمارے لئے رہیں اور یہ کہ ان پر اقرار نہیں اور یہ جیتے رہیں کہ ان کو اثر ہمارے مذہب، سوری نہیں کے دل و دماغ اور ان کے دینی و اخلاقی مستقبل پر کیا پڑے گا، میں یہ سوچتا ہوں کہ ہمارے مذہب پرست سے دوسرے مذہب کے یہ خلاف جدوجہد ہوتا ہے اور بہت زیادہ متاثر کرنا ہے اور یہاں تا قیچہ ہے کہ وہ ایک ذمہ داری

ذی شعور نہ سب ہے زندہ مستی میں ڈھکی ہوئی ہے اور مڑ بھکی۔ جو وجود زندگی کھو چکا ہوتا ہے، یا زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہو جاتا ہے وہ نہ متاثر ہوتا ہے اور نہ متاثر ہو، ہم اپنے مذہب کے لئے یہ پوزیشن قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ دنیا چاہے جتنی ہی بدل جائے، زندگی کے چاہے کیسے ہی اچھے نہیں، نئی نسلوں کو نہ سمجھنے کے لئے کیسے ہی سانچے تیار ہوں، ہمارے مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہم بدستور مذہبی فرمائشیں ادا کرتے رہیں گے انسان اور خدا کا رشتہ اس طرز پر قائم رہے گا، بخدا مذہب ایک پورا نظام حیات ہے، وہ زندگی کے ہر شعبہ کیلئے متعین ہدایت اور احکام دیتا ہے، اس لئے ہمیں ہر ملک اور ہر دور میں چونکارنا چاہئے اور یہ دیکھتے رہنا چاہئے کہ کیا ہمیں اپنے ذہنی اخلاقی اور روحانی نشوونما کے لئے مناسب فضا اور سازگار ماحول ملے رہا ہے، یا نہیں اور ہماری ذہنی و نفسی صحیح مہنوں میں مسلمان رہتے ہیں کی یا نہیں؟

پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ اسلام صرف چند رسوم اور تقریبات کا نام نہیں چند عبادت تک بھی مخصوص نہیں، بلکہ یہ مکمل زندگی گزارنے کا طریقہ اور کامل دین ہے، ایک مجتمع جملہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مستقبل تہذیب ہے، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا کوئی مخصوص ہملہ طرز زندگی اور اس کی کوئی مستقبل تہذیب نہیں بلکہ دوسری قومیں اور دوسرے ممالک کے لوگ، اسلام قبول کریں تو اسلامی عقائد کو لے لیجاتی کافی ہے تہذیبی اقدار کو لیتے اور اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

میں یہی حراست کے ساتھ یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ غیر اسلامی طرز فکر ہے، اسلام کو اسرار ہے کہ عقائد و اعمال کے ساتھ اس کا مخصوص طرز زندگی بھی اپنایا جائے، قرآن و سنت کے مخصوص طریقہ سے معطوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک خاص طرح کی زندگی اور خاص طرح کی معاشرت چاہتا ہے، اسلام میں سونے، ہانگے، کھانے پینے سے لیکر نکاح و طلاق اور ورایت تک کے متعین و نمونہ و احکام ہیں، اور اسلام کے مقابلہ ہے کہ انھیں کے مطابق زندگی گزارنی چاہئے، اس کی خلاف ورزی نہ ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی باتوں سے لے کر انتہائی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں تک کی تعلیم دی اور صحابہ کرام نے انھیں سکھایا اور پڑتا۔

حضرات: اس نسل و ناقص اقصاء تعلیم کی اصلاح کا مطالعہ اور اس کے لئے ہر طرح کی جدوجہد بخدا آئینہ حق اور ملحق جو می فرماں ہے، مگر ہم اس کو جرات اور استقامت کے ساتھ

انہی میں سے تو ہم اہل سنت۔ نے ساتھ حقیقی و نفاذی اور حقیقی و نفاذی کے ساتھ ہم اہل سنت بھی درج کیے۔  
اس سبب اور اس کے علاوہ اندیشہ کو جو بالکل مرہون ہے بعد و متواتر کی سبب سے یہی تعلیم کو جو  
عزت و توقیر سے منعمور ہے و ایک حقیقی انحصار و انحصار میں مبتلا ہے۔ جو اس ملک کے قومی  
تکلیف اور یہ بھی ہم آہنگی کے لئے سخت ضرور ہو۔ جو اس کی ترقی و خوشحالی میں معاون  
ہے۔ اس سے اس کی اصلاح اور اس نقص کا ازالہ اور سب سے بڑی خدمت ہے جو کوئی  
بندہ تعالیٰ انجام دے سکتا ہے۔ اور یہ ضروری طور پر یہ سب کا فریضہ ہے۔ اور اس میں کوئی شک یا اس  
بندہ و مولیٰ نہیں۔ اور اس کے واسطے ہے۔

تو اس کا کام جو یہی ہے۔ کہ آپ درود کا معنی دے دے۔ اس میں کسی سمیت۔ اس میں  
قدرا و کثرت۔ اس میں کثرت نہیں آپ کو یہی اصل ہے۔ اور یہی اصل ہے اس کے لئے  
و حقیقی و انصاف اور یہی اصل ہے۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔  
ضروری ہے۔ آپ کو یہی اصل ہے۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔  
اس کے واسطے ہے۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔

بایں اللہین معنی ہر انفسکم و احبکم و اول

مومنہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال و اقارب (مجموعہ) سے چھوڑ

و مقیم و ارتقا ہے۔ اور اس حدیث کلکم راع و کلکم مسؤول علی و عینہ۔

و تم میں سے ہر ایک سبب اختیار ہے اور اس کے لئے۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔  
اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔  
اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔  
اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔  
اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔  
اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔

اس دین میں اللہ تعالیٰ کی طاقت کے بعد (جو اس طاقت ہے) اور اس کی طاقت ہے سب  
کے بڑی طاقت جو نہ کہ ہے۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔  
اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔  
اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔ اس میں کثرت۔

[illegible]

ماں اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر و ہامانفسہم

اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کی حالت میں قصیدہ نہیں نازل کیا جب تک وہ قلوب خود اپنی  
 دلیلیں پر مبنی نہ ہو۔

اللہ فرما رہا ہے کہ وہ کسی قوم کو ہی بھولی نعمت اس وقت تک نہیں سمجھیں گا، اس کی تقدیر نہیں  
ہوگا جب تک کہ وہ خود اپنے مال سے مس تبذیل پیدا کرے گا، عجبیہ برکتوں خداوندی سے  
محروم ہو جائے گا اور ملت کا قیام نہ کرے۔

حضرت اسیدہ مسائل و مشکلات کی زندگی اور حیرت انگیز تعلیم کو بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وہ مورخ بھی نہ اس فی قصہ اور بیان نہ کرتا ہے نہ اقسام مصیبت نہ سکتا ہے، انھیں ایک شاہ کا یہ (MASTER KEY) دیتی ہے، دوسرا یہ قصہ نہ بھول سکتی ہے، اور ساری رکاوٹوں کو دور کر دیتی ہے، اس لئے زمانہ و مکان کی بھی قید نہیں، اور اسباب و وسائل کی بھی شرط نہیں، وہ شاہ کلیدِ دہش سے ہر غلط فہم کو لٹا ہے، وہ ہے علی عزیزت اور اجتماعی فیصلہ اور اس ملک کے مسلمان یہ فیصلہ کر لیں کہ ان کو اپنی آئندہ دہشوں سے محفوظ رکھنا چاہئے اور ان کی تعلیم کے مسئلہ کا حل یہ مسئلہ ہے، ہونا، ہر مذہب، ہر فرقت، ہر فرقہ واریت اور ہر کامیابی سے زیادہ دو چیزیں ہیں جو یہ مسئلہ آئندہ حل ہو سکتا ہے، اس کے لئے ان کو ہر دو قربانی دینی ہوگی، دہش کی اس جبرورنی ملک کے فتنہ اور استبداد کے ماتحت گھنچاؤ ہے، وہ جو اس ملک کی حقیقت پر اندازہ کرے اور دنیا کے دوسرے ممالک پر غایت کرے کہ مسئلہ توں کو کچھ دین و ایمان اور اپنی اور ان کا اسامہ پر قائم رہنا، چیز سے زیادہ عزیز ہے، یہ کام اعلیٰ کسی تحریر، کسی جادو خانہ اور کسی جادو خانہ یا بیت کسی حریت نہ مسئلہ، اس پر ہندو اور مسلمان کے بغیر ہوسکتا ہے لیکن اس کے ذہنی و عقائد ذاتی نہ ہوں اور



ذاتی و انتہائی کی قربانی کی ضرورت ہوئی، اس قربانی کے بغیر کسی چھوٹی سے چھوٹی قوم کا کوئی  
 کوئی سے کوئی شعاع اس کی چھوٹی سے چھوٹی نشانی اور تھیرے سے قطع نہ کی جھوٹا نہیں رہتا، ایک  
 حالت کا متحمل اور اس کی شہادت اس کی دریا پات کیسے محفوظ رکھتی ہے، اس کا سرخ ایک ہی  
 حل ہے وہ ہے ملی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ اور میں اس کو دور کی آخری دہائی کا بھٹکا ہوا اور قابل  
 کے نماز میں اپنی کھاد میں تو ختم نہ جاتا ہوا۔

خود ہی سے مراد خود آکاؤ کا خیال اور اہل  
 کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں  
 تفسیر میری قوم کا راز کیا جو نے  
 ارے عقل ہیں اہل جنوں کی تدبیریں

وہا علیہ الا لبلاغ النبی



آئندہ نسل کی فکر کیجئے

[illegible]

الحمد لله رب العالمين والمنصوح والسلام على سيد الانبياء والمرحومين.  
 انما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم " يا ايها  
 الذين امنوا اتقوا الله واعلموا ان الله قد قدّر لها اساسا ولحجارة عظيمات صلواته  
 غلاظ شديد الا يعصون الله ما امرهم ويفعلون ما يحبون..

”اے لیان والو اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خیر و برکت اور مسخلاقین کو اس  
خُطب سے یہ دلائل کا ایسا حسن انسان اور پتھر میں اس پر شک و شبہ نہ ہو کہ ختم  
چیں۔ وہ اللہ رب العزت کی اور انکی مافرومانی نہیں کرتے، وہ یہ لکھ رہا ہے وہ دلی  
نہرتے ہیں اور ان پر لکھ رہا ہے اور

اس نے جملہ صفتوں کو اپنا ذاتی اللہ نے فرمایا، نہ یہ کہ ہر بات کو کہہ سکتے ہو، سب سے اعلیٰ کی طبیعت نامہاز ہے یا زیادہ اور نیک انسان نہیں پاتا ہے میں تو میں نہیں آیت پر استناد:

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہکم واطیعوا امرہ  
 اے ایمان والو! اپنے کو مرا اپنے افسوس میں اور اپنے افسوس میں  
 آپ سے بچنا: جس کا اندھن انسان اور چکر میں اس پر تھکا ہوا ہے جسے  
 ہیں، وہ اللہ رب العزت کی آواز نہیں، ان کی نہیں، ان کے ہاتھ میں کوئی ہے، وہ کسی  
 کرتے ہیں جو ان کو کھم و ما عا ۵۵

مختار مرزا کو اور علی احمد خان:



آج ہے کہ یہ قمریوں وقت صبح ہو تھے۔ اس وقت حضرت علیؑ علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں، بیٹیوں، بھائیوں اور نواسوں سے کہا کہ یہ دن اگر تم میرے بعد عبادت میں لگے رہو گے، مجھے اس وقت تک حسیں کان نہیں ہونا۔ میری پشت زمین سے نہیں اٹھنی، جب تک تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ میرے بعد عبادت میں لگے رہو گے، مرنے کا وقت ملا ہے۔ اب تم میری موت کا وقت قریب آ رہے ہو، اپنے بیٹوں، بیٹیوں، بھائیوں، نواسوں کو بتا دیجئے کہ میں اس وقت تک عبادت میں نہیں رہتا۔ میری پشت زمین سے نہیں اٹھتا۔ کہ جب تک تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ میرے بعد عبادت میں عبادت کی بات نہ کرو گے۔ مجھے یہ یقین ہے کہ ان قوموں نے نبی زاد کا دیر سے ایسا ہی دیکھا ہے، وہ جاننا چاہتے ہیں کہ میں نے اس کو میں اب تک دیکھا ہے۔ ہم نے اس کو اس عبادت میں لگے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ عبادت میں اس کے وقت آج ہے۔

ان قوموں نے باقی حق یہ کہ تم آپ کے علیہ آپ کے والد حضرت ابیہر حضرت امیر المومنین حضرت علیؑ نے خدای عبادت کریں گے جو ان کا ابو ہے۔ ہم تو اسی کے فرمانبردار ہیں۔ یہ نجات کی بات۔ یہ خدائی نجات۔ یہ یہ کہ جو کہ اس کے بعد کوئی اور عبادت نہ کرنا کہ ہم تو آپ کے معبود آپ کے والد حضرت ابیہر حضرت امیر المومنین حضرت علیؑ نے خدای عبادت کریں گے، جو ان کا معبود ہے، ہم تو اسی کے علیہ ان کے ابو ہیں۔

میرزا غلام احمدؒ نے تو ہمیں آپ کے کہتے ہیں کہ آپ اپنی اولاد کو ایسی تعلیم دے دیجئے کہ اس کے ذریعے سے یہ ان کو پہچان سکیں ان کے درمیان دوسری قوموں کے درمیان امتیاز باقی رہے اور اپنے دین پر کاربند ہوں ان کے اندر شریعت محمدیؐ کا راز ہو، یہ خیر، جو حق محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت پر فخر کریں، یہ دین کی خاطر جان کی بازی لگاویں، یہ اعلا یہ کہیں ہم تو مسلمان ہیں، ہم تو ان کے پیچھے ہیں، ہم تو خدا اور اس کے مالے ہیں، جو اسلاف اسلاف خالق بھی وہی ہے اور تکلم بھی وہی۔

وہ وحدۃ الشریک ہے، ہم ان کے سامنے سجدہ و ریزہ دیتے ہیں ہم ان سے اپنی ضرورت کا مطالبہ کرتے ہیں وہی ہمارا خالق وہ تکلم بھی ہے۔

اس کے ہم جنسیت والوں نے اردو زبان کی فہریت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ عربی کے بعد اردو زبان میں دین و شریعت کا جتنا حصہ محفوظ ہے وہ کسی اور زبان میں نہیں، پھر اس عظیم مذہب کو فروغ دیا کہ آپ کے یہاں دارالعلوم اسلامیات کی جیسا ادارہ موجود ہے، اس نے دین کی بنیادی شریعت کی ہے، سیرت و تقویٰ جیسی کتاب یہاں سے نہیں ہے یہ تہمت کی ایسی کتاب ہے جو حق اور ساری زبان میں نہیں پائی جاتی، لہذا اس کا مافیہ سب قرآن و روایت ہے، اور خطبات و احادیث جیسی حدیث اور واضح کتاب کسی اور زبان میں نہیں پائی جاتی۔ لہذا اس کا بھی عربی میں قرآن و روایت ہے، لہذا آپ نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا تو کیا آپ ہی محروم ہے، نور یا حث خسارہ ہے۔

انجیر میں مغرب والوں نے جامعہ اسلامیہ کی ترقی کو دیکھ کر دینی خوشی کا اظہار فرمایا اور مزید ترقی کے لئے دعا فرمائی۔

# اسلامی قوانین کی ضرورت و اہمیت

﴿قُلْ إِنَّمَا أَمْرٌ عَلَيَّ إِلَىٰ مَا أُوتِيتُ مِنَ الْإِسْلَامِ وَأَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَأَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَأَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين  
وآلِهِ الطيبين محمد وآلِهِ وصحبه أجمعين ومن بعدهم بإحسان وتعالى  
مدعوهم إلى يوم الدين

حضرات علمائے کرام، ہمدردانِ اسلام و ضرعینِ بلاد! اہل عرب و عجم کی عقل یا کاروائی کے حلقے یہ تاثر بننا چاہتے ہیں کہ ہم عقل اور ذہن سوچ برائی تو سمجھتے ہیں، جاری، کا نہ وہی آواز، یہ بات اپنے منہ کی عقل و مقام اور من سب موقع اور وقت پر نہیں آتی (پچھلے کی گئی)۔

اس حقیقت پسند اندازہ جمعہ کی روشنی میں پہلے اس حقیقت اور اقدار کا افسانہ اعلان کیا جاتا ہے کہ مسلم پر مسئلہ لا برہ کا یہ پڑھنا اور اس اپنے منہ کی عقل و مقام پر ہر بات، اور پھر عرض کیا جائے گا کہ وقت اور ضرورت کے وقت نہ ملے بنا، یہ عقیدہ کیا چرایا ہے اور یہ ایک فریضہ کی ادائیگی اور حقیقت پسندی اور فرض شناسی کی قوت ہے۔

جہاں تک اجلاس کے محل و موقع کی مناسبت اور اس اجلاس کے یہاں منعقد کرنے کے جواز بلکہ معقولیت اور صحیح انتخاب و مسائل ہے جو یہ کہہ سکتے ہیں (اور اس میں یہ کہہ سکتے ہیں تاریخی اور علمی و دینی میں معقولہ و نامعقولہ) کے بارے میں ہندوستان کے اسلامی مہد کے سب سے بڑے اور سب سے واضح نگار پروفیسر مولانا خلیفہ محمد علی صاحب دہلوی، ماسٹر آف لٹریچر، انڈیا، نے کتاب سے چند اہم مقامات پیش کرنے پر قیامت کی جائے گی۔ جو کجرات کے بارے میں پائے جاتے ہیں۔

مولانا نے اس کتاب سے شیعہ زعمہ، قوم پرست خدمات کے ساتھ ساتھ ان کے ہونے سے مناسبت





میں کسی بادشاہ کے سامنے بھی نہیں رہے، ان کے یہاں ہی کے ڈاکو تو تھی اب سعید ۱۰۹۵ء میں ان کی ہڈی کا قلعی لٹھاقہ... کے عہد کو جلی۔ پروفرا ہوئے، مہدیا ٹیلیوی میں دہلی کے آتشیں لٹھاقہ نے عہدہ کے لئے جرات ہی کے علماء کا منتخب ہونا اس کے طعن و نفی اعتبار کا کھلا ثبوت ہے۔

”تھوٹھی، نہ نہائی و موروٹی سلطنت کے دور میں واپس سلطنت کے وزراء کو نہ صرف تنی شریعت و ملت و قوم، بلکہ ممالک و تقویٰ میں شرع، مویشی و اقلیت میں امن، ہونا پوری قہر و وزیر حکومت، حاکم اور خواص اہم اس کے جھگڑے اثر انداز ہوتے ہیں اس سے پوری فکر و میں، این کا اعتبار، مورو شریعت پر اس نے ہر چند اور جرائم پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی جرات کا ایک نہ، وہ نہیں طویل مدت تک (یہ اسی زحیٰ صلی رہا۔ نہ، مگر یہاں بعض ایسے حاکمین صاحب اقتدار و فراہم کرنے ملک رہے ہیں جن کی نظیر سے مس ہندوستان کے سربراہوں کی تاریخ، سلطنتیں وقت کی مبالغہ (سلطان نجی امیرین اور نیکے ذریعہ) کو مستثنیٰ کر کے، جن کو بعض فضا کے عرب نے ”مابین خلفاء و امرا شہدین“ کا لقب دیا ہے، اس مشکل سے ملتی ہے، اس سے اس سب سے زیادہ نمایاں مظہر شاہ علیہ قزاقی (۱۹۳۳ء) کی ذات ہے، سوانح سید عہد الہی... احباب کو مروت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”بعض لوگوں کے ساتھ تقویٰ و عزت کی دولت بھی اس نے خداوند پائی تھی، جو اس پر انھوں نے احادیث پر عمل رہا، میٹھا باوجود پتا، نماز، رحمت کے ساتھ چہرہ، ہونے عمر بھر نہیں بھونے...“

”ان سلاطین میں بعض ایسے سلاطین تھے جن کی خدمت دین و اشاعت ہمارا اس کی سرپرستی کا اہمہ جرات بھی کے حدود سے نہیں بلکہ ہندوستان کے حدود سے بھی نکل کر فرار و معدوم دین، تو مقدس تلمذ و سبق تھا، وہ بھی بہ نثر و شرف۔“

سوانح سید عبداللہی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”نور شاہ و مر (م ۹۶۱ء) کی توحید سرپرستی سے تلمذ و عقائد میں ایک عظیم نشان درجہ باب محمد سے متعلق قائم لیا گیا، جس میں علامہ شہاب الدین سنن بخاری اور عزالدین عیسیٰ و ابو یزیز زمری، وغیرہ علماء و محدثہ... اس کی خدمت انجام دینے آئے، احادیث اس کے فی رہا، اور منتخب مکہ۔“

مستمر میں نہیں آئے۔

نفس و شہوت اس پر قابض نہیں کہ ایک بسے انگلی سہو یا احمقانہ ہمت نہ ہو۔  
 ہمارے ہاں ایک طرف سڑکی تھی ایسا سے ایک انکوٹر فیلوں کی قیادت میں جو عجیب  
 جانا تھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ وہ تھا۔ وہ شہوت و لہجہ تھا۔ اس مال کی  
 فروخت سے جو بچاؤ ملتی ہوئی تھی۔ وہ سب میں جرمین تھا میں نے تقسیم کر دی جاتی تھی۔

[illegible][illegible]

یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کا یہ فی قانون، جہد نہ اس کے ساتھ انصاف پر مبنی نہیں ہے، "وقتہ ہم تندہ و معاشرت اور اس جہد کی یہ وہ رہے اور اب عورت کو وہ وہی کہیں دے جو تاتقا، جس کی وار مستحق ہے، و یہ قانون اب اس کی یافتہ دور میں وقتی رہنے اور پلٹنے کے قابل نہیں ہے، اب حقائق سے پروا نہ کیا ہے، کہ یہ زمانہ ارواح انسان پر پڑنے لگا ہے، عورت زہریلی میں، بڑی شریک ہے اور اب ترقی یافتہ مغرب نے اس سلسلہ میں ناقابل تجدید و اشتقاق ہے۔

اس پر ایسا نہ دکا کچھ اثر مسلمان یا خصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ پر بھی ہوا ہے اور وہ بالکل طرح کے احساسِ حقارت (INFERIORITY COMPLEX) میں مبتلا ہو گیا ہے، اور اس میں یہ عالمی قانون پر اختیار بھی نہیں اعتماد و یقین اور رونے کا جز بہ بہت جہد نہ سہا جاتا ہے، ہم اس واقع پر چند مغربی ماہرینِ قانون، ملاحظہ کنون و تجدید اور مغربی دانشوروں کے اقوال پیش کرتے ہیں، انہوں نے صاف اس بات کا اعتراف کیا ہے، کہ اسلام کا عالمی قانون دوسرے قوانین کے مقابلہ میں نہیں زیادہ منصفانہ، حقیقت پسندانہ اور انہیں زیادہ طبقہ انسان نے حرام اور اس کے ساتھ انصاف و برابری پر مبنی ہے، یہ بات ہمارے محبوبِ عظیم یافتہ حقیقی تکمیل سے پروا نہ کیا، اپنے اپنے کالی میں، اس نے آزادی کا نام لے کر امت کو مار دیا نہیں، اور ایک طرف ملتی جلتی بات سے قائل ہے۔

اس سلسلہ میں ہم سے پہلے ایک مغربی فاضلہ بیان پیش کرتے ہیں اس لئے کہ اس سلسلہ میں خواتین زیادہ (SENSITIVE) و بیدار، آزاد احساس اور ترقی الشعور (SENTIMENTAL) واقع ہوتی ہے، اس لئے کہ بیان کے بقول: "یہ ہے وہ وہی ہوتی طرف سے دانا اور اس کی ساری بنا فرما دیتی ہے۔"

مترجمی: (MRS. ANNIE BESANT)

ہندوستان میں ایک ترقی پسند اور انگریز ترقی کی قاعدہ اور انگریز ہند نے ایک شوقی ادارہ (تحریکِ ماضی و سوانحی) کی صدر رہی ہیں، انہوں نے ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں جس قدر ایاتہ، دو بلی کتاب "ہندوستان کے مقیمہ عرب" میں لکھی ہیں۔

"قرآن مجید کی آیت ہے: وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ اُولَٰئِكَ يَرْجُوْا وَاَوْفٰی رَہْمٰی مَوْعِدٍ لَّوْكَ بَدَّ - فَلَوْ اَنْجَحْتُمْ وَلَا تَصْلَحُوْنَ تَقْبِرُ اَنْ (اور یہ تو ان کیلئے ہے جس نے)

نکار (خواہ امر و خواہ عورت اور وہ سب آپ نے دین میں نہ تو ایسے مک و مکہ جنت میں و شہل یوں گئے۔ اور ان پر اور بھی نکلے ہوئے (شیر و گداز) کے طریق و رسم) کی تعصبات عام اخلاقی و ایمانیات میں محمد و انکس، علیہ السلام کی روایت لینے پر اتنا قنوں قرآن مجید میں نہ تو ہے اور وہ قانون اپنے عدل و انصاف کے و رازانی کی دعوت اور کفر کی میں اس کی شکل و نگارانی قانون سے جس کے زیادہ قافی ہے جس پر اس کے جس سال پہلے تک برطانیہ میں نہیں ہو سکا ہے۔ اور اس کے عورت کے لئے بلکہ قانون بن رہا ہے وہ ایک مثالی قوموں کا وہ دھڑکتا ہے اس کے عورتوں کے حقوق کی حقانیت اور ان کی حد تک ان کی دعا و دعا ہے یا ہے وہ ان کے کسی یہ اعتبار جو وہ اپنے دعا کا۔

محاکمات سرگرمیوں کے پانچ میں کہہ سکتے ہیں کہ حد باب اور پانچ۔

ایک دوسرے جابہ دہی ہے۔

”کیسے؟“ بھئی باقاعدہ انداز میں نے غصے سے دیکھ کر کہا۔ اور اس غصے میں  
موت کی اس حالت پر غصہ اٹھانے کی جگہ جس سے اس نے اس میں محاورے میں یہ کہ اس  
نے چھپکے دیتے ہیں کیا اس سے ان کو دل چاہتا ہے۔ اور یہ کہ اس کی کوئی مدد نہیں کرتا۔۔۔ غصہ  
اور دماغی مسئلہ۔۔۔ انسانی رشتہ و پیاروں کی شہ و آفاق کتاب ”تھری عرب“ میں لکھتے ہیں۔

[illegible]

موت کے بعد وہ حقیقی ایک جزو نہیں بن گئے۔ بخیر، قوانین میں انہیں حق ہے، ملامت کا اثر شرعی میں  
موت کے فی پانچ گھنٹہ پہلے موت پر اور پہنچ گیا، اس نے عورت کی معاشرتی پریشانیوں کو نکالتے  
تھے۔ جہاں بہت سے علماء اور ائمہ قیام، عادی، مہر، عورت کے خلاف، جو بیخوشی کی دلیل و معاملہ کے  
پر رہتے ہیں وہ بڑے جانتے ہیں کہ ان کے عورت کو اور ان کے حقوق کو کسے ہیں، جو جہاں  
موجود ہیں قوانین کے کہیں بڑھتے ہیں، وہاں میں عورتوں کے حقوق کو اس سے بھی روک دیتی  
کے عورتوں کے حقوق کے عروج کے لئے ان میں لڑنے کے لئے انہیں خواہ مخواہ نظر آتی ہیں وہ

یہ جلد ہی وہی مقام رکھتی تھیں۔ مہم بنیادی میں ان کی ایک بڑی تعداد مشرق میں اور جدید مہم میں چین (تلس) میں پائی جاتی تھی۔

والٹر (VOITAIRE) اپنے مضمون میں جو فلسفہ قرآن کے عنوان سے ہے، جو فلسفہ آف آئی (DICTIONARY OF PHILOSOPHY) میں لکھا ہے۔

اس سے یہ واقعہ نہیں چھوڑا کہ قرآن ان عورت کا وہ امتیاز کا حامل ہے جو ان کے لئے اس کے لئے کی طرف سے ملتا ہے لیکن قرآن میں بارے میں تو رات سے مختلف کتب آتے ہیں کہ وہ عورت کی مذہبی کمزوری کو نشانہ بناتا ہے۔ انہیں ماننا چاہیے کہ سفر الہام میں انہیں ان کے لئے ایک نیا شہ ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ ان کے لئے یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے عظیم شہادت کی طرف عورتوں کے لئے میں زیادتی وہ انسانی حق و سب کی ہمارے جملہ حق تو یہ ہے کہ قرآن آتا ہے۔ :  
 فان کرہتموهن فغسی ان نکھرھوا شیئا ویجعلنہ لہ فیدہ حرام

کثیرا

اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو سب لیا کہ تم اس شخص کو نہ پسند کرو ورنہ اس کے اندر کوئی بڑی بھلائی رہے۔

یہ:

ومن امة ان خلق لکم من انفسکم نرواھا لتسکون لہا وجعل  
 بینکم مودودا ورحمة ان فی ذلک لآیت لقوم یعقلون

اور وہی کی نشانیں میں ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی قومیں  
 یہ نہیں تاکہ تم ان سے ملکر مراضی کرو ورس نے تمہارے لئے انہیں میں بیوی کے  
 ورمیان مثبت وجمہ روی پیرا نہی، وفضل اس میں ان قوموں کے نشانیاں ہیں کہ وہ  
 پتہ رہے ہیں۔

دہم مغربی مصنف اپنی کتاب DEFENCE OF ISLAM میں لکھتا ہے۔

”اگر وہ شرعی اصول نظر سے باہر نہ ہو تو عورت ایک پاک و مہذبہ مقام پر پہنچتی ہے تو اس  
 میں شک نہیں کہ اس کی پانچوں نعمتوں میں مقام اولیٰ حیثیت سے چند سال پہلے تک (اور جنس











الاحقر ذکرم للہ کثیرا۔ (الاحقرام)

رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے تمہارے لئے یعنی اس کے لئے جو دنیا و مافیہا اور  
دور آخرت سے اور دنیا کی شہرت سے ترک ہو۔

پھر اس کے بعد آپ ہی کی حیثیت طیبہ مبارکہ میں ہزار لکھ و مدینہ میں وہ اسلامی معاشرہ  
قائم کیا، شہاب و نجومات، تمدنی و قیامی اصلاحات، ذوق و صلاحیت کے تنوع کے ساتھ ایک  
اندوختہ و متحرک، ماس، مجلس و اختیاری سلاستوں سے تنوع کے ساتھ آپ کی حیثیت طیبہ میں اس  
سماں تک اور آپ کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کے عہد میں ایک مثالی معاشرہ تھا، اس میں  
قدرت و باطل، شہادیاں بھی، دینی قمیص، باطن بھی ہوتے تھے، اصلاحت بھی، دینی نوکارتاں نے بعد  
رخصت بھی کیا جاتا تھا اور یہودیہ، اگر بھی ایسا جاتا تھا، مگر بھی مہین ہوتا تھا، ہر کسی نے کسی شکل  
معتقدہ میں جہیز بھی دیا جاتا تھا، والدین کے انتقال کے بعد میراث بھی تقسیم ہوتی تھی، وراثت  
و مہاجر، میں بھی حصہ دیا جاتا تھا، تجارت، زراعت اور انواع معیشت میں مشارکت و حصہ  
دار بھی ہوتی تھی، غرض زندگی اپنی چوکی تنوع کے ساتھ موجود تھی اور مستند ترین تاریخی ذرائع  
تاریخ و مستند و اقوال و روایات کا ذخیرہ (اس کی ایسی تصویر محفوظ ہے، جس میں ان سب کے  
نمونے انواع و اقسام، نظام و منظر دیکھ جاسکتے ہیں۔

اس میں مجرمہ نہیں ہے کہ حضرت عہد الزمن بن عمر رضی اللہ عنہ، جو عمر و عمرہ و میں ہیں،  
مکہ پر ہیں اور قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں، اور اس کا پورا امکان ہے کہ آپ کے خاندان سے  
و رخی مائیں (نہ من و نہات) کے رشتے بھی ہونے میں ایک ان معمول کے مطابق آپ کی  
خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، جو عام طور پر اس سے پہلے نہیں دینی تھی، آپ سوا فرماتے  
ہیں کہ عہد قریش کی بات ہے، آج تمہارے کپڑوں میں بہت عطر لگا ہوتا ہے، وہ جواب دیتے  
ہیں کہ یا رسول اللہ، میں نے نکاح کیا ہے، اس پر مدحت و روایات کی کسی کتاب میں یہ تحریر ملتا  
کہ آپ نے حکایت و استیجاب کا کوئی لفظ فرمایا، جو کہ عہد الزمن اتنی جلد ہی یہ سب قلمی و یہ  
سرواتی، تم نے ہمیں فہم بھی نہیں دی، اور نہ دعوت دی، اور نہ دعوت عہد الزمن بن عمر سے  
حدت و مدحت کی فاکوئی جواب بنتی ہے، خداوند یہ مسلم ہے اور تاریخ کا یہ طالب علم بہت  
بے لوث ہے، جواب دہ طیبہ ہے، کوئی یہاں اشر نہیں تھا، جہاں اطلاع دینے کے لئے





کے ساتھ عقدہ نہ فرغے بغض اسلام کی پابندی کے ساتھ، اس کے معاشرتی نظام اور مائقی زندگی کے احکام کو قبول کر۔ نے اور ان پر پورے حزم و قوت کے ساتھ عمل کرنے کی دعوت دی گئی اور صفائی کے ساتھ اس آیت کی روشنی میں مکمل و مسلسل نوں کو کافر اسلام کے قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔

بِأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ  
الْمُشَاطِينِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، وہ تو تمہارا سرکش دشمن ہے۔

مذہب سے ہے کہ یہ کام بند کمر پانا پر نہ ہو یا بھیا "سلامت معاشرہ" کی وسیع میز پر ہوں اس میں سو بہ تجربات کے جس کے شاندار محی و دینی تاریخ اور اس کے اس اعتبار و تقویٰ کا ذکر خطبہ کی ابتدا میں آچھا ہے جو صرف اس پر بغیر میں نہیں بلکہ ایک طویل عرصہ تک اعلیٰ عربی و اسلامی میں حاصل رہا۔ ہر مرتبہ شایان شان قرین قیاس اور حسب توقع واللہ و لوفیہ المؤمنین آخر میں اس اعزاز کے لئے جو صدارت کی ٹھکی میں نامیز کو حاصل ہوا ہے اور اس توجہ و اہتمام اور حسن اہتمام کے لئے جس کا منو قراصرین جلسہ نے اظہار کیا بھہ تبارک و تعالیٰ شکر اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

الحمد لله العین هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله لفلقد  
جاء ومن ربنا الحق.



## اندھیرے میں امید کی روشنی

26 جولائی 1984ء میں دفتر صوفیہ مسجد اچھن علی ضلع لدھیانہ کی رستہ ان علی نے  
 ممبئی (ہندوستان) کے حکام جن اور چند مجمع کے سامنے منظم کے انداز میں کچھ جہاٹ فرمائیں۔ جو  
 ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ہتھم کشہ نساہ کا وجہ تھی ہیں۔

آج کل سب سے زیادہ ہماری مجلسوں میں جس موضوع پر گفتگو ہوتی ہے وہ موضوع  
 ہندوستان کے موجودہ حالات ہیں جہاں چار مسلمان بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں وہیں ضرور اس  
 موضوع پر گفتگو ہوتی ہے اور یہ بالکل قدرتی بات ہے کہ حالات کا احساس، حالات  
 کا جائزہ اس پر تبصرہ اور تذکرہ اس پر اظہار خیال یہ زندگی کی علامت ہے اور کوئی زندہ انسان بھی  
 اس سے خالی نہیں رہ سکتا۔ لیکن ان حالات سے دو نتیجے نکالے جاسکتے ہیں ایک نتیجہ یہی ہے کہ  
 شکستگی اور کوئی ایسی صورت اختیار کرنا کہ جس سے آدمی ان حالات سے بالکل علی نجات پا  
 جائے کسی قسم کی کوئی تشویش اور کوئی بات ہوتی ہی نہ رہ جائے اس کے لئے آسان راستہ یہ سمجھا  
 جاتا ہے کہ یہ ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں آباد ہو جائیں۔

یہ ایک نتیجہ ہے جو کمزور طبیعتیں نکالا کرتی ہیں اور خاص طور پر وہ طبیعتیں جو یہ سمجھتی ہیں کہ  
 حالات اور واقعات کی ذمہ داری گویا ہمارے ہی ہاتھ میں ہے یہ ہمارے جیسے کسی دوسرے انسان  
 کے ہاتھ میں ہے۔

لیکن یہ نتیجہ مسلمانوں کے ذہن سے ایمان و یقین سے اس کی ذمہ داریت  
 سے بہت بعید ہے۔ اگر ہم یہ جان لیں کہ حالات کی ذمہ داری ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ کسی اور  
 کے ہاتھ میں ہے اور اس کے کچھ آئین ہیں اس کی طرف سے کچھ اطاعات ہیں کچھ تعلیمات  
 ہیں کچھ وعدے ہیں کچھ شرطیں ہیں کچھ قوانین ہیں اور ہمارے اس کی منتیں ہیں تو پھر اس مایوسی اور  
 پرہیزگاری کی اور یہ جو ذہنیت ہے فرار کی حالات کے سامنے ہر ذراں رہنے کی یا جہاں یہ حالات  
 پیش آ رہے ہیں وہ ملک چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جانے کی یہ سب طبیعتیں باقی نہیں رہ سکتیں۔





ایک بات تو یہ ہے جو میں سمجھتا چاہتا ہوں خاص طور پر ظلمت، مٹکی، درازیں اور ایسے ہی اور کئی عورتوں کی مقامات پر یہ بات کہنے کی ضرورت ہے دوسری یہ بات ناگوار رہنے کا باطل عقیدہ ہے یہ ظلمتوں میں غلط اعتماد پیدا ہوا۔ اس کے ساتھ اگر میں دوسری بات نہ ہوں وہ یہ کہ اگر جیسے آپ کی حفاظت کا راز ہے اس کا راز سمجھ گئے ہوش رہیں وہ ہوش ہے نہ کہ اپنے آپ کو بے وقوف کر دینا اور جس شام پر اس نے وقایات لکھایا ہے وہ شام شام کی رات تو نہیں ہے رات تو نہیں رہتی ہے لہذا اس پر یقین تو نہیں چل رہا ہے لہذا نہیں اس کو کات تو نہیں رہا ہے لہذا اس سے ڈالیں چہ نہ کسی دیکھ کر رہتا ہے کہ جس شام پر اس نے قتل عمل لکھایا ہے پھر کو بڑھانے وہ شام کا قہر بھی ہے یا نہیں؟

[illegible]

پس اگر زندگی میں لکھنا آپ بھی نہ جانتے تو اس کا محفوظ نسخہ ہے جس پر آپ کی زندگی کا آئینہ ہے وہ شرط پوری نہیں ہو سکتی ہے جس پر صرف یہاں بلکہ ہر جگہ آپ کی حفاظت کا وعدہ صاف صاف کیا ہے۔

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ فِي كِتَابِهِمْ

سیرت میں پڑا، موت نہ بار، و غم نہ کرا، تیرے سر پہ لکھو تو کجا کہ اے میرا بیٹا بی بی سائے۔

وَمَا عَلَيْكَ أَنْ تَأْخُذَ بِالْإِسْلَامِ فِي الْحَيَاةِ





سے فارغ ہو کر پڑھ لکھنے اور حساب کے بلکہ انسانی بقاء و تحفظ کے خلاف بات ہے۔

یہ سب بھائیو! ہمیں چاہیے کہ ہم سب مل کر اپنے اس ملک میں نظام آئینہ پیدا کریں۔ اپنے ملک کے دکھ و بھروسہ کو دیکھ کر آپس میں مل جل کر محبت کے ساتھ چریں گے۔ یہ سب میں غیہ ہونے کا ٹھیک تصور و خیال بھی ضرور ہے ورنہ وہ مانع بن جائے گا۔ یہی وہ ملک ہے جس نے پانچ سو سال کی دستانہ سرکاری دوسرے ملکوں میں ہوتی تھی بلکہ آج بھی بیوتی ہے۔ ایسا کیا کی حیثیت سے بھی کہتا ہوں اور مجھے ہمارا پروردگار ہماری اور دنیا کے مشہور ممالک میں ہونے کا اتفاق ہوا ہے اور خود یہ سبیرا مشاہدہ بھی ہے کہ جب لوگ یہ بیان دیتے ہیں کہ یہ بدستوری میں تو یہ نہ سمجھتے ہیں کہ یہ قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ یہ بدستوری ہے اور یہ ملک کے سرخ و خالے میں جن جن کے اندر اعتلا کا تسلیں احترام ہے۔

میرے بھائیؔ! اب ان کی یہ خوش فہمی اور ان کا یہ خواب اس وقت شرمندہ و متعیر ہو گیا ہے۔ کہ ہمارے اندر نفس و محبت اور درہم میں جو ایک دوسرے کو لٹکانے کا ناپا کھنڈر پائی جا رہا ہے وہ قہر نہ دیا جائے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے ہیں تو ہم نے اپنے ملک کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ ملک میں جس سے آئے ہوئے بڑھ کر لوگوں کا کھیرنے والی ذات کے ساتھ انصافی کی۔

یاد رکھئے! اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو میں آپ سے معذرت چاہتے ہوں۔ سرفہرہ یہ کہتا ہوں اور انہیں ناک اس ملک میں دھماکا لگنے کا خطرہ ہے یاد رکھئے تاریخ نے آج تک کسی دہشت گرد نہیں۔ آپ رشتہ الیکٹری کے زوال کی تاریخ پڑتے۔ ان کے یہاں جب معاملے کے وقت روشنی کی ضرورت پڑتی تو قیدیوں کو دربار میں لانا کرنا ایسا جاتا اور جانے کی وجہ سے جو ان کے جسم سے روشنی نکلتی اس میں بیٹھ کر کھانا کھاتے ایک واسطے سے انکی ہمارے اپنے اپنی محفلوں کے ساتھ ان کے یہاں بھیجیوں کو ان کے ساتھ بھیجنا اور جاننا اور یہ کہ ان کے قتل کے لئے (GIBBON) نے اس قسم کے واقعات کو پیش کیا ہے

ہے آپ جیسا کہ ان کی یہ کتاب پرچھیں، اسی طرح آپ چاہیں اسپانہ کے زوال کی تاریخ پرچھیں۔ یہ ان کے مختلف ملکوں کو فتح کرنے کے بعد مسلمان کے باہر نکل آ چھپا نکلنے، غلامی نہیں، پہلی دور، نئی جمہوریت اور دوسری دہائی کے حالات اور طریقے سمجھنے کے تصور نے اس سے

بھی ستارے کو فروپ کر کے پھونکا اس کے علاوہ میں آپ سے معذرت چاہتے ہوئے یہ بات بھی کہوں گا کہ جینے ہیں حال آج یورپ اور ان ترقی یافتہ ملکوں کا ہے جن کے یہاں اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں ہو سکی حال میں اپنے سے بڑا کسی کو ہانسنے کے لئے تیار نہیں۔ قریب ہے کہ وہ بھی نہ الہ و انصالح کا شکر ہو بلکہ اب اس کے آج بھی نمایاں ہو رہے ہیں۔

میرے بھائیوں آزادی، حک کے باوجود آج ہم میں اتحاد نہیں۔ شیرازہ بندی ہماری رنگ رنگ میں داخل ہے۔ آج دنیا کے اندر بڑی بڑی مشینیں کام کر رہی ہیں لیکن صرف انوت، بھائی چارہ، مہماندہ، تعدد، انسانیت کے ناطے ایک دوسرے پر مرہٹے کے حسین جذبہ کی ہی مشین اپنا کام نہیں کر رہی ہے آج اگر ساری مادی طاقتوں کے باوجود قوموں اور ملکوں میں اتحاد اور بھائی چارہ کی کمی تو یاد رکھیے میں صاف صاف کہتا ہوں کہ یہ ترقیات نہیں بلکہ زرقیات کے پیرے میں سترل و انحطاط ہے۔ ماسا قبل نے کیا خوب کہا ہے

دھونڈنے والا ستاروں کی گنہ گجھوں کا  
اپنے افکار کی دنیا میں سفر نہ کرے گا  
اپنی خدمت کے خواجہ میں الجھتا ایسا  
آج تک فیصلہ نفع و ضرر نہ کرے گا  
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا  
زندگی کی شب تاریک سفر نہ کرے گا

ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مادی طاقت نہ تھی لیکن انہوں نے ہو دینائے انسانیت کے سامنے پیغام فرست دیا۔ آپ اُردو دنیا کے دارمی کے مائند تاریخ کا مطالعہ کریں تو خود حقیقت آپ کے سامنے واضح ہو جائے گی۔

اسی طرح میں اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ جس مہرت و درو والے لوگ اس ملک ہندوستان میں پیدا ہوئے شاید کسی اور ملک میں پیدا نہ ہوئے ہوں آپ مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی دیکھیں آپ مولانا محمد علی جوہر کی زندگی کا جائزہ لیں۔ اسی طرح گاندھی جی کی خدمات پر غور کریں تو یہ بات آپ کی سمجھ میں

”یہاں سے کسی اور کی ترقی کے لئے یہ کسی ملک کی ترقی کے لئے من مہاں  
کی ضرورت پڑتی ہے اور من مہاں کی ضرورت پڑتی ہے۔“

لہذا قومی ضرورت سے کہہ کر یہ اندازہ ہو رہا ہے اور ہندوستان میں پیدا کیا جانے والے اس وقت  
کو من مہاں کے ایک دور سے کہہ کر یہ چاہیے کہ اس وقت کے من مہاں کے چلنے کے  
دور میں کوئی بھی چیز نہیں رہے گی اور اس کے لئے یہاں کوئی بھی چیز نہیں رہے گی اور اس کے لئے  
ملک میں رہنے والی چیزیں۔ انہی میں سے آپ سے بھی اس وقت کے آپ اس ملک کو  
پہنچنے کی کوشش کریں۔ اور یہ ملک یہاں تو یہاں رہے گا اور اس کے لئے یہاں کوئی بھی چیز نہیں رہے گی  
وقت ہوگا جبکہ انہما سے کہہ کر یہ دور ہو رہا ہے۔ اور اس وقت کے آپ اس ملک کو  
جس وقت کے آپ اس ملک کو پہنچنے کے لئے اس وقت کے آپ اس ملک کو پہنچنے کے لئے  
انہما سے کہہ کر یہ دور ہو رہا ہے۔ اور اس وقت کے آپ اس ملک کو پہنچنے کے لئے  
پہنچنے میں ایک چیزیں ہیں اور اس کے لئے یہاں کوئی بھی چیز نہیں رہے گی  
ملک کی فکر کریں گے۔







سید ابوالایوب انصاریؓ نے اس پر فرمایا کہ دوستو! اس آیت کی کیا تعبیر ہم سے پوچھو۔ یہ تو ہمارے گھر کی آیت ہے۔ یہاں آنکھوں میں سے ہے جس کا تعلق خاص طور پر حضرت انصاریؓ سے ہے صحابہ کرامؓ متوجہ ہو گئے اور تمام مسلمان بھرتی ہو گئے کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میرزاں عظیم القدر نبی الی قرآن کا بہت غم رہا ہے دے دے اس آیت کی کیا تعبیر بیان کرتے ہیں؟

### صحابہ کرامؓ کی دینی جہد و جہد اور اس کے نتائج

انہوں نے فرمایا کہ اصل میں یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی کہ جب اسلام مدینہ پہنچا اور ہم گھر و چھوڑ کر اور سب سے آنکھیں بند کر کے دین کے کام میں بھرتی ہو گئے۔ کیسا باغ؟ کہاں کی بھرتی؟ ایسی دکان؟ کیسا مکان؟ آنکھیں دھواں؟ سبہ پنچہ دین پر قربان تھا اور ساری پونجی اس پر شائع تھی۔ بالکل ایک سرفروشن اور خود فروشی کی حالت تھی جو اسلام کی خدمت کے لئے سب پر چھائی ہوئی تھی کسی کو اپنے گھرا کا ہوش نہ تھا۔ اس بار قربانی کا اس ظاہری دنیا میں جو قدرتی نتیجہ ہوا کرتا ہے اور جو قانون خداوندی اور قانون بخوئی ہے وہ ہوا ہماری تجارت کے دعوے لے لے لے گئے۔ ہمارے باغات و مزارع ہو گئے۔ ہماری کھیتیاں برباد ہو گئیں۔ فرض یہ کہ ہمارے کاروبار اس سے متاثر ہوئے لیکن اسلام گھر گھر پھیلنے لگا۔ اور جیسے نور پھیلتا ہے اور بارش ہوتی ہے اس طرح اسلام مدینہ میں پھیلنے لگا۔ اب پہلی سی حالت نہ رہی۔ یعنی اتنا تو ابھی نہیں ہوا کہ سارا مدینہ مسلمان ہو جائے لیکن ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔ پھر سے دولت ایمان سے مالا مال اور پیکاروں اس بار ان رحمت سے نبال ہو گئے۔

### دینی جہد و جہد کے دوران صرف چھٹی کا تصور

اس وقت ہمارے دل میں یہ خیال آیا کہ پہلے کی طرح اب اسلام کو اس درجہ ہماری خدمات کی، ہمارے کل اوقات کی اور ہمارے بالکل تن و جھن سے اس کی خدمت میں لگ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ادکام حالات کے ساتھ بدلتے ہیں۔ اس وقت یہ حکم تھا کہ کوئی اپنے گھر نہ بیٹھ کر کوئی اپنی جان کو اپنے مال کو اور اپنی اولاد کو اسلام سے زیادہ عزیز نہ سمجھے اور جب ضرورت تھی تو ہم سب کچھ چھوڑ کر اسلام کی خدمت کے لئے کود پڑے تھے۔ اللہ نے اس کی







نورانی خود کشی کے بارے میں نہیں اترتی ہے۔ کبھی ایسا فرد ہے بلکہ اسے جس چیز کے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا ہے جو اسے اتنے ممتحن یہ نازل ہوئی تھی جس کا تعلق پوری نوع انسانی اور اس کے مستقبل سے ہے۔ مگر وہ لوگ جو دنیا میں بدیرت کا کام کرتے ہیں ان میں سے ہیں وہ دنیا کے مستقبل کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ ان کی مثال کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ جن کے لئے وہ بعد انسان کوئی موجودہ زندگی پر یقین نہیں ہو رہا ہے کہ وہ دنیا میں یا زندگی گزار رہا ہوں۔ یہ تو جانوروں کی چیزوں کی اور پتہ پاؤں کی زندگی ہے۔ کھانا پینا اور سنا پھر کر ہو کر سونا بننا اور پھر اٹھ کر نکل کر کھڑے کی طرح اس کام میں اسے یہ کامیابی نہیں ملتی زندگی ہے؟ جو سماعت انسانوں کو دینا کا کام نہیں کرتی۔ اس سے اس کی مثال اور اس کی تائید سے اور اس کی تبلیغ کی سرگرمیوں کی ہیں۔ ان لوگوں کے ہاتھوں پر چھوٹے ہیں۔ وہ لوگوں پر شربت کے۔ اس لئے یہ زندگی نہیں ہے۔ اس میں مثال سے قرار اختیار کر لے تو اسے والوں کو ان میں سمجھا دے گا کہ اسے ان لوگوں کو دینا اور ان کے طرف توجہ دے گا۔ اور ان سے کہے گا کہ اسے ان لوگوں کی زندگی ہے۔ "معدود سے تعدد پہنچا اور اس سے زیادہ ان کی زندگی ہے تو یہ ہم دونوں کی زندگی ہے۔ اگر خوش آوازی اور خوش آگلی کی حاصل ہے تو جہیل میں خبر سے زیادہ زندگی ہے۔ اور دوسروں کا پیٹ کر کے دوسروں کا خون پی کر کے زندگی گزارنا اہمیت اور فائدہ زندگی ہے تو یہ تو شیروں کی زندگی ہے اور تیرہ سے زیادہ زندگی اور آہستہ سے رات و وقف ہیں۔

میرے دوستوں! اگر ایک شخص جہیل پر سرمد کر میدان جنگ میں کودتا ہے تو بھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ زندگی و موت بچ کر رہتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ خبر انور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑا ہوا ہے اور بیٹھ موت کو بھی نہیں سمجھا ہو گا۔ بتائیے! اسلام کی تاریخ میں جاس پانی کی تاریخ میں، ہر فرد کی تاریخ میں، خالد سے بڑھ کر جاناں اور سر فروشی کوئی گڑا ہے؟ ان کی وہی خالد کے دمب انتقال ہوئے ان کے ہر دستہ پر طبع موت آئے گی تو کہیں تکے کہ میری زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نہیں آیا کہ جہاں موت کا امکان ہو اور میں نے ہاں اپنے آپ کو پیش نہ کیا ہو لیکن خدا کی شان کرتا ہے میں ہر مرد ہوں۔

فلانہا ت اعین العجبا فلانہا ت اعین العجبا، ولانہا ت اعین العجبا.

میں سے بڑھ کر اپنی جان بڑھانے میں ڈالنے والا اور جس وقت فی سبیل اللہ میں نکلے  
والا اگر کوئی ہوگا؟ لیکن خدا آج دھم دے رہا ہے۔ میں یہ دیکھ کر کہ کچھ نہ کرنا، بازووں کا اور  
جو لوگ موت سے بھاگتے تھے انھیں دیکھنا سے رکھتے ہو گئے اور ۱۰۰ پہلے نماز  
انہوں نے خلاف اور تمام باتوں کے خلاف موت کا نشانہ بن گئے۔

دو تہا خودوشی یہ نہیں ہے کہ کوئی کسی وقت اپنی جان پر حیل کر لے کسی وقت اپنے کاروبار کو  
خیر سے میں ڈالے، کسی وقت دورانہ شوق مرز و شیرازوں کے مشوروں کی خلاف ورزی  
کرے۔ بجا لوگ اس کو اس طرح کے مشوروں کی بھائی یہ کاروبار بند کرنے کا وقت نہیں ہے یہ  
وقت دکان پھوڑ کر جانے کا نہیں ہے یہ وقت گھر پر چھوڑ کر جانے کا نہیں ہے۔ اس موقع سے  
خود دامن نہ چھوڑے وہ ان لوگوں کے مشورہ کے خلاف جس پر ہے۔ جو لوگ کسی وقت آنکھوں پر  
پٹیاں لٹکتے ہیں۔ وہ بھی ان کی بھی کر رہے ہیں۔ وہ خودوشی نہیں کرتے ہیں۔ خودوشی یہ کہتا  
ہے جو اپنے مقصد زندگی پر اصرار کرے اپنے دل کی پریشانی میں ٹپک رہا ہے۔ ایک مسلمان فرد  
"راہب مسلمان جماعت کے لئے خودوشی یہ ہے کہ اپنا جتنی مقصد بھول کر اور بڑا کام اللہ کے لئے  
کئے ہو گیا ہے۔ ان کو فراموش کر دے۔ اور یہ جان جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دنیا میں  
ایک اجر فرمایا ہے اور انہی کے لئے مہوئے لیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَارُونَ بِالسَّمْعِ وَ تَنْصَوْنَ عَنِ

الْمَكْرِ وَ تَعْمَلُونَ بِالْقَدَرِ

یعنی تم اس کام کے لئے جس کو اللہ کے مقصد کے لئے دیا ہے جیسے مٹنے والہذا، اگر تم اس کام کو  
بالائے حق رکھو اور اپنے حرام سے باز رہو۔ اس سے باہر جانو اور خالص کاروبار میں رہنا  
میں جو دنیا میں ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب کہ بڑی تعریف ہے جو کہ تمہارے ہمارے میں یہ  
کہہ جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے تم کو مسلمان فرمایا ہے کہ مسلمان نہ ہو کر انہی  
کاروبار کی حیثیت اختیار کر لے لیکن یہ وہی ہیں۔ میرا کاروبار مقدم ہے یا اللہ کا مقصد ہے  
دنیا کے تقاضے مقدم ہیں۔ کھرا اولیٰ کے مطالبے مقدم ہیں۔ سحر والوں کی ضرورتیں مقدم ہیں  
اسی کو قرآن مجید، خودوشی کہتے ہیں۔ قرآن میں خودوشی نہیں کہہ جس میں موت ہو  
ہے۔ اس کو خودوشی نہیں ہے۔ اس کے لئے خودوشی دیتے ہو، یعنی خودوشی وہ نہیں جس میں موت کا امکان

۔ خودکشی وہ ہے جس میں موت یقینی ہے۔ خودکشی وہ نہیں ہے جس میں دو عارضی ہنس ہولناک ہو جائے یا ہر جانے کو تکلیف اٹھانے جس کو ایک دن مرنا ہے جس کی حیات عارضی ہے۔ خودکشی وہ ہے جس میں اس روح کو تکلیف ہو جائے جس کو موت نہیں۔ خودکشی وہ ہے جس میں وہ قصہ فوت ہو جائے جو سراپا تھا۔ جو اثاثہ تو جو چوٹی کے کر ٹکڑے تھے وہ وہاں رہ جاتے۔ یہ سب عار و باری نہایت کے خلاف نہیں حقیقی کاروبار وہ ہے جو اپنے کو کئی سلامت رکھ کر رہے گئے تجربے کرتے۔ خودکشی یہ ہے کہ آدمی دعوت کا کام نہ کرے۔ آدمی اسلامی زندگی اختیار کرنے کے لئے نہ نکلے اور دین کے لئے ہجرت نہ کرے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اس کے بعد بہت سے اولاد بہت سے صحابی پیغمبر رہ گئے مگر اور تھے اور بہت سے تفریق نہیں تھے مگر انہوں نے وقت کی نزاکت و محسوس کیا اور ہجرت نہیں کی اور بہت سے وہ تھے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتھ یا بعد میں نہ رہیں نہ ہجرت کی۔ انہوں نے لیا فتوحات حاصل کیں اور مراد حاصل کئے وہ ان سے نہیں زیادہ تھیں جنہوں نے ہجرت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ النُّصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ  
بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ وُضِعَ عَنْهُمْ

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لایسوی منکم عن انفق من قبل الفتح وقاتل  
اولئک اعظم درجۃن الذین انفقوا من بعد و قاتلوا۔  
وہ لوگ جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور اللہ کی راہ میں جان کی بازی  
لگائی اور جنہوں نے بعد میں جان کی بازی لگائی برابر نہیں ہو سکتے۔

خودکشی

غرض حقیقی خودکشی یہ ہے کہ انسان اپنے حقیقی فائدہ سے اپنی آنکھیں بند  
کر لے اور اپنے حقیقی فائدہ کو خطرے میں ڈالے۔ فائدہ کو خطرے میں ڈالنا خود  
کشی نہیں ہے۔ بلکہ حقیقی فائدہ کو کوئی خطرہ میں ڈال دینا اور ہمیشہ کے لئے  
تلف کر دینا اور ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہو جانا بھی خودکشی ہے اور اپنے کو واقعی  
نقصان پہنچانا ہے۔





ہماری پوزیشن تھی سوئی۔ ہم نے دینک میں کیا جمع کیا۔ ہم نے اپنے ملک میں اب بھی وہاں دیہات میں کچھ مکان چھوڑ کر آئے تھے وہ اپنی حریفی اپنی کٹی یا نہیں۔ ہم نے اپنے بچوں کو یہاں مقیم کیا تھا ان کو کھانا کاروبار میں لگایا یا نہیں؟ ہم نے ان کو کو اس بیان پر تو لا تو یار تھکے یہ ایک اجتماعی اور عمومی خواہش ہوئی ایک فرد کی خواہش ہوئی ہے ایسا تو اس کی خودکشی۔ فی ہر فرد کی خواہش فرد کے لئے ہوتی ہے۔

اور تو م کی خودکشی پوری قوم کے لئے باعث بلات بنتی ہے اور غلطیاں کرتے ہیں اپنی موت بھی مر جاتے ہیں۔ رہا بھی بنا لیتے ہیں۔ سمندر میں چھوٹا ٹکڑا بھی لگا دیتے ہیں پتھروں سے وہ بھی جاتے ہیں اس کے لئے اپنے ملک و دیار میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن حسب کوئی قوم خودکشی پر آمادہ ہو رہی ہے اور وہ فیصلہ نہ دیتی ہے کہ ہمیں صحیح راستہ چھوڑنا ہے میں ختم و زوال کا شکار ہوں اور سرکشی کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ ہمیں اپنے لئے کاٹنے کوئے میں تو پھر اس پر کھانے والا نہیں آتا۔ اور اس کی کوئی جگہ نہیں ہوئی شاں پر آمان دوتا ہے اور شہر میں آنسو بہاتی ہے۔

میرے دوستو! آپ کے لئے وہ راستے ہیں۔ ایک راستہ تو یہ۔ کہ آپ خاص کاروباری ہیں اور کسی شے تک وہی فکر میں ہیں اہل میں مسجد میں مصر و مغرب کے درمیان بیچنا ہوا تھا میرے کانوں میں مسلسل آوازیں آ رہی تھیں۔ کوئی کبر یا تمنا کہ ہم اس حالت میں آئے تھے پھر ہم نے یہ کاروبار کیا اور وہ میرے صاحب بھی اس قسم کی باتیں کرتے تھے اور اپنے اپنے تجربے بیان کر رہے تھے۔ وہ چہرے اپنے کاروبار کی داستان سناتے رہے۔ یہ بھونسا مہموتہ تھا جو میرے سامنے ایک مسجد میں جو کہ ان مصر و مغرب کے درمیان میں پیش آیا۔ تو اب ہمارا زیادہ سے زیادہ وقت اور زیادہ مادی قبولیت کا وقت ہوتا ہے جو انوار الہی کے برتنے اور ملام اہل کے توجہ ہونے کا وقت ہوتا ہے ان میں جب ہر مضموع یہ جلتا مسجد۔ تہ پایا کیا ہوتا ہوگا؟ ان کے آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اگر عمر بڑھ جائے نہ محنت نہ تہا نہ ہم سب دن محنت کر لیں گے اگر عمر بڑھ انسان کی طرح محنت نہ تہا ہے تو ہم چھوڑے کی طرح محنت نہیں لے سکتے اگر عمر بڑھ جائے پتہ اور تغیر نہ تہا ہے تو ہم تنہا کو اپنے ملک میں چھوڑ دے ہیں انکھا تفریح کر لیں گے۔ اگر عمر بڑھ صحت کا خیال آتا ہے ہمیں محنت سے کیا فرس؟ پیر اصل چیز ہے۔ اگر انگریز ملینڈ سے کھانا چھوڑنا ہے تو کھانے کا سرو بھی اٹھاتا ہے۔ تو ہمیں اس سے مطلب نہیں ہمیں

کس پر۔ جی۔ یہ۔ ہمیں تو ایسا چاہئے کہ ان میں بھی امانت لائی۔۔۔

میرے دوستوں! یہ آپ کی ذہانت ہے کہ آپ اس طلب پر دھچکیں اور اس سے۔۔۔ حیرت  
آئیے اسلام پر دھچکیں۔ اس لئے کہ آپ اسلام نے لے کر لائے ہیں۔ غرض جیسے میں یہ کہتا  
ہوں مثالی آپ اور ان لوگوں اور دوسرے کو کچھ انگریزوں نے زبانِ مسلمانانہ سے اور غاصبِ خارجیوں کی  
اوریت پر لگے ہیں ان کے لئے جو پیش کرتے ہیں اور ان کے لئے کہہ رہے ہیں کہ۔۔۔ میں اس  
زبان پر بات کرتا ہوں اور یہاں اسلام کی مدد و حمایتیں کھینچیں اور مسلمانانہ پیروی کو  
کوئی اللہ کا بندہ جو شرط لگے کہ انگریزوں کی زبان میں قرآن شریف ہر زبان سے نہیں تو پیش کرتا ہوں  
نہایت ہے۔ یہ زبان چھوڑ کر جس زبان میں یہ سیرت ہے معلوم نہیں اس کی آواز کہہ کر یہ حال  
ہوگا یا نہیں اس کے خلاف تو یہ کہہ لیں کہ اس کی زندگی ہونی یا مرنے کا مسلمانانہ مسئلہ ہے اس لئے کہ  
اور یہ تو کیا ہے بالکل انسانوں کے مردود چیز میں نمونہ ہوں گے۔ آئینہ مل نور و مہربانی  
ہو کر گئے۔ اور اس کی یہ چیز سیرت نہیں ہے سانچے میں اچھی ہوئی اچھی ہوئی۔ یہ سب سب  
تقریباً لوگ ہوں گے جیسے قرآن شریف لوگ ہوں گے۔ کیسے صادق الودعہ اور صادق التوالی  
ہوں گے۔ ان کی زندگی میں کتنا مسئلہ ہوگا یا کتنا حقوق اللہ اور حقوق العباد ہوگا خیال ہوگا۔ معرض  
بہت اور اپنا تصور ہوتا ہوگا کہ یہ کہ یہاں سے انگریز جاتے اور مسلمانوں کی زندگی کا مطالعہ  
کرتے۔ اس کے خلاف میں پہلے پہل جانتے ہیں خود قرآن سے مشر ہو کر اس پر قبول کرتے۔  
نہیں اب بتائیے۔ ہم نے اس امر اسلامی زندگی کا اچھا نمونہ پیش نہ کیا اور ہم نے اس میں یہ خون اور  
ظہیر نہ تو ہم نے مسلمانوں کے لئے ہدایت کی کوشش اور اللہ کو پالنے کی کوشش مقدم ہے۔ اس  
کے بعد ان کی دوسری کوشش ہے یہی ہدایت یہ کہ وہ دنیا کو ہدایت دے اور ہدایت سے آشنا کرے  
اس لئے خدا کا بیوی بنے اور کھ بار اور وطن ہے۔ اگر آپ نے یہ نہیں پیش نہ کیا تو بتائیے کہ  
ہم نے اپنی ذات پر اور انسانیت پر حکم لیا یا نہیں؟

اب آپ حضرات یہاں ہیں۔ آپ کے لئے میں اس کو خود پیش نہیں گا۔ اس کے بعد  
آپ مجھے صاف کریں میں امید ہے کہ لفظ بول رہا ہوں۔ اس کے تصور سے بھی مسلمان کے  
کو کچھ کھڑے ہوتے ہیں۔ "حرام موت"؟ کون حرام موت دے لے تیار ہوتا ہے؟ ہمارا  
پچانسی کے تختہ پر چڑھ جانا ہمارا بار تکلیف میں آیا ہوں نہ کہ کرنا۔ تو ان کی سب سے بہتر ہے۔

میں ہر بار نوکشی کہہ رہا ہوں تاہم یہ الزامی اس پر قبول کرتا ہے "نیا یہ کچھ معلوم ہوتا ہے؟" عمر نیا کہوں۔ قرآن شریف کا خوب رشتہ ہے۔

وَلَا تَقْرَءُوا لَیْلًا یُنَادِیْکُمْ اِلٰی التَّهْلُکِہِ

سینہ ہاتھوں میں جبرکت میں نہ پڑو۔ ای کا نام خود نکشی ہے۔ خود نشی کے معنی خود اپنے آپ سے پس پھندہ لگانا یا خود موت کا سامان اختیار کرنا۔ یہی قرآن شریف کہہ رہا ہے۔

لیڈا مرا سپہ بیہ۔ اس طرح رہتے جیسے غیر مسلم رہتے یا جتنے رہتے ہیں، ایسے اور مشرکانی فکر کرتی ہے اور اس طرح رہنے غیر مسلم رہتے ہیں۔ اس سہرت ہے کہ اصل اصل تو کاہنہ بود اور ملک سے ملنے ٹھنڈے فرصت نکلس۔ ہر لمحہ اسی کا استغراق شہنی تعلق و تہذیبوں کا استغراق چھوڑتے کہ استغراق اس میں آپ ہمہ ہوش رہتے آپ کو اپنی زندگی کے کسی کی خدمت نہیں۔ آپ کو موت کے دور شریعت کے دیکھ کر صدمہ کرنے کی فرصت نہیں۔ عاقل اور احمق با فرق معلوم کرنے کی فرصت نہیں۔ اللہ کے انٹھے ہندوں کے پاس بیٹھنے کی فرصت نہیں۔ اس طرف روٹ کرے کی فکر نہیں جس میں دین کا پورا لگا ہوا ہے۔ جیسے زندہ و مرنے پر کوتاہانہ و تامل کا نظام یہ کہہ دینی مرا ہر وہاں یا سنے کی اور وہاں سے اپنی اصلاح کرنے کے آنے کی اور دین کے سستی بیگانگی کی فرصت نہیں بھانجے یہ خود نکشی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عفو نہیں۔ اس ملک میں کل کیے ہو کوئی نہیں کہہ سکتا۔ میں بہت آدمیوں کو کوئی بد فہمی، بد فہمی کی بات کہوں۔ میری دینی کتاب کیا اس ملک میں جتنے مسلمان ہیں وہ عزت و شہادت کے ساتھ ہیں اور میں ان کی آمد و آمد کا علم ہر بار رکھ رہے۔ یہاں تک کہ یہاں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی آبادی قائم ہو چکا۔ میں اس کی دل سے کہہ کر کہوں اور یہاں آ کر بہت خوش ہو رہوں کہ یہ نئے ہیں انھیں اس فکر میں نہیں کہ یہ خود تھا۔ اس شمار سے کہ پہلے اس کا نام ماہ تھا۔ آج اس میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔

میں انکی غلط سنوٹ پڑا ہوا تھا اور میں باغ باغ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ زمانہ سے جتنے بھی دینی ہے کرتا ہے اس سے میں سال پہلے کوئی میرا نام لے کر دیتا کہ ایک وقت فائے کبریا تو اللہ تعالیٰ یا کر رہے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے گا اور کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کہ محمد یہ رسول۔ رسول سے بھی پھوٹ پڑتی ہے سبوت پر وہ بھی نہیں میدان میں نہیں انکی اپنی پتھوں،



یہ کہانی سنی تو غار کی باتیں پوچھ کر آپ نے کیا کیا؟ آپ نے زمین پر سر رکھ کر کہہ دیا کہ میں جانتے ہوں۔  
فرمانے لگے۔

اے اللہ! میں اس بھونکی سی شخص کی رعایت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ یہ یا تو  
— کسی۔ اس کے پاس ہے ہی نہیں۔ یا تو اس کے پاس ہے۔ یا تو اس کے پاس ہے۔ یا تو اس کے پاس ہے۔  
بھی اپنے پیچھے اور سر والوں کے لئے کچھ چھوڑ کر آئی ہے جس کے پاس تو نہیں  
تو اس کے پاس ہے ہی نہیں جس کے پاس وہ چھوڑے ہیں وہ پندرہ اونٹ ہیں اس لئے۔ چوں کہ یہ  
کوئی شخص نہیں ایسا۔ بات بتاؤ ان لوگوں۔ نے یہ نہیں کیا ہے کہ اس کے خلاف ہیں کہ تو یہ کہانی  
— کرتے ہیں۔

آپ جب اس پر کہ ان کو قسم ہے اس کا بار نہ نہ کرے اس کا بار نہ نہ کرے اس کا بار نہ نہ کرے  
اس کو باقی رہ کر اس کا بار نہ نہ کرے۔ اس کا بار نہ نہ کرے۔ اس کا بار نہ نہ کرے۔  
تو اس کی موت ہوئی تو اس کے کلا تو تیری پر نہیں ہوئی یہ معنی تو یہی ہے کہ اس کی  
بات نہ کہی تھی اس لئے تو اس کو سزا دی۔ اس کا بار نہ نہ کرے۔ اس کا بار نہ نہ کرے۔  
اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔  
اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔  
اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔  
اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔  
اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔

## قیامت تک کی ضمانت

پھر کیا ہوا؟ میں ان بار میں رہ کر اسے آواز دے گا اور تو قوت و اعزاز اور مسابقت سے  
خائف نہ ہو تو اس کو فتح دے گی اس کا مقابلہ ہے کہ وہ کدوؤں کے سلی اور مایہ و سم نے ان کے۔  
خلاف ہے۔ قیامت تک کا معاملہ ہے۔ اس کی ضمانت ہے۔ یہ ہے کہ اس کو فتح دے گا۔ اس کے  
کے اور اس کے لئے اس کی تو کدو یہ ہے کہ اس کی ضمانت ہے کہ اس کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف ہے۔  
اس کے خلاف ہے۔



لگاتے ہیں تاکہ تمہاری آنکھیں کھل جائیں کیا فتنہ پرو کیجے لو کہ کیا ہوتے والا ہے بارال تمہارے ہیں۔ بکلی چہلہ دستی ہے پانی پر سے والا سناچی تھوڑوں کو ایک کرلو برسات کا موسم آگیا ہے۔

بار نہیں ابر بارال جو

میرے یورپ کے دوستوں! برسات کا موسم آگیا ہے اپنی جھوٹوں کے سوراخوں کو بند کرلو  
برسات میں تمہیں موقع نہیں ملے گا ہر ملک کی ایک برسات ہوتی ہے برما کی برسات آگنی  
زنجباری برسات آگنی تو معنوم نہیں ہے تمہوں کی برسات آگنی یورپ کی برسات آگنی ہے  
پہلے پہلے نیار کی مرعور اور یہاں اپنے اشتقاق اور اللہ کے یہاں اپنی صداقت ثابت کرو وگرنہ وہ  
سے تو اسلام ہے کائنات اللہ تعالیٰ تمہیں محفوظ رکھے اور ہوا کا رخ ایسا بدلے گا کہ یہ بھی دیکھتے رہ  
جائیں گے اور یہی تمہاری خوشامد تریں گے کہ تم رہو القلاہ بین اصبھی الرحمن انسان کا دل  
رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اس لئے وہی کو بدلتے ہو یہیں جی دل کو اپنی طرف متوجہ کرنے  
کا سامان کرو اور دو سامان یہ ہے کہ اپنی افادیت ثابت کرو۔ اپنی افادیت سے تم مستفید ہو اس  
سرزمین پر بار نہیں جو تم اس سرزمین پر اللہ کی رحمت ہو پھر انشاء اللہ کوئی خطرے کی بات نہیں۔  
یہ میں نے بہت دنوں تک کی بات کہہ دی۔ عمل کرتا تمہارا کام ہے میری دعا  
ہے کہ اللہ تمہیں بھی اور مجھے بھی ان اعمال سے نفع پہنچائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین





## پیام انسانیت

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء  
والمرسلین اما بعد

حضرات! میں اپنی تحریر کا آغاز حضرت نجر مراد آبادی کے ایک شعر سے  
کروں گا وہ کہتے ہیں:

مشق ہے پیوستہ کھینٹیں نہیں ہے  
مشق ہے کارِ شیشہ و آئین

پیام انسانیت کی آواز پر آپ حضرات ہندوستان کے مختلف حصوں سے یہاں تشریف  
لے کر مجھے اس بات کا اقرار ہے اور میرے ساتھیوں کو بھی کہ ہمیں بہت تھوڑا وقت ملا اس  
سے کہیں زیادہ جمع ہو سکا تھا اور چونکہ حاکم ہونے والے جو ہندوستان کے گوشے گوشے میں  
رہتے ہیں اور جن کے لئے ہندوستان ہمیشہ مشہور رہا ہے وہ اتنی بڑی تعداد میں یہاں جمع ہو  
سکتے تھے کہ مکھن جیسے وسیع شہر بھی شاید ان کے لئے کافی نہ ہو تاہم اول تو کافی ہو جاتا کہ ان  
میں بڑی گنجائش ہوتی ہے لیکن شاید شہر میں گنجائش نہ ہوتی لیکن بہت تھوڑے وقت میں ہم  
نے یہ دعوت ملک کے مختلف دور دراز حصوں میں پیش کی اور وہ لوگ آئے جن کو خدا نے اس  
نئی توانی دی، ان کے لئے آسائیاں تھیں اور وہ بے چین نہ گئے کہ آپ حضرات نے کس  
بے اس وقت تک جو کچھ منظر دیکھا ہے اس کی وجہ سے مجھے یہ شعر پڑھانا پڑا۔

شاید آپ نے انسانوں کی طرح اس ملک میں رہنے اور رہنے کو بہت آسان کام سمجھ  
لیا۔ جسے میں آپ نے بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ تحریر نہیں کیا۔ اس لئے مجھے خیر و  
عالیت کے ساتھ دلچسپی نہیں ملے۔ شاید آپ یہ سمجھیں کہ ”پیام انسانیت“ کوئی لڑین کا  
جراثیم ہے جو اس کا کام بنانا ہے میں یہی ایک ملک کی بات نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ دنیا کے ہر

ملک ہر شے میں جگہ یہاں تک پہنچے کہ، جرات سے، راتوں کو کہتے ہیں کہ تمہارے پاس بھی جو ملے گا  
 لے لے۔ لیکن مقدس ترین شے ہیں اور جو دے دے بعد وہاں سے لے لے بھی اس ملک میں کچھ نہیں چس  
 ان شےوں میں رہنے کے لئے بھی شیشہ و آئین کی طرح ساتھ دہنا ہے۔ لگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا  
 چہرہ نہیں آپ نے سمجھا کہ یہ ہم انسانیت کی صدا کی آواز کی آواز تھی اور دور سے لوگ اپنے  
 کہ یہ خدائی نور کے یہاں تھے کہ معاملہ بہت آسان ہے اب اس ملک میں محبت کی بھڑکی  
 پورانی سا عمر چھٹی گئی، اب کسی قصا کی خبر سننے میں نہیں آئے گی، میں آپ کو دھوکے  
 میں رہنے نہیں چاہتا زندگی زندگی ہے انسان دینی انسان ہے قدرت انسانی دینی فطرت  
 انسانی ہے جو انسانوں پر سے خدا نے اس انسان کی نسل میں انسانیت لڑائی ہے اور زندگی  
 اپنی تمام خصوصیات سے ساتھ ہے ہم فرشتے نہیں ہیں اور اس لئے ہم کو فرشتوں سے زیادہ  
 اجر ملے گا اور خدا کے یہاں ہم کو شاباشی ملے گی۔ وہ تیرہ سو گئی اور ہم کو وہاں ملے  
 گا جس کو شاید فرشتے میں رنگ کی نکاوت دیکھیں۔ ہم فرشتے ہیں فرشتے نہیں کہ ہم  
 خود کو ماننے ہیں فرشتے خود کو نہیں کہتے ہم ہر انسان ہے اور خدا کے گاہ پر رہنے کو  
 لیکن ہم اپنے قصے کو بہا جاتے ہیں اپنے قصے کو بولی جاتے ہیں اپنے قصے پر پشیمانی ہو  
 ہوتے ہیں نہیں ہی زندگی کے ساتھ زندگی کی ان خصوصیات سے ساتھ ایک ملک میں نہیں  
 ایک شے میں نہیں ایک محلے میں نہیں لکھ لکھ رہا ہے انسان کوئی پوچھتا ہے کہ اب غلط نہیں  
 نہیں ہوں گی اب شمار لکھیں نہیں ہوں گی اب لکھیں نہیں نہیں اب ہماری تیرہ سو نہیں  
 چہرے کی اب ہمارے دماغ کوئی ضرب نہیں لگے گی تو وہاں سے لکھیں تو دور رہے نہیں اس  
 دنیا میں سب کچھ کھینچا ہے سب کچھ سزا ہے اور سب کچھ سزا بھی ہے اور پھر نہیں ہم نہ انسان  
 ہے۔ ہیں ہیں نہ اپنی فطرت سے نہ اپنے اس ملک سے ہم سر نہیں پاتا بھی چاہیں تو نہیں ہو  
 سکتے ہیں یہ پانچ۔ سے گئے خود نہیں ہے اور اب آپ کچھ نیچے کہ اس ملک میں بھی خود نہیں  
 ہے نہیں اس ملک میں رہتا ہے۔ رہ لکھتا ہے اور زندہ ہے نہ ہے اور اٹھتا ہے، اٹھتا ہے اور  
 اٹھتا ہے، نہیں یہ سب فہم نہ ہے میں مارے پاؤں میں کچھ نہیں یہاں رہیں کہ ہر ان  
 طرح سے ہیں شے شے کی طرح کی طرح۔ کھیلے ماسوں کی طرح۔  
 تو اگر آپ اس پہلو پر یہ ہر قسم کے اندیشہ اور یہ تقریریں جو آپ نے کی ہیں ان کو

من کر یہ خیال لے کر یہاں سے جا رہے ہیں کہ اب سب درد دور ہوئے اور سب رنج کا فور ہوئے اور اب نہ کسی کی تکسیر چھوٹے گی نہ کسی کو خراش لگے گی نہ کسی کا دل ٹوٹے گا نہ کسی کو کوئی پریشانی لاحق ہوگی تو اس خواب و خیال کو دور کر دیجئے اس مملکت میں سب یکجہ ہو سکتا ہے اور ہو گا اور پھر جب کہ چشمہ و آتش کی بات یعنی آگ بھی ہے اور روئی بھی ہے دونوں رہ سکتے ہیں لیکن اگر آپ کو یاد دہانی والا کوئی ہے اور روزی کو قریب لانے والا کوئی ہے تو پھر اس کا اطمینان نہیں کہ روزی میں آگ نہ لگے گی ہمارے اس ملک میں جہاں تعمیری طاقتیں ہیں جہاں خیرہ گالی اور خیر خواہی کی طاقتیں ہیں وہاں مختلف اسیاب کی بنا پر تجرہ بنی طاقتیں بھی ہیں وہ اپنا کام کریں گی جیسا کہ ہمارے دوست مولوی عبدالکریم پارکھی صاحب نے شیطان کا کراہ بتایا کہ دیوار پر گز کی ایک انگلی لگا کر الگ ہو جاتا ہے ایسی انگلی لگا کر الگ ہو جانے والے بھی اس ملک میں ہیں اور ہیں گے لیکن ہمیں اپنے دماغی قوانین کو درہم برہم نہیں ہونے دینا ہے ہمیں بچوں کی فطرت اختیار کرنی نہیں ہے ہمارے اندر صبر و ضبط کی طاقت ہونی چاہیے ہمارے اندر اخلاق کی جہا تعمیری ہونی چاہیے ہمارے اندر یہ صلاحیت ہونی چاہیے کہ دل پر پتھر رکھ سکیں اپنی اس خود داری کو قائم رکھتے ہوئے جس کا اعتبار بعض تقریروں سے ہوا وہ بھی انسانی جذبات تھے، میں ان کی بھی گنجائش سمجھتا ہوں لیکن بہر حال ہمیں اپنے دل پر پتھر رکھنا پڑے گا اور پھر اس کے بعد ہمیں ان پتھروں کو موم بنانے کی کوشش کرنی پڑے گی۔

ہمارے سامنے اس سلسلہ میں سب سے اونچا نمونہ خدا کے پیغمبروں کا ہے وہ کس حال میں کس زمانے میں آئے، ایک آدمی ان کی بات سننے کا رولوار نہیں تھا ایک آدمی ان کی بات سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔ انسانوں کی ہستی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ جنگل میں آگئے ہیں درندوں میں آگئے ہیں کوئی ان کی بولی سمجھنے والا نہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ ایک پیغمبر کو خطاب کر کے انکی قوم نے کہا کہ "قالو یا شعیب ما نفقه کثیرا مما تقول وانا لئراک فیما ضعیفا" اکثر آپ کی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، ہمارے پلے کچھ نہیں پڑ رہا ہے ہم نہیں جانتے آپ کیا کہہ رہے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ہمارے درمیان سب سے کمزور آدمی ہیں۔ پھر ہم آپ کی بات کیوں سنیں لیکن انہوں نے کیا کہ اس کی بھی کیا حقیقت ہے کہ پتھر کو چھو جاتا ہے تو سونا بنا دیتا ہے۔ کیوسا کی بھی کیا حقیقت ہے کہ مٹی کو وہ سونا بنا دیتی ہے۔ انہوں نے انسانوں کو فرشتوں سے







کسبت ابدی انسان پر فحشی اور تری میں کہاڑ بھیل نہیاد۔ کرپشن بھیل گیا ہے فحشی اور تری میں سمندروں کو دیکھنے پہاڑ کی چوٹیوں پر دیکھنے غاروں کے اندر دیکھنے کرپشن بھیل گیا ہے کہ انسان کی فحشیت کا خالق انسان کو بنانے والا کہتا ہے کہ ”بہ نسبت ابدی انسان اس وقت کے اعمال ہی وجہ سے لوگوں کے کربوتوں کی وجہ سے ہمارے اعلان میں یہ پیسے کی حد سے بڑی ہوئی محبت یہ خون کا سفید ہو جانا، خدا سے نہ ڈرنا انسانیت کا احترام نہ کرنا، انسان کی قدر و قیمت کا نہ پہچاننا، ہر انسان کو کاٹ بکھٹنا، میں کہتا ہوں دفتروں میں لوگ بیٹھے ہوتے ہیں جہاں کوئی آدمی کام سے آیا انہوں نے کہا بڑی موفی آسانی ہے۔ بس اب اس سے سب وصول کر لیا جائے گا چاہئے کہ کچھ کراستقبال کیا جاتا اور کہا جاتا کہ میں یہاں اس لئے بیٹھا تھا کہ تمہاری سیوا کروں تمہاری خدمت کروں میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا۔ اس مصروف کا حاتم آئے تم نے مجھے باکا راہ تھقی بنا دیا۔ کیسے کیا حکم ہے، آپ کی کیا سیوا کر سکتے ہیں؟ آدمی کے دھڑکتے ہوئے دل پر اس کی نظر نہیں ہوتی، اس کے مضطرب دماغ پر نظر نہیں ہوتی، اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے پر نظر نہیں ہوتی، اس کے چہرے پر جو زردی چھائی ہوئی ہے اس پر نظر نہیں ہوتی، اس کی جیب پر نظر ہوتی ہے دیکھ جاتا ہے کہ کوئی بڑا نوٹ جھانک رہا ہے کہ نہیں اور ہوشیار آدمی جب اپنا کام کرانے جاتے ہیں تو نوٹ اس طرح رکھتے ہیں کہ کچھ دکھائی دینا ہے کچھ چھپا ہوا کچھ دکھائی دینا کہ علوم ہو جائے کہ میرے پاس ”مشکل کشا، موجود ہے یہ“ قاضی اخلاقت، موجود ہے یہ کیا انسانیت ہے؟ اس انسانیت میں کوئی مزا ہے؟

حضرات! آپ کا کام بہت مشکل ہے، آپ یہاں سے جائیں گے مٹرت کے ٹھونٹ نہیں بڑے کمزور ٹھونٹ آپ کو پیسے پڑیں گے، بڑے میر وضبط سے کام لینا پڑے گا، میں کیا کہوں جو کچھ مجھے کہنا تھا میں نے اپنے ناچیز خطبہ میں کہہ دیا کہ انسان میں تو خودی کمزوریاں نہیں ان کمزوریوں کو ہوا دینے کی کیا ضرورت تھی۔ ہمارے اخباروں کو کیا ضرورت تھی ہمارے مضمون نگاروں، کالم نویسوں کو کیا ضرورت تھی۔ ہماری سیاسی پارٹیوں اور نڈروں کو کیا ضرورت تھی کہ اس مادہ کو (جو تناسب کے ساتھ رکھا گیا ہے) بھڑکا میں اور اس کو مشتعل بناؤں؟ بھائیو! انسانوں کو اپنی فطرت پر چھوڑ داناں کو غصہ بھی آئے گا لیکن تم غصہ دلانے کی بات کیوں کرتے ہو۔





## ملک کے موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں

ملک کے موجودہ حالات میں ہم کو چاہئے لینا پڑے گا کہ وہ نمونہ خرابیاں اور کمزوریاں ہیں جو ہمارے سامنے ملوث رہے اسے کھوکھلا۔ مفلوج اور ملک کی تعمیر و ترقی کی کوششوں کو بے اثر بن رہی ہیں اس ملک کے لئے جو جنگی خطرات ہیں ان کی نشاندہی نہ کی جائے تو یہ ایک بہت بڑی خباثت ہوگی، مگر مجید ان سیاست کا کوئی شہسوار نہیں، مذہب و تاریخ اور تعلقات کا ایک طالب علم ہوں۔ اس طرح کئے آوی کی زبان سے تنقید، اصلاح کی نوبت بات نکلے تو اس کی نیت پر شبہ نہیں نہا جاتا۔

ہمارے ملک نے اسے پیدائش نظرہ

اس ملک کے لئے اولین اور اہم ترین خطرہ یہ ہے کہ یہاں انسان کی صحیح قدر و قیمت اور انسانی شرف و عزت کا پورا احساس نہیں۔ اس سلسلے میں میرا نقطہ نظر اور تاثر ایک عقلی انسان کا ہے، میری قسمت اس ملک سے وابستہ ہے میں نے یہاں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں زندگی کی تجربہ گاہ میں ہوں۔ میں ایسی جگہ گزرا ہوں جہاں کا ہر مسئلہ مجھ پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ میں ہر دن ملک، اُس کی بات کہتا تو اس کی حیثیت دوسری ہوتی، حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی جان کی صحیح قدر و قیمت کو نہ پہچانتا کسی سامان کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے بلکہ انسانی جان کا بے قیمت ہونا تہذیب و تمدن اور انسانیت کے مستقبل کے لئے پیام موت ہے

غارت رات و آواز میں یہ صورت اختیار

برادر کشی زوال کی علامت ہے

کسی ملک کی آبادی خواہ کتنی کثیر ہو اس کے پاس قدرتی وسائل کی کتنی ہی بہتات ہو وہ ملک کشمکش زور فیز اور دولت مند ہو اس میں تعلیم کیسی ہی اعلیٰ مدارج تک پہنچ چکی ہو، کوئی چیز ایسے ملک کو محفوظ نہیں رکھ سکتی جو برادر کشی کے مرض میں مبتلا ہو۔

یہ بڑی حیرت اور انتہائی افسوس کی بات ہے کہ وہ ملک جس نے کبھی زمانہ قدیم میں پریم

نی سرکاری ہندوستانی اور اعلیٰ شہر کے میں ہندو، مسکرت، افارسی اور پھر اردو میں محبت کا پیغام دیا تھا اور آخر دور میں بھی جہاں جہاں مسلمان صوفیوں نے انسانیت کو متفق اور انسانیت کے دھڑکام کا برس دیا تھا اور جس سرزمین سے گاندھی جی نے عدم تشدد و راہنما کا پیغام سناری دیا کو سنایا تھا اور جس کے پاس "جی بھی جہاں جہاں انسان" کوئی کا وسیع نظریہ ہے اس ملک میں آج انسانیت کے شرف اور انسانی جان کی قیمت کا پورا پورا احساس نہیں۔

ہر چیز انسان ہی کے تعلق سے با معنی اور قیمتی ہوتی ہے

یہ احساس و خیال اس ملک میں رچے بس چاہا پڑے تھا۔ زبانوں کے مسائل، جھگڑے، تہذیب کے مسائل، مذہب، الخلفائے مسائل۔ ان کے مسائل ہیں اور اس کے نتائج ہیں۔ انہیں انسانوں نے پیدا کیا ہے، ان کے اندر جو کچھ کشش اور معنویت ہے، وہ انسان کی نسبت سے ہے۔ اگر انسان کی جان محفوظ نہیں تو کبھی زبان، کہیاں کا کلچر، کہاں کے دریا، ایسے پہاڑ، کیسا ادب، ہنر، پچر، کہاں کی شاعری، ان چیزوں میں کوئی معنویت نہیں، معنویت تو انسان میں ہے۔ میں تہذیب و تمدن میں جانا نہیں چاہتا۔ آپ کوئی واقف ہیں اور یہ ایک واقعہ ہے کہ اس ملک میں انسانی زندگی کی قدر و قیمت کا جتنا احساس ہو چاہیے وہ نہیں ہے۔ انگریزوں کی تفریق انگریز سیاست، فرقہ پرستی اور جندہ "ہیوانیت" (REVIVALISM) کا اس میں لکڑا ہوا حصہ ہے اس کا تعین مورخ کا کام ہے۔

معمولی واقعات پر قتل و غارتگری کا طوفان

بعض اوقات قتل و غارتگری کی خاطر یا کسی قدیم چیز کو زندہ کرنے کے جوش میں یا ادبیات کے جذبہ سے سکڑوں انسانوں کا خون گریا جاتا ہے، اور ایسے خوشگوار، دلی آواز اور شرمناک واقعات تلخ رہیں آتے ہیں جن سے ہماری گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں، ایک لمحہ دھنسی ہے اور وہ انسانوں کے متاع، جان و مال، بوجھ بھاری جاتی ہے جن سے دنیا کی آبرو قائم ہے جن کی خاطر اس کائنات کا حسن، فلسفہ، شاعری، موب و ثقافت اور زندگی کی چمک بھل ہے وہ انسان ظلم و بربریت کا شکار ہوتا ہے۔ جو خدا کی صنعت کا بہترین نمونہ ہے اور جس کے ساتھ ہم رہتے ہیں اور جس کے ساتھ ہماری زندگی گزرتی ہے یہ صورت حال ملک کے لئے بڑی

تھوڑا تک ہے کہ یہی کسی انسان کا وجود رکھتا تھا۔

اس ملک میں ہر زمانے کے دانشور ہیں، پوچھ پچائیں کی تعداد شاید کسی ملک میں اتنی ہو جتنی یہاں ہے مگر یہ افسوس کا مقام ہے کہ یہاں کبھی کبھی ایسی فحش کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان سے ہرگز نہیں ملتی توئی، اور شخصی فحش آٹا، بیاضی اور انہماکات یہ ہے۔  
 اس ملک میں انسان کی قیمت کا پورا پورا احساس نہ، یہ عقیدہ وہ کہ سب چیزیں انسان کے لئے ہیں اور انسان کسی کی خاطر نہیں۔

## ایک فلسفی کا قول

میں نے نہیں سیکھ فلسفی کا قول نقل کیا تھا کہ جو بچہ دنیا میں پیدا ہوتا ہے، وہ اس بات کا حامل ہوتا ہے کہ خدا نسل انسانی سے ماہوں میں انسان، بعد انسان اپنے طور پر حمل سے یہ ثابت کرتے رہتے ہیں، اور اتنا قہر تھا، ان کو کہتے ہیں کہ نسل انسانی زندہ رہنے کی ترقی نہیں انسان کے اس دنیا میں آنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اسے زندہ رہنا چاہیے خوش و غم رہنا چاہیے اور پروا نہ چاہیے خدا کے سب سے بڑا اعتقاد کیا ہے تو ان کیوں اس پر بے اعتقاد ہو کر رہیں۔

## انسانی دستور کی پہلی اور انہماک دفعہ

آج ہندوستان میں انکوں کی تعداد میں ایسے ختموں نگاروں، شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں کی ضرورت ہے جو ہر زمانے کے مسائل، مسائل، حقائق، رشتے، گھر گھر، محفے، محلے، غلطی کو پہنے اس کی تبلیغ کریں کہ دستور ہندو کی پہلی دفعہ چاہیے ہو کہ جو ہو، گھر گھر سے دستور زندگی کی سب سے اہم اور پہلی دفعہ یہ ہے کہ انسان کو زندہ رہنے کا حق ہے، ان اپنی سوسائٹی کے قوانین، ناچر سے پہنچنا، دانے، کیر، تہہ، اور ہم خوش ہیں۔

## اسلام میں انسان کا مقام

ہم میں آپ سے کہاں کا کہہ سکتے ہیں تعلیمات اس علم میں ہماری بڑی مدد کرتی ہیں اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ انسان قدرت کا شاکر ہے اور اس کے لئے باغ کا سب سے

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔  
ان کا خیال ہے کہ میں نے یہ سب کچھ ان کے لئے کیا ہے۔  
لقد کما عبادت آدم

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔  
میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔  
میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔  
میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔  
میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔  
میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔  
میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔  
میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔  
میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔

میں نے ان کو سب سے اچھی سمجھوتہ میں دے دی ہے۔



## اسلام ہی رہنمائی کر سکتا ہے

تک ٹھک ٹھک اور سنی و نسلی اختلافات کو دور کرنے اور فرائض کی ویسے ہی تعمیل اور انسانی وحدت کا خیال و جذبہ پیدا کرنے میں بھی اسلام ہی بیش قیمت ہے اور مسیح رہنمائی کر سکتا ہے جب الوطنی کے صحیح جذبہ کے تحت یہ دیکھتے بغیر کہ یہ اصول و فہم یہ بات یہاں سے آئی ہے اور اس کا سب سے والا کون ہے صحیح اور مفید بات کو پکڑنے اگر کسی مکان میں آگ لگ جائے تو اسے بجھاتے وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ بائی کس کی ہے اور پانی کہاں کا ہے، کس مکان یا سٹی کی تباہی سے ہمیں زیادہ ملک و قوم کی تباہی ہے، ملک و خطرات سے بچانے، اس سے ملکیت اور استحکام رکھنے کے لئے یہ نہ دیکھتے کہ ملک کے لئے مفید نظریات قرآن مجید یا حدیث نبوی سے ماخوذ ہیں، اسلام بلاشبہ ملک کو درپیش اس دور کے خطرے کو رفع کرنے کے لئے بہترین رہنمائی کر سکتا ہے۔

نسل انسانی کی وحدت کا اصول سماجی تعلیمات کا اولین اصول ہے، اسلام نے بار بار اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ نسل انسانی کا خالق بھی ایک ہے، ارادہ کا مورت اعلیٰ بھی ایک ہے، ان کے لئے سب ایک ہی کھجے کے افراد اور ایک ہی مٹی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اور ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔

بایضا الناس انا خلقکم من ذکر و انثی و جعلکم شعوبا و قبائل لتعارفوا

نو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم میں قوم اور قبیلے

بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت میں آسانی ہو۔

## ملک کے لئے قیصر اہم خطرہ

ہمارے ملک پر دولت پیدا کرنے کا ایک ایسا بھوت سوہو ہوا ہے جس نے ملک کے حالات اور اقتصادی بحالہ کو درہم برہم کر دیا ہے۔ ہر شخص اس فکر میں ہے کہ دراتوں رات دولت مند بن جائے دولت حاصل کرے یا انیس مکر چلے، چند دولت مند بن جائے اور سب کی طرح بہ پڑے، یہ شوق غفلت و غفلت کا ہے، ہر جاوکن ہے یہ شوق نیک الہ کی طرح بہ پڑے ہے اور ایک آتش فشاں پہاڑ کی طرح پست پڑا ہے اس مرض کا شکار شہرِ قہر بات اور دیہات سب

ہیں۔ دوست پرستی کا یہ جنون دیکھ کر بعض مرتبہ ہم کو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس ملک میں ہر چیز ہم کو زنجی ہے صرف وہ چیزیں زندہ ہیں ایک۔ باقی غرت اور دوسرے زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنے کی ہوس جیتی، جاگتی حقیقتیں ہیں وہ ہیں اور باقی سب کچھ فلسفہ اور شاعری ہے باقی منافرت کے واقعات آئے دن ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے رہتے ہیں کبھی اس نفرت کا رخ کسی فرقت کی طرف ہوتا ہے کبھی کسی ہرزوری کی طرف کبھی کسی کچھڑ، زبان یا علاقے کی طرف تو کبھی کسی سیاسی پارٹی کی طرف ہے۔

سیاسی پارٹیوں کا اختلاف اپنی جگہ سوسائٹی میں اخلاقی خرابیاں بہ دور میں رہی ہیں مگر دولت پرستی کا اس طرح اعصاب پر سوار ہو جانا کہ اپنے مفاد کے لئے ملک کے مفادات کی ذرا بھی پروا نہ ہو یہ کس قدر تشویشناک بات ہے۔

ہم دے یہاں مختلف تعمیری منصوبوں، پل، ہائیڈرو پاور، جی اے سی، مقداد کا نہایت اور مسائل استعمال نہیں ہوتا جو اس کی پہچان کے لئے ضروری ہو۔ ٹھیکیدار اور محکمے کی فلیٹس اس کی پروا نہیں کرتی کہ ان کے اس محل سے اس شہر و نقصان پہنچنے کوئی ٹکڑا ایسا نہیں جس میں رشوت کا بازار گرم نہ ہو۔ اس بات کو ذمہ دار بھی جانتے ہیں کہ دولت پرستی کا ایسا جنون جو ملک کے مفادات سے آنکھیں بند کر دے بہت بڑا خطرہ ہے ایک شخص اپنی زندگی کو خوشحال بنانے اور اپنے گھر کی فرمائشیں پوری کرنے کے لئے ملک کے عوام کو صریحاً نقصان پہنچاتا ہے چھوٹے سے چھوٹا کام یا ہائیڈرو پاور کے ساتھ کرنا مشکل ہو گیا ہے ہر ایک کی قسمت ادا کرنی پڑتی ہے اور ہر قدم پر رشوت دینی پڑتی ہے۔ خود شہری زندگی کی آسائشوں اور حکومت کے نقصانات کے فائدوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں ہر شخص کی نظر دوسرے کی جیب پر ہے اور وہ اس کی ضرورت و مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور نہیں انسانی ہمدردی اور اچھی حب الوطنی کا نام نہیں۔

### اس خطرے کا علاج

اس خطرے کا علاج صرف خدا کا خوف، خیرت کی باز پرس کا خطرہ ایسی دانا و بیخ ذات کا تصور ہے۔ جس کے متعلق یقین ہے کہ وہ دیکھ رہی ہے، حب الوطنی بھی کسی حد تک اس کا علاج کر سکتی ہے۔ آپ میں سے بہت سے لوگوں نے یورپ کا سفر کیا ہوگا مغرب کے لوگ ان







معتقدیں برہمن اور مجسم بڑی، جنت والا اور براہمن ہیں۔ یہی مزاج بناتا ہے یہی مسلمان بنی گا نہیں  
 انسان کا مزاج بناتا ہے کہ خالی سنتوں میں سے ان کو جنت ان کو جنت کا طور پر یاد رکھے کہ ہم پر کیا  
 شروع کر رہے ہیں اس خدا نے نام سے جو بڑی رحمت والا ہے اور بڑا مہربان ہے۔ یہاں کیا جانچ  
 نہیں لیا اب نکلے تھا کہ ہم یہ جاس شروع کر رہے ہیں اللہ کے نام سے جو بڑا قوی ہے بڑا توانا ہے  
 بڑا قادر ہے بڑی عظمت والا ہے بڑی قدرت والا ہے لیکن یہ الرحمن الرحیم کی صفات اس میں  
 اس لئے انھیں کی گئی ہے کہ عباد کی زندگی اس کے سامنے ہے اس لئے اور ہم یہ سمجھیں کہ خدا  
 جس نے ہم کو پیدا کیا اور جو ہمیں زندہ رکھے ہوئے ہے اور جو ایک ساتھ زندگی گزارنے کا موقع  
 دے رہا ہے ایک ملک میں ہمیں بسایا ہے اور ایک جگہ ہمیں پیدا کیا ہے وہی کھاتا ہے اور  
 پلاتا ہے وہ خدا جس کی پرستش ہے وہ تو ہے ہی لیکن اور تمام بڑی رحمت والا اور بڑا  
 مہربان اور بڑا قوی شخص ہے جو وہاں سے ہماری زندگی کا سامنا نہیں کرتا ہے کہ ہماری زندگی کا  
 رنج رمن کی طرف ہو، ہم یہ سمجھیں کہ ہم جس خدا کے خالق ہیں جس خدا کے بندے  
 ہیں جو خدا ہمیں کھانا دے رہا ہے پل رہا ہے ہماری حفاظت کر رہا ہے اور پھر اس نے ہمیں ایک  
 دوسرے کے ساتھ بسایا ہے اور الرحمن الرحیم ہے بڑی رحمت والا ہے۔ بہت بڑا مہربان ہے۔

مدرسہ شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی پیروی کر اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی وہ  
 صفات جو بندے اختیار کر سکتے ہیں انہیں CHARACTER کہتے ہیں اس CHARACTER  
 میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ان صفات کو تبدیل کرتی اور اسی طرح جو وہ فاقہ اللہ رب العزت  
 میں یا کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا یہ وہ چیزیں ہیں جس کوئی چیز بہت زیادہ دکان میں پڑتی ہے  
 وقت کافی دیتی ہے۔ اذان کی ہے کیا اذان کوئی نہیں سمجھا لیکن اذان پر اذان کے الفاظ پر۔  
 اذان سے معنی پر غور کرنے والے سمجھتے ہیں۔ اسی چیز کا علم ہونا آسان ہو جائے گا اور اس آجنا ہر  
 وقت سنا اور یہ وقت سے دیکھا وہ ایک باب میں جاتا ہے ایک پر وہ من جاتا ہے آپ خلیل  
 مجھے کہ اللہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور سب اعلا میں۔ یہ سارے جہانوں کا پالنے  
 والا ہے ایک جہاں میں ایک ملک کا نہیں، ایک ممالک کا نہیں، ایک ذات کا نہیں ایک ملک کا نہیں  
 طبقہ اور ایک طبقہ کا نہیں، ایک STANDARD کا نہیں۔ وہ تو رب العزت ہے سب سے  
 عالموں کا سازش دیا ان کا پالنے والا ہے۔ ہماری دنیا ہماروں کی دینی آسمانوں کی دنیا اور پھر



[illegible]

اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ وہ ان کو جانوروں سے لڑواتے تھے اور جس وقت جانور ان کو کمر اڑاتا اور آدمی کی جان نکلنے لگتی تو اس کی سستی سننے کے لئے اس کی کمر اڑنے کے لئے اس طرے پر لایا جاتا تھا کہ پولیس اور فوج بھی نہیں روک سکتی تھی۔

جب انسان کی فطرت اتنی بڑھ چاتی ہے اتنی سخی ہو جاتی تو پھر وہ ملک بھی سلاست نہیں رہتا وہ پوری سوسائٹی، پوری نسل، سب کی سب تباہ کر دی جاتی ہے۔

میرے بھائی، یہ مذہب جو سب سے بڑی تعلیم دیتا ہے وہ خدا کی پہچان کے بعد اس کی ایکٹائی اس کے قاور مطلق ہونے کے بعد یہ کہ انسانوں کے ساتھ اپنے بھائیوں کے ساتھ آدم کی اولاد کے ساتھ مہربانی کرنا اور ان کو دیکھ کر خوش ہونا ان کی ترقی سے ان کی محنت سے ان کی دولت سے خوش ہونا اور ان کی مدد کرنا، لیکن جب یہ بات چلی جائے تو پھر پوری کی پوری تہذیب (CIVILIZATION) اور پورا بھٹا بھی وہ پہلے ترکہ میں ملا ہے قوموں سے SISTERS سے وہ سارا کچھ سارا تباہ کر دیا جاتا ہے اور مٹا دیا جاتا ہے آپ تاریخ میں دیکھئے کہ دنیا میں جتنے ملک ہیں اتنی تہذیبیں ہیں CIVILIZATIONS ہیں اور کتنے CULTURES ہیں اور کتنے بڑے بڑے EMPIRES ہیں وہ سب کے سب مٹ کر رہ گئے ان کا نام نہ رہ گیا ہے۔

تو سب سے زیادہ ضرورت کی بات ہے وہ تعلیم و تربیتی ہے، غرور و تکبر ہے اور اپنے چھوٹے سے مقصد کے لئے بڑے بڑے کو پسند کرنا ہے، یہ بگاڑ ہمیشہ چل نہیں سکتا اور کوئی گھر ایسی حالت میں محفوظ نہیں رہ سکتا کہ دوسرے گھر محفوظ نہ ہوں۔ یہ سمجھ لیجئے چاہے وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں خدا کا قانون یکساں ہے ایک باطل مچایا ہوا ہوا پر سے ایک شامیانہ بنا ہوا ہو وہ شامیانہ محبت کا ہو۔ وہ شامیانہ امن و امان کا ہو۔ وہ شامیانہ اعتماد کا ہو ایک دوسرے پر CONFIDENCE کا ہو یعنی یہاں تک یہ بات ہو کہ آدمی اپنے مال کے متعلق بھی یہ سوچے کہ کوئی ڈرنے کی بات نہیں ایسی SOCIETY ہونی چاہیے۔ وہی ملک سب سے زیادہ خوش قسمت سب سے زیادہ ترقی یافتہ سب سے زیادہ قابل مہارک ہوا ہے کہ جہاں کے لوگ چور کی چوری سے ڈریں اور دھوکہ دینے سے ڈریں۔ بے نرمی اور تنگدلی سے ڈریں اور یہ سمجھیں کہ یہ سب بھائی ہیں، ایک کنبہ ہے۔ ایک فیملی ہے، یہاں کسی ڈر کی ضرورت نہیں اور خاص طور

پر ہمارا پسند و ستاں تو اس کا بہت زیادہ مستحق تھا یہ تو رشی اور مہنوں کا ملک ہے۔ یہ صوفیہ کا ملک ہے یہ تو خدا کے ان بندوں کا ملک ہے جنہوں نے صانع محبت کا پرہیز کیا۔ محبت کی تعلیم برونی محبت کر کے دکھایا۔ محبت کا سب کو تہیج پڑھایا اور یہ سبق سکھایا کہ ہر انسان کو دوسرے انسانوں کو دیکھ کر خوش ہونا چاہیے کہ یہ ہمارا بھائی ہے، اس ملک میں تو خاص طور پر یہ بات ہونی چاہیے بلکہ دوسرے ملکوں کے لئے اس ملک کو مثال بنانا نمونہ بننا چاہیے تھا مگر افسوس ہے جیسے شاعر نے کہا

سب سے

س مگر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

باہر سے کوئی شعلہ نہیں آیا۔ باہر سے کوئی چنگاری تک نہیں آئی یہاں جو کچھ ہوتا ہے وہ یہاں کے رہنے والوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے یہ COMMUNAL RIOTS یہ دھوکہ دہی یہ سپر جی کی باتیں سنگدلی کی باتیں اور یہ فرقہ وارانہ تقاضات یہ سب یہاں کے لوگوں کے کروت و چرمان کی کڑہریوں میں باہر سے کسی نے آ کر یہ سبق نہیں پڑھایا۔ نہیں سکھایا اور اگر کسی نے سکھایا تو اس کے سنا جانے کی کوئی حقیقت نہیں تھی یہاں کے جو رشی اور مہنوں۔ نے زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا اور انہوں نے اس میں ساری عمر فرقہ واری محبت کا سبق دیا اور انسانیت کی حفاظت کا سبق دیا اپنے بھائیوں کی عزت کی حفاظت کرنا اور ان کے حقوق کی حفاظت کرنا اور عورتوں کی عصمت و عزت اور ان کی آبرو کی حفاظت کرنا اور لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ انصاف کرنا اور ان کا حق دینا اور اسی طریقہ سے کئی دروں پر رحم رکھنا یہ سب چیزیں ہمارے بزرگوں نے سکھائی ہیں۔

آپ کتابوں میں دیکھتے تو رنج بھری پڑی ہے کہ انہوں نے کس طریقہ سے یہاں پر دھم کا اور محبت کا تہیج دیا تھا۔ اور جہاں تک آسمانی مذہب کا تعلق ہے خدا کی تعلیم کا تعلق ہے وہ تو اسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع ہی ہوتا ہے تاکہ آپ سبق لیں کام کرنے والا سبق لے کر ہم جو کام شروع کر رہے ہیں وہ اس خدا کے نام سے شروع کر رہے ہیں جو رحمن اور رحیم ہے، قہار کہا جاسکتا تھا قوی کہا جاسکتا تھا، جبار کہا جاسکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے الرحمن الرحیم کو ہم بلند میں کیوں داخل کیا اسم اللہ کو اس کا جڑ کیوں بنانا تاکہ ہم اس سے سبق لیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات جو سب پر غالب ہے اور جادوی ہے اور جو سارے جہاں کی

حفاظت کرنے والی ہے وہ رحمت کی رحمت ہے اس رحمت کی صفت کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے دوسرے کی عزت و ناموس کو اپنی عزت و ناموس سمجھنا چاہیے دوسرے کی ملکیت کو اس کے مال کو اپنے بھولی کا مال سمجھنا چاہیے۔ اس کی حفاظت کرنا چاہیے اور کم از کم ہندوستان کو تو اس بارے میں **LEADING PART** اور کرنا چاہیے تھا کہ تمام ملکوں میں اس سے سبق لیا جاتا اور اس کو ستارہ نہ جاتا اور یہاں کے لوگوں کو بلا دیو۔ یورپ میں دعوت دی جاتی امریکہ میں دعوت دی جاتی کہ کسی ہندوستانی کو بلاؤ اور اس کا پیغام دے گا اور وہ محبت سکھائے گا سب سے زیادہ محبت اور مسابقت اس ملک میں پائی جاتی ہے پھر افسوس ہے کہ یہاں بجائے اس کے اپنے عارضی اور تھیں پھولنے پھولنے سیاسی مقصد اور مفاد حاصل کرنے کے لئے یا مالِ فائدہ حاصل کرنے کے لئے یا عزت و جاہت پیدا کرنے کے لئے اور توسل و تسبیغ وغیرہ میں منتخب ہونے کے لئے ایک دوسرے سے باہمی منافرت کا سبق دیا جاتا ہے کہ کس وقت ہمارا کام کس طرح نکل سکتا ہے دشمنی جو ایک دوسرے سے عداوت ہو پھر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس سے عزت حاصل کرتے ہیں ہانگ یہ عزت عزت نہیں جس میں ملک کی بے عزتی ہو۔ وہ کسی آدمی کی عزت نہیں ہو سکتی چاہے وہ کتنا بڑا ہو جس آپ کہتے کہ یہ ملے کر نہیں کہ ہم یہ فیضا پیدا کریں گے اور اس طرح کا ایک بہت کا شرمیانا ہمارے اوپر تیار ہوگا۔

آپ جینکل کے دل سب ہندو مسلمان بھولی کم از کم اس کو آپ نمونہ کی جائے بنائے ایک ایسی مثالی جگہ (MODEL) کہ جس کو دیکھنے کے لئے ملک بھر سے آئیں اور دیکھیں کہ محبت کا شامیہ نہ ہو ہے اور محبت کی فضا چھائی ہوئی ہے اور جہاں بیخج کرانہ ٹریٹ کی قدر ہوئی ہے اور یہ دوست عزت اور وزارت حکومت ساری چیزیں بالکل عارضی اور محدود ہیں اور ان سے کسی ملک کی قسمت درست ہو نہ یا اس کو **IDEAL** مان لیا جائے تو ملک بھی نہیں سکتا۔ ساری تاریخ چرخی ہوئی ہے کہ جہاں پر یہ چیزیں نہ صرف دولت کی پوجا ہو اور دنیا مطلب و فائدہ مقصود ہو چکے ہیں کائنات کیوں نہ سمجھیں اور پھر وہاں کی جوس کی نہیں۔ دیکھو و خود کشی کرتی ہے ایک دوسرے کو ختم کرتی ہے پھر اپنے کو ختم کرتی ہے ایک دوسرے کو ختم کرنا ہے۔

میں بھائیو! ہمارے اس ملک کو خاص طور پر اس میں **LEADING PART** اور کرنا چاہیے جیسا کہ آج کا جو مصعب ہے وہ نہیں قبول کرتا چاہیے اور اس کی ازادانی سنبھالی چاہیے کہ

وہ نیاٹے لئے ایک نمونہ بنے مگر واقعی ہے کہ یہاں COMMUNAL RIGHTS اور یہاں جموں نے جموں نے اور حقیر مقاصد کے لئے ایک دوسرے کی عزت و آبرو پر ہاتھ لگا اور جان کی پروا نہ کرنا جان لے لینا اور اس کو تباہ کر دینا یہ روز مرہ کا کھیل بن گیا ہے۔ اس سے ہمارے ملک کی بڑی بدنامی ہوتی ہے جس کو چنگ باہر جاتا رہتا ہوں امریکا اور یورپ کے دورے بھی ہوتے ہیں عرب ممالک میں شاید ہی کوئی ملک بچا ہوگا۔

جہاں میں رہ گیا ہوں تو یہ بات ہندوستان کی وہاں پہنچ گئی ہے وہاں خبر لگ گئی ہے کہ ہندوستان میں COMMUNAL RIOTS بہت ہوتے ہیں اور وہاں اس میں جو محبت ہوتی چاہیے شہریوں میں جو الفت ہونی چاہیے نہیں پائی جاتی ہے اس سے خواہاں ہمارا سر نہ دست اور شرم نہ لگتی ہے ملک باتا ہے کیا کہنا جائے کیا ہم لوگ اس کا اتنا کر سکتے ہیں جتنے بھی یہ واقعات ہیں اخباروں میں آتے ہیں اور ریڈیو فیروزہ سے ایک دوسرے ملکوں تک پہنچ جاتے ہیں تمنا میں لکھی جاتی ہیں اور اس پر BRITISHED ہوتا ہے تحقیر دہتی ہے لیکن ہم انکار بھی نہیں کر سکتے تو ہم ہندوستان کو باہر جانے کے قابل بنائے کہ ہم وہاں آنکھیں ملا سکیں بلکہ ان سے کہہ سکیں کہ ہمیں انگریزوں کی صحبت کا پتہ نہ دیتے ہیں ہم سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور بھائیوں کی طرح رہتے ہیں اس وقت ہندوستانوں کو سب سے زیادہ اس چیز کی ضرورت ہے اگر یہ چیز پیدا نہ گئی تو یہ ملک باقی رہے گا یہ پارٹیوں کے بدل جانے سے وزیرانوں کے بدل جانے سے کسی کے مستعفی ہونے سے یا کسی کے الیکشن ہار جانے سے اور اس کو اپنی MAJORITY ثابت نہ کر سکنے سے یہ ملک نہیں بچ سکتا۔ یہ ملک بچے گا۔ امن سے محبت سے و پریم سے ایک دوسرے پر اعتبار کرنے سے اب یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آدھی ایک پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ آدمی کا اعتبار نہ کرے، پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ بڑی سے بڑی مالیت کی چیز بلیر کسی ڈھ کے چھوڑ جاتے تھے لیکن اب تو وہی چیز بھی نہیں چھوڑ سکتے ریلوں پر کیا ہوتا ہے ہر بازاروں میں کیا ہوتا ہے یہاں بھی اور ہمارے پڑوسی ملک میں کیا ہوتا ہے۔

میں صاف کہتا ہوں کسی میں بھی وہ فضا نہیں ہے جو فضا ہونی چاہیے۔ ایک دوسرے پر اعتبار کرنے کی اور ایک دوسرے کی عزت کرنے کی اور اس کی عزت و آبرو سمجھنے کی اس کے عزیزوں کو اپنے خاندان ہی کا فرد سمجھنے کی مختصر بات یہ ہے کہ محبت کو عام کیجئے تاکہ آدمی یہ سمجھے



کہ شریف اور بچہ خاں لکھا آدمی ہے، ہر ملک کا ہمارا ہم وطن آدمی ہے، اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ جب آدمی اپنے ہم وطنوں سے ڈرنے لگے تو پھر کیا؟ سناپ اور بچھو کا موقع کب آتا ہے وہ کب ظاہر ہوتے ہیں آدمی کا تو آدمی سے کام پڑتا ہے۔ ایک غلطہ میں مختلف مذہب کے لوگ رہتے ہیں بعض اوقات تو ایک ہوٹل میں مسعود نہیں کھتے مذہب کے لوگ ٹھہرے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ ایک دوسرے کی عزت کریں ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور اس کی طرف سے مدافعت DEFENCE کریں، حفاظت کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے، اگر ایسا ہم کریں تو ہمارے ملک چمن بن جائے گا۔ گلزار بن جائے گا اور پھر اس دنیا میں اس کا نام آدھکا اور اس کو دیکھنے آئیں گے کہ یہ نیسا باغ، بہار ملک، کہ کسی محبت و پریم ہے اور بھائی چارہ کا ملک ہے لیکن انہوں نے کہہ اس کے بجائے ہماری شہرت دوسرے ملکوں میں دوسری خرچ ہو رہی ہے اور ہمارے ملک کی جو شناخت ہے جس پر ہمیں فخر تھا وہ ہاتھی رہی۔

لیکن اب ہمیں چاہیے کہ ہم ایک نیا MODEL پیش کریں، ہماری زندگی کا اس سے پھر وہ اعتبار، وہ شناخت اور عزت و وقار جو تھا واپس آئے۔

واخر محمد عثمان احمد قدس سرہ انعامین



## رشتوں کے توڑنے سے زندگی پر برے اثرات

الحمد لله وكفى و سلام على عباده الذين اصطفى

اس وقت مسلمانوں میں ذوال داہ پار کی بڑھکلی ہوئی ملاحتیں اور بے برکتی، نوست، فضیلت اور سوئی پدائی، جب ہنسائی کے جو قومی اسباب پائے جاتے ہیں ان میں تعلقات کی کشیدگی۔ قلعہ بندی اور اس سے آگے بڑھ کر اچائی، عداوت ایک دوسرے کی عزت کے اور بے ہونا اس کو خاک میں ملانے کی کوشش کرتا اور اس کے نتیجہ میں مقدمہ بازی میں اور وقت کی ہرباد کی اور تہمت دینے والی پریشانیوں میں متغزلوں کے ہزاروں خاندان ہیں جن میں زمین و جائیداد کے مسئلہ میں اور کبھی بعض افسوس کہ امتحانات کے نتیجہ میں نکتہ اپہ کی : چاقی و کشیدگی دیکھنے میں آتی ہے خاندان و حصوں میں بت جاتا ہے جتنا جتنا سلام و کلام بھی متوقف ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات سرف مئی کے موقع پر بڑوں کے چھڑنے روئے جتے ہیں اور جنس اوقات اس کی بھی توفیق نہیں ہوتی اسباب اس تک کہ فیصلہ و رسل اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور دن و رات کی بہترین بعد چھینیں اور تواریاں دوسروں (اور وہ غیر نہیں خونی اور رشتہ کے بعد نیور) کو نیچے دکھانے اور ان کے ٹکڑی کے ٹکڑے سے انتہاء بھرا ہے جس میں صرف ہوتی ہے کسی بھائی کی نسبی اور ناکامی پر ایسی خوشی منائی جاتی ہے جیسے کسی (دور اقبال میں) کسی قلعہ کی فتح اور کسی نئی سلطنت کے حصول پر منائی جاتی تھی، جو لوگ اس ہستی سے کچھ بلند ہیں اور اسے جسے گزرتے نہیں اور ان کو کچھ نئی تعلیم یا نیک صحبت حاصل ہے اور وہ اچھے دیندار نکمہ آتے ہیں وہ بھی صدیقی کے مفہیم سے آئے ان کے فضائل سے بہرہ ور آئے و حدیث میں اس کا جوہر ہے اس سے یکسر غافل اور دولت ہے برہ اور اس ملت جلیلہ سے جو حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ یہ دہلم کو نہایت محبوب اور عزت بخشی اور جس کا رنگ یہ ہے تو کی میں بہت نمایاں اور غالب ہے بالکل محروم ہیں۔ بڑوں کی روزی کا یا دہ پورا نے تعلقات کی پادمانی، وندی کے دوستوں کے ساتھ سلوک اور اس کو والدین کی بہت خدمت کا لازمہ سمجھنے چھوٹوں کے ساتھ الفت و بیڑوں کا ادب تو بہت

دور کی باتیں ہیں۔ شاید کچھ تعلق اور تونٹی فرائض بھی ہوا نہیں ہوئے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خاندان اور محلے اور پھر گھر و جنت نے بجائے چھٹکارے کا نمونہ اور درالائمن و دورالماہر ہونے کے بجائے دارالحرب بنے ہوئے ہیں۔ زندگی کا لطف اور وقت کی زندگی جگانہ اسلامی زندگی کی بھی کوئی برکت نظر نہیں آتی۔ پھر اس کے نتیجے میں کئی طرح پر لٹا اور اس نے جو ان کی اصلاح اور ہمدوں کے طالب جو سرا کھیل رہی ہیں اور جو نہ کہیں سب بیوی بیاری ہیں ان کے سمجھنے کے لئے نہ شریعت اور قرآن وحدیث کا ضروری حصہ ہے یہ طبعی طور پر انصاف نہ وقت میں کچھ نشان حالانکہ قرآن وحدیث میں کھول کھول کر اتفاق قطعی بھی بغض، عین اور اتفاق جذبہ بکار۔ ان کے انفرادی و اجتماعی نتائج بیان کر دیئے گئے ہیں اور اس کے مقابلہ میں سلسلہ جی اسائنات ان کیس کی پوشش منورہ و زار اور قربانی میں پرہیزگاری ہونے بھی سب جانے اور مرنے دینے جانے قطع کر دی گئے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی تکلیف پہنچنے والوں کو دور سے پہچاننے کی فضیلت اور وہ چوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

ای زمانہ میں دین کے بہت سے شعبوں میں بہت کام ہوا ہے۔ عبادات، فضائل اعمال پر ایک کتب خانہ کا کتب خانہ تیار ہو گیا ہے مسلمانوں کا کام پر بھی بڑی بڑی کتابیں تیار ہو گئی ہیں اور کچھ عرصے سے سیاست و جماعت کی بھی بڑی توجہ کی گئی ہے اور اس کے ایک ایک پہلو اور روشن و نمایاں کیا گیا ہے۔ ان کوششوں کے اثرات مسلمانوں کی زندگی میں نظر بھی آتے ہیں اور انہوں نے دین کے ان شعبوں میں اتنا ترقی بھی کر لیا ہے لیکن جہاں تک بندگی و عبادات و طاعت کا تعلق ہے اچھا تو ان استواری و ہمدردی اور اصلاح ذات انہیں کے موضوع پر بہت کم کام ہوا ہے اور خاص طور پر آسمان اور اور عام فہم طریقہ پر ہر مذہب کی زندگی کے مطالب اور واقعات کی روشنی میں بہت کم مضامین اور رسائل اور کتابیں لکھی گئی ہیں اور اس سلسلہ میں ہمارے مدبر و مدیران کچھ بھی کے آثار نظر نہیں آتے۔ حالانکہ ان کے افات و افتراق جمع رہی۔ برادرش اور ان کے باہمی کام میں دو عام دبا، سچے دس سے مشکل سے کوئی شیعہ تھیں، لیکن سچے دس کا دس اور وہ یہ ہے کہ مشکل سے کوئی محلہ اور خاندان محفوظ رہا ہوگا۔ اور اس سے مسلمانوں کی اتنا ہی زندگی اس کی طرح متاثر ہو رہی ہے کہ نہ صرف یہ وہ جدید پوری طرح غیور و پوری ہے، نہ سیاسی اتحاد و تنظیم کی باتیں ہمارے دور ہو رہی ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس شعبہ کی طرف پوری توجہ

ہی جو ہے اس کے بغیر نہ ہوگی کی چیز۔ صحیح طور پر نہیں سمجھتی، رہدات، طلق و بعد میں بھی قوت و  
قدایت نہیں دیکھتی، ذوقی و عریض ہوتا ہے، ہوا و شہید ہوا، تھکانی اس کے لئے۔ کئے لئے قوت، برکت  
اور فخر و بوسہ دینی کی ضرورت ہے۔

نوارِ آفتاب، تر میوے، چہ ذوقی و عریض ہوتا ہے

سوی دانت، تری خواں، پوچھیں، ان کے



## واقعات سے سبق لینے کی ضرورت

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

حضرات! ہم مسلمانوں کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جان بوجہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہم واقعات و حالات سے فائدہ اٹھایا کریں اور ان سے صحیح سے نتیجہ نکالیں۔ اسباب اور اسباب کے نتائج میں اللہ تعالیٰ نے ایک عالم آفرین پیدا کیا ہے۔ جیسے دواؤں میں خاصیت ہے درخت کی پتوں میں خاصیت ہے یہاں تک کہ عمارتوں میں خاصیت ہے۔ اشیاء، احوال، طرز عمل اور زندگی کے طور طریق میں اس سے بھی زیادہ حقائق و خاصیتیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ عیسٰی، غزائیں، نباتات، حجریات تو انسان کی زندگی کی حفاظت اور انسان کو امراض کی تکلیف سے بچانے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ زندگی تو اصل چیز ہے جوہ واقعات ہمارے گرد و پیش گزرتے ہیں ان سے ہمیں سبق لینا چاہیے اور قرآن مجید میں اس کی نہ صرف ہدایت کی گئی ہے بلکہ سبق نہ لینے پر مبالغہ کی گئی اور اس سے سبق لینے کی خدمت کی گئی ہے۔

سورہ یوسف کے آخر میں ہے۔

ترجمہ:- اور آسمان و زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن پر یہ غور کرتے ہیں اور

ان سے آنکھیں بند کر کے چلے جاتے ہیں۔

یعنی کتنی نشانیاں ہیں جن زمین و آسمان میں کہیں کے پاس سے یہ لوگ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں ان سے کوئی سبق نہیں لیتے۔ اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ میں صراحت فرمائی گئی ہے۔

ترجمہ:- (لوگوں! ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے نشانیاں دے دو اور کچھ کام نہیں آتے۔

ایک بندہ فرمایا ہے۔

ترجمہ:- ہم غلط یہ ان کو اطراف عالم میں بھی اور خدا ان کی ذات میں بھی

نئی میں ملے گا۔ یہاں تک کہ ان پر قابض ہو جائے گا کہ وہ حق ہے۔  
 اس وقت کا اہم ترین واقعہ جن کی طرف خاص طور پر ہم مبسٹانوں کی توجہ ہونی  
 چاہیے وہ روزمرہ کے معاملات ہیں۔ یہ مبادعت کیوں ہوتے ہیں؟ کیا یہ محض اتفاقی واقعہ ہے؟ کیا  
 یہ مسلمانوں کی تقدیر بن گئے ہیں؟ اس میں کچھ عبادی کوتاہی اور رے صریح کو بھی دیکھیں۔  
 اس لئے کہ ہم پر بھی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ صرف حکومت اور انتظامی محکمہ ہی پر ذمہ  
 داری نہ ہوتی ہے۔ یہ مسند تمام مسائل میں اس وقت سب سے زیادہ وقار مند ہے اور یہ اپنے  
 ہم و ہمہ (QUALITY) میں یہ وہی ذرا کچھ نہیں لیکن آپ حضرات اپنی چھٹی اپنی چھٹی میں  
 (QUALITY) کے لحاظ سے بہت اہم ہیں میں سمجھتا ہوں کہ جو بات اس محکمہ جرح سے  
 سامنے آئی جاسکتی ہے وہ بعض اوقات بڑے کچھ میں نہیں جانے والی بات سے بھی زیادہ قیمتی  
 ہوتی۔

حضرت! مسلمانوں کا پہلا فرض تو یہ ہے کہ وہ جہاں بھی اور جس ملک میں بھی ہوں وہاں  
 وہاں اپنے ہم وطنوں کو اللہ کی اس نعمت میں شریک کرنے کی کوشش کریں جو اللہ نے  
 ان کو عطا کی ہے اور ان واسطے فکر نہ ہے۔ یہ فکر سب سے زیادہ غریبوں کو مار گرتی تھی۔ یہاں  
 تک کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار سوال تو لکھیں وہی۔

ترجمہ - اے غریب و ہمایہ تم اس رشتے سے کہ یہ توبہ ایمان نہیں ہے اپنے چھ  
 باری کر رہو۔

اس سے بعد دیکھ چہ چند ان کو عطا ہوا ان سے زیادہ خاصیت ہوتی ہے ان کے اللہ کا زیادہ  
 ہوتی ہے۔ تو پہلا امر تو یہ ہے کہ مسلمان جس ملک میں بھی ہیں وہاں ہدایت کا حکم کریں اور  
 اللہ تعالیٰ نے ان پر جو احکام فرماوے ان کو جو ہدایت دی ہے ان کو جو روشنی عطا فرمائی ہے اس  
 روشنی کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔ سارا قرآن شریف اس سے بھرا ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے  
 مسلمانوں کو اس کا امداد فرمادیا ہے۔

دوسرا فرض جو لازم کے دینے کی ضرورت اور حق علیہ ہم پر نہ لگتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے  
 اتحاد میں کھائیں کہ ہم کس دین کے ماننے والے ہیں کمن؟ - ہوں کو ہم تسلیم کرتے ہیں اور ہماری  
 زندگی کتنی چیزوں کی پابند ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنے اخلاق سے نیکوں کو مانوں اور





نے تپہم دیکھ دیکھا۔ جنت النجی ہوئی اور یہ عقیدہ اس کے دل میں بیٹھ ہو گا کہ میں شیعہ ہوں  
ہاواں کا تو جنت میں جاؤں گا تو اس نے کہا کہ میں کامیاب نہ کیا۔ کہنے لگے کہ اس جنت نے  
میں۔ دل کو چھڑائی اور تحقیق کرنا اور واسطہ میں لے آیا۔

حضرات اس نے جو واقعہ بیان کیا۔ بہت آخری دور ہے کا واقعہ ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ  
مسلمان اس کا مظاہرہ کر سکتے ہیں اور کرنا چاہیے۔ ایسے مسلمانوں کا طرز انسانی ضرور ایسا ہونا  
چاہیے تھا کہ پڑوسیوں کو اور اس ملک کی اور بی آبادی کو وہ یہ سچے پڑوسی اور کریم کہ یہ کہیں  
اُٹک ہیں۔ کیا یہ پیسے کی قیمت نہیں دیتے۔ یہ نہیں دیتے کہ پیسے سے آؤں میں شرف و راحت،  
حریت و طاقت کے کیسے سامان خرید سکتا ہے۔ یہ نہیں دیتے کہ جمعے اور گنے سے بعض مہر جو کتنا  
فائدہ دیتا ہے یہ نہیں سمجھتے کہ بڑی عمدہ فوجوں میں بڑے سینکڑوں اس کے ساتھ ہوتی اس طرح  
میں۔ سیدہ مکتا ہے پھر یہ ان چیزوں کے پیچھے کیوں نہیں آتے جس کے پیچھے آتے ہیں  
جس کو چھوڑ کر میں خرید لیتی ہیں وہ چیزیں انہیں کیوں نہیں خرید لیتیں؟

دوسری زندگی ایسی ہوتی جو لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچتی ہیں مثال کے طور پر کہتا ہوں یہ  
ہیں حضرت کے لئے ایک سوال ہے کہ حضرت علیؑ وہاں تک کہ عہدہ میں آئے۔ اس طرف دعوت  
دیتے رہے۔ اپنی ان قرآن و احادیث اور برکتوں کے ساتھ جو آپ کا حصہ نہیں تھا ان پر مبنی ہوا  
پوری نہ رہا آپ کے ساتھ تھی۔ قرآن شریف کا اس دور کا حالہ اس زمانہ میں یہ کہ آپ  
نے دعوت دی کل نہیں برس ہوئے لیکن سلطانہ بی بی ہوا کہ میں حجرات کے اپنے سال اور  
کہ ۱۸ھ میں فتح ہوا۔ امامزادہ کی جو بڑے طویل القدرہ بی بی اور امام ہیں کہتے ہیں۔ اس دور کا حالہ  
ہیں میں جتنی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے ہیں پورا۔ میں وہاں برس میں اس قدر اُٹک  
مسلمان نہیں ہوئے سوائے وہ پیر ہوگا کہ کیا بات ہے انہی اند۔ کہ وہاں انہی قرآن جو میں  
”حجرات“ انہی کا شیروانی سمجھتی تھی کہ تین اور حائریات میں بیٹے حضور ہوتا ہے پشیمانوں نے  
نہیں جو تہج کے والے پھر گئے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ صلح حدیبیہ نے مسلمانوں کو ایک عہد قیامت اور اندھیدہ میں جا لیا اور  
مسلمانوں کی زندگی بے بسی۔ یہ تک ایک دوسرا گزرتی تھی اسلام اور پھر کے زمانہ اور انہی  
جو یہی تھیں غیر مسلمہ جتنے میں آتے دھرتے تھے۔ اب مسلمان ابھر گئے غیر مسلمہ دھرتے ان کو

مسلمانوں کو دیکھنے کو یا میدان جنگ میں وقت نہ تھا یہ پھر غزوہ وغیرہ میں نہیں ساتھ ہو جائے وہ بھی کم۔ لیکن سب سے پہلی ایک شہرہ یہ بھی تھی کہ مکہ کا جو آدمی چاہے۔ یہاں سے بے خوف آئے اور جو مسلمان چاہے بے خطر مکہ چلا جائے۔ یہاں سے بے خطر آئے اور آئے تو دیکھا کہ ان کے لئے ایک چھڑکیا تھا۔ ان کے لئے ایک ایسے عزیزوں سے ملنے دینا دئے اور آئے تو دیکھا کہ ان کی زندگیاں بدل گئی ہیں۔ ہم سب ایک ہی دنیا میں رہتے ہیں، ایک ہی نسل کے ہم لوگ ہیں، ایک ہی لباس پہنتے ہیں، ایک ہی خوراک ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ ان کے اخلاق ہم سے مختلف ہیں ان کا معاملہ ان کا طریقہ زندگی ہم سے مختلف ہے ہم ان کے یہاں جہاد نہیں کرتے ہیں (حالانکہ ہم ان کے لئے سب سے نہیں) تو یہ اپنے اپنے کو بھوکا رکھ کر نہیں کھاتے ہیں۔ یہ پہلے ہماری خبر نیچے میں پھر اپنے گھر والوں کی خبر دیتے ہیں۔ ہمیں پہلے آرام سے ملاتے ہیں پھر خود سوتے ہیں۔ انہوں نے نہ کبھی ہمارا مذاق اڑایا نہ ہم پر کبھی کوئی فقرہ کہا۔ ہم بھی دیکھتے ہیں کہ یہ اپنے کاموں میں بڑے مستعد ہیں یہ نہیں کہ اسلام انہوں نے۔ کئے بعد یہ جاملے ہو گئے ہیں۔ غزوہ کے وقت نماز پڑھتے ہیں اور کام کے وقت کام کرتے ہیں اور اپنے بال بچوں کے ساتھ بھی ان کا جہاد تھا نہ تھا ہے۔ سب ان سے خوش ہیں یہ فرق جہاں سے آیا؟ معلوم ہوا کہ یہ فرق اسلام نے پیدا کیا۔ اب ان کو اسلام پر غور کرنا چاہیے کہ موقع ملا اور وہ اسلام کی طرف گھٹنے گھڑیں اور اپنی دنیا مسلمان ہونے کا کام نہ رہی اس سے بڑا کریمتر کام نہ ہو سکتا ہے۔ حدیث کی روایات کے بڑے حصے کا نام وہ ان پر ہے وہ کہتے ہیں کہ عربوں کو اس غرض سے میں مسلمانوں سے ملنے کا موقع ملا۔ انہوں نے مسلمانوں کو قریب سے دیکھا۔ اس سے اسلام نے ان کے دل میں گھر اُترا یا اور اپنا عشق بڑھایا۔

جب آپ بتائیے کہ کئی ملک میں مسلمان ایک ٹکڑا ہوں سے ہوں اور وہ مسلمان نہ ہوں۔ تعداد نہ کہ انہیں نہ ان کو متاثر نہیں کرتا ہے یہ لگتا ہی ہے نہیں؟ اس بات پر ہے کہ تمام انصاف کی خوشبو ہمارے ہم وطنوں کو نہیں پہنچی تھی۔ انہوں نے ہمسایوں صید میں دیکھا یا انتخابی صحر (ایلیکشن) کے میدان میں ہم کو لڑایا۔ جہاں سے وہ جیلے میں ہم کو اُٹھا مسجدوں میں یہ آتے نہیں۔ انہوں نے ہم ہمہ معاملات میں نہیں پرکھا۔ انہوں نے ہم کو خلاق کے نہیں جانچا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس طرح مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں جیسے بائبل غیر انوس

بہن کی اور اشیاء پر کرتے ہیں۔ ایسی ہی مہلوم نہیں کہ وہ اپنے غم یا زور پر ہتھے ہیں۔  
 کبھی محبت رکھتے ہیں کبھی دشمنیت رکھتے ہیں۔ عادیہ دل میں ان کے لئے کسی نئے خواہش کا  
 جذبہ ہم میں خلل کے لئے نفعی مفید ہیں۔ نئے ضروری ہیں: انہی میں سے ملک پر اللہ کی  
 اتنی رحمتیں نازل ہو سکتی ہیں۔ انہی میں ہم فیہ مسلمانوں کو اپنے پاس و سیوں تک و واقف نہیں کرنا  
 سکتے۔ اس کا ثبوت یہ بار بار رہتا ہے آپ کسی پڑھنے والے بعد سے پڑھ لیتے کہ آپ نے  
 اسلام نہ پہنچایا ہے۔ انہی میں سے کمال نہیں۔ اچھا آپ اسلام اور مسلمانوں سے متعلق کیا  
 جانتے ہیں؟ اگر وہ کسی نے کہ اسلام میں انہی میں سے متعلق اتنا جانتے ہیں کہ مسلمان نہ کہہ سکتے  
 کہ ان کا دوست نہ کہہ سکتے اور کچھ جو جانتے تو ان سے بڑی حد تک آجاتا ہے۔ لیکن جانتے  
 مسلمان نہ جانتے۔ ویسے یہ دوسری بات ہے کہ مسلمان مر پر پڑھ لیتے ہیں کہ ہم سے بھلا  
 ایک وقت کو فضل و مرست کہتے تھے کہ جب میں امریکہ گیا تو وہاں لوگ مسلمان اور عرب سمجھ کر  
 سمجھتے تھے۔ انہی میں جو چیتے تھے ایک یہ کہ یہ تو کہہ رہا ہے کہ ہم میں کتنی نیکیاں ہیں۔ دوسرے  
 تو ہمارے دروازے پر کتنے اونٹ بندھے ہیں۔ انہی کو مسلمان کی پہچان امریکہ میں وہ ہیں کہ  
 یہ وہی ہیں۔ لیکن انہی میں ضرور یہ کہہ سکتے ہیں۔ تو اتنی یہ بندہ تو ان کا بندہ جو متوسط رہے گا ہے (اوس  
 کا لڑکا) آپ الگ کر دیں کہ وہ تو جن چارہ میں مسلمانوں کے درے میں جانتا ہے کہ کتنے مسلمان  
 ہے کہ ان کا گوشت کھانا ان کے لئے سب میں داخل ہے چاہے چھوٹی سے کھانا۔ وہ کھانا ہے  
 کہ انہی میں اس کا نقص ہوگا اور وہ کھانے کا گوشت نہ کھائے۔ اور قصہ اس کی تاک پر رکھ دیا  
 ہے۔ ہر وقت تمہارے لی اور مسلمان کو قصہ آگیا۔ مسلمانوں کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ گویا  
 دین کی حالت ہے۔ کہ مسجد کے سامنے دوسروں کا دروازہ نہیں بن سکتا۔ چاہے خود جگہ نہیں غیر  
 مسلم کی ہر بات کا باج نہیں بن سکتا۔ مسجد کے سامنے بننے والی اس کی جان لینا کہ وہ یہ ہے کل  
 تعارف وہ اس ملک میں۔

میں ہر روٹی سے ٹھنڈا آدمی تھیں جنہی بڑا اعت کے کچھ حجاب تھے نماز کا وقت ہوا تو ہم  
 (دریں میں) نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو میں میں جگہ میں م تھے تو بے انتہا کھیر کرنا ہوتا  
 بنایک صاحب جو ہمارے قریب بیٹھے تھے اور انہوں نے اپنا حق دل کرایا تھا کہ وہ ایک قطع  
 کے ہر رات پورے کے عید کریں جس انہوں نے بڑے جوئے ہیں سے پوچھا کہ امرات

صاحب ایہ بار بار اندھا کھڑا کرتے تھے۔ یہ اکبر بادشاہ کا منہ لیتے تھے۔

نہم یعنی ملک انیس لاکھ کا مطلب نہم نہیں سمجھنا کہ جو پانچویں وقت اور اکثر جدا جدا  
 اوتار سے ہوتی ہے عمارت کی بزرگ تھانہوں کے ہاں پانچویں وقت اور اکثر جدا جدا  
 نو پانچویں ہوتا ہے اسی کا منہ لیتے تھے کہ ان میں سے بہتر وہی تھی جس میں کہ ان میں سے۔  
 انوں کو برا بھلا کہنا ہوتا ہے۔ یا نہیں بھلا کہہ جاتا ہے یا یہ بڑا کٹھن ہے۔ ان کو نہیں معلوم کہ  
 حسی علی الصلوٰۃ حسی علی الفلاح۔ الصلوٰۃ خیر من الصوم کے معنی کیا ہیں؟

تو ہم اس ملک میں۔ اتنا یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب فرما دیا جائے تو ہم کہتے  
 ہیں کہ دیکھئے۔ جب یہ کہتے ہیں کہ مجھے دونوں نے نام ان کے ساتھ رہ رہے ہیں اور  
 ابھی اتنا وہ رہ رہے ساتھ نہیں ہے۔ ان میں ہمارے ان ہر دونوں کی بھی غلطی ہے ان کے  
 دھڑاؤں کا بھی قصور ہے اس سے کسی نہ اور غلطی ملنے کا بھی سبب ہے یہی سبب اور  
 کورس و مطالبے کی کہ انوں کی بھی ذمہ داری ہے میں ان حقیقتوں کو تیار کرنے کے حاملہ ہم کی  
 حیثیت سے خوب بدنامیوں کر اس وقت غیر مسلم بھائیوں اور حکومت و قیام کے ذمہ داروں  
 سے میرا خطاب نہیں ہے۔ جب ہونا تو انوں کا کہ خود ان کی کئی بڑی ذمہ داری تھی کہ وہ اس  
 غیر مسلم ترین اقلیت کے غیر ذمہ دار تھے اور معاشرے اور اخلاقی و عادات اور خصوصیت کو  
 سمجھنے کی کوشش کرتے جو ایک ہزار سال سے زیادہ مدت سے ان کے ساتھ اور یہ یاد رہتی چلی  
 آ رہی ہے اور جس نے اس ملک کی تعمیر و ترقی میں کوئی نہ کوئی اور کیا ہے۔ اور جس کے ہر  
 مذہب ان کے ہمسایہ ممالک اور درجنوں و ہزاروں میں رہتے ہیں۔ یہ ایک حکم ہے ذمہ  
 داریوں اور ملک کے دانشوروں کو بار بار بتایا جا چکا ہے کہ تاریخ کی تصانیف میں کس قدر نفرت اور  
 خوف یہ دیکھنے کی ضرورت ہے خود ہمارے ہر وطنوں کے اندر بھی بہت سی کمزوریاں ہیں۔ مگر  
 ان کی کمزوریاں آپ کے سامنے بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں تو اس وقت اپنی  
 کمزوریاں بیان کر رہا ہوں کہ ہم نے اپنے سے ان کو مانوس نہیں کیا۔ اسلام کا تعارف نہیں  
 کر دیا۔ آپ اسی میں سے کوئی بتائے کہ ہم میں سے کتنوں نے اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو یا  
 کلاں فیلو و دستوں کو کوئی چیز کسی چیز سے کوئی کوئی اور جس سے اسلام کا تعارف ہو۔ میں پوچھتا ہوں  
 کہ یہ بھئی، بکرائی، تامل میں اسلام کے تعارف میں کتنی چیزیں ہیں جو غیر مسلموں کو آنکھ بند کر

کے دئیے جہتیں؟ ملتا ہی رہا تو میں ہم نے کیا کام کیا؟ ان میں کتنے شکے تھے۔ وہ ہم  
مسئلہ نوں میں پھنس گئے۔ ہاں یہاں بڑے بڑے جرنلسٹ مل جاتے تھے بہت کریں گے  
تو ہم اردو کا اخبار نکالیں گے۔ چارنگل، ہے جس تو پانچواں محلہ میں گئے اور اسے بہت بڑا جہ  
تھیں گے۔ کیا مرثی، انگریزی کا روزنامہ نکالنے کی ضرورت نہیں تھی یہ نہ کہ کوئی مددگار  
نکالنے کی ضرورت نہیں تھی؟ ایسا اخبار جو جدید مسائل میں سوانحی اپنا اثاوت ہم آج تک  
انگریزی کی فائلی روزنامہ نہیں نکال سکے۔ جب فساد ہو جاتا ہے اور اخباروں میں کاغذ نہیں  
شائع ہوتا تو عورت کرتے ہیں کہ دیکھئے صاحب کیسا اندھیرا ہے کہ ہم ہی روئے ہاں میں  
اور ہم ہی ملزم غمراہ گئے ہاں میں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ستمبر ۱۹۶۷ء (۱۹۶۷ء) میں ممبئی  
میں ہوا تھا۔ بڑا عظیم الشان جلسہ تھا خیال یہ ہے کہ پچاس ساٹھ ہزار یا اٹھاساٹھ ایک لاکھ آدمی  
شراب تھے۔ اگلے دن یا آتی دن دلوئی صاحب نے ایک مظاہرہ  
(DEMONSTRATION) کیا۔ مسلمانوں نے ان پر چوڑی پھینکی ان کو مارنے دوڑے اور  
پولیس نے ان کو گھیرے میں لے کر نکال دیا۔ دوسرے دن پولیس کے انگریزی اخباروں میں  
ہمارے جلسے کی خبر تو ایک کونے میں ڈرامی کی گئی اور دلوئی صاحب کے مظاہرہ کی کچھ  
اس میں ہی نہیں بڑا نا دئی تھی۔

فساد کے مسئلے میں مذہب کا فرقہ یہ ہے کہ آپ پناہ دہندہ ایسا نہیں جس میں کشش  
ہو غیر مسلم سیکھے۔ وہ دیکھیں کہ مسلمان اس طرح نظر نہیں کرتے جتنا ہے اس سے کسی کو تکلیف  
نہیں پہنچتی۔ وہ دیکھیں کہ کشش پر عمل ہوا ہے اور انوں پانی بہا رہا ہے۔ انوں آدمی دیکھتے  
میں اور تر رہتے ہیں، ایک مسلمان جاتا ہے اور اسے دیکھتا ہے کہ پانی بہا رہا ہے خدا  
کی وی دہائی گشت ہے یہ ہمارے ملک کا پانی ہے اسے ضائع نہ کرنا چاہیے۔ ہاں ہاں یہاں  
ہمارے گلاس ہے ہمارے غیر مسلم ہمسفر نے چائے کا آؤ رہا ہے اور ان کی چائے میں  
دیر ہوئی ہمارے پیچھے آگئی۔ ہم نے ان کو پیش کر دی اور کہا کہ جب آپ آئے گی تو ہم پانی  
میں سے یہ بھی کوئی قابل ذرا بات ہے لیکن وہ بالکل تو نہیں کرتے تھے کہ مسلمان اس طرح  
کے کام کرتے ہیں۔ اس سے ان کا خیال نظام سے متعلق ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اسلام  
پہنارہ نے دلوئی کو بھی پینے دینی چاہی نہیں۔ اسلام تو انسانیت کی تعمیر کا سانچہ ہے جس سے انسان

احسن کمر نکلتے ہیں اپنے طرز عمل سے بازاروں میں جلتے ہیں میں کارخانوں میں اور جہاں جہاں اپنے اہم اہلوان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملتا چاہیے۔ آپ ہماری تعلیمات اسلامی اخلاق اور اسلامی حیرت کا دل میں سکون پیش کریں۔ پورے آدمی یہ تو اس کو بہار دے دیں۔ وہی صورت ادوات کی مدد کر دیں اور کوئی نسل کام کر رہا ہو جس سے معائنہ سے دو کلیتہً یا ملک کو نقصان نہ ہو تو اس کی اصلاح و رہنمائی کوئی کے ساتھ رہے۔ کچھ سی کو تلاش کریں۔

اس وقت کے حالات کی رعایت سے میں نے اتنی بات لکھی ہے اور لکھنے کی باتیں تو بہت تھیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اہم توضیح بخوبی ملاحظہ فرمائے اور اس کی توفیق دے۔ یہ رہی معروضات و تقویہ فرمائے اور مفید بنائے اور ہماری حفاظت و نصرت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین





## طبقة اشرافیہ کے خاص امراض اور ان کی شفا

25 نومبر 1983ء کو سب سے پہلی بار شریعت میں جسدہ... کے ایک بیان... کے ساتھ...

میرا سب سے پہلا... کے لئے ایک اور...

میرے بچہ اور وہ ستوا آپ حضرات بہت دیر سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور علمائے کرام اور قرآن مجید سے شریعت اور خدمت کرنے والوں کی تقریریں سنتے رہتے ہیں اب بظاہر کسی تقریر کی ضرورت نہیں لیکن اس خیال سے کہ اکثر جید رہاں جانا ہوا ہے وہاں پہلے نہ چھ میں عرض کرتا ہوں آپ لوگوں کو کہیں خیال نہ ہو کہ ہمیں آئندہ میں نے کیوں خاموشی اختیار کی اور کچھ نہیں کیا؟ بلکہ یہاں سے جو تعلق ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ دیرپا پور کے رہنے والوں کی دعوت پر ہی ہم لوگ آئے ہیں اور ہمیں سمجھ نہ کیا جائے یہ منہ سب نہیں اس سے میں مجبور ایٹھ گیا، نہ خدا کے فضل سے آپ کی جمہوری قرآن وحدیث کی باتوں اور اللہ و رسول کے اقوال سے بھر چکی ہے۔

### خواص کے ساتھ خصوصی معاملہ

میں صرف ایک بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون امت مرحومہ کے ساتھ الگ ہے اور دوسری قوموں کے ساتھ الگ ہے اور ہم آپ سب بھی اس کرتے رہتے ہیں مثلاً مکتب میں نئی ٹرنے بھائے جائیں تو ایک لڑکا جس سے دور کا تعلق نہیں کہیں پاس پڑے اس کا آگیا ہے۔ کسی نے بھرتی کر دیا ہے اس کے خاندان کو بھی ہم نہیں پہنچے اس سے کسی قسم کا جذباتی، خاندانی بگاڑ نہیں ہوا اگر میں بڑا ستاؤ استاد مدرسہ کے جوڑا سردار ہوتے ہیں وہ طرے سے جاتے ہیں۔ اور ختم پٹنی کرتے ہیں انسانی سنی بھی کر دیتے ہیں جو جاتے تو یہ مٹے دیتے ہیں لیکن اگر کافر لڑکا کسی معزز گھرانہ کا جن کا اس مدرسہ کے قائم کرنے میں نہ کم ہجہ جاتا ہے ان کا بڑا سامان سوتا ہے مدرسہ کے پڑھانے والے استاد و مدیر اسی







ہستے رہتا ہوں۔ اور پاشا اب آپ کے جو چہ چاہیں ہو جو کہ ایک امر میں سے میں سمجھتا ہوں کہ آپ میں بڑی بڑی فطرت نہ لڑوں سے اور حق سے کسی بھی شے سے بھی زیادہ خواہش ہے اس لئے کہ یہ نفس کے خلاف کرتا ہے اور نفس نے خلاف میں اندھا دھن ہو کر اندھا ہو گیا ہے وہ نفس کی لذت سے مانتا ہے نہیں۔ رشتہ سے فطرتی طور میں تو بڑے لحاظ میں دور ہوا، فطرتی چیزیں، فطرتی شے ہی جی رہا ہے اس لئے کہ یہ سب فطرتی ہی چیزیں، فطرتی نہیں رہا فطرتی کی چیزیں جو یہاں تک سب نہیں ہو گئیں، دیکھتے ہیں کہ آپ آتے ہیں وہاں سے اسے اور چاہتے ہوئے چاہتے ہیں اس لئے چاہتے ہوئے فراموش ہوجاتے ہیں یہاں اسے تو ان چیزوں میں بڑا فرق ہے۔ اللہ نے اسے دل کو صاف کر لیا کہ وہ اسے تو کمال دیکھا؟ سمجھا کہ اس نے سمجھنے سے مل جانا، بلکہ ان میں سے بھی ملنا جنہوں نے کبھی نہ سمجھا تھا۔

### حضرت ابو بکرؓ کا کرنامہ

اس آیت کا سب سے بڑا نمونہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ ان کو ان کے ایک عزیز (صحابہ میں ایک) نے ایسی تکلیف پہنچائی تھی جس سے بڑا بڑا کر تکلیف کا تصور کوئی نہ کیا۔ آپ آدھی نرس نہیں سکتا اور ان کا تو عہدہ بن و ہر اس کے لئے کہ میں آپ کو تکلیف پہنچے یہاں کسی بھی شے کا آپ کو تکلیف پہنچے تو آپ ہزار ہائی کے پاس یہ طرف اور اس میں کا باپ جس کا نام ابو بکر تھا ایک طرف اور میں بھی کہیں کی اور کہیں کی بیوی؟ اس مسئلہ کا تعلق اس ذات سے تھا جن سے ان کو عزت حاصل ہوئی تھی۔ اس سے تہی عزت اس پر کیا اور پر مہر لیا اس سے زیادہ کہ کسی شریف آدمی کے لئے کیا نہیں حسد اس آدمی کے لئے بھی زندہ و قوی کے لئے بھی ہوئی آزمائش ہو گئی ہے! لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ فَلْيَتَضَحَّوْا لَهُمْ وَلَا يَكْرَهُوا أَنْ يُقَالُوا هُمْ أَهْلُ الْبَيْتِ

وَالْمَسْكِينُ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اور جو لوگ قرآن میں صاحب فضل اور صاحب دست ہیں وہ اس بات کی قسم نہ لے سکتے ہیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ غور کرنے کی بات نہیں دیکھ لیں۔

جن کو اللہ تعالیٰ نے کچھ عطا کر دیا ہے وہ کچھ عطا فرمایا ہے ان کو اس بات میں بھی نہیں









## ما تعبدون من بعدی

الحمد لله نعمته وسعته وسعته وفؤ من به ونوكل  
عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله  
فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد ان لا اله الا الله وحده  
لا شريك له، ونشهد ان سيدنا ونبا ومولانا محمدا عبده ورسوله  
صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وازواجه وبناته وآل بيته وبارك  
وسلم تسليما كثيرا كبيرا آمنا بعد طاعود باننا من القسطنطين الرحيم،  
سم الله الرحمن الرحيم.

ام كنتم شهداء اذا حضر يعقوب الموت، اذ قال لنيه ما تعبدون  
من بعدى قالوا نعبد الهك والله اننا لك ابراهيم واسماعيل واسحاق  
الها واحدا ونحن لك مسلمون.

بھرا جس وقت لا قرب وقت پائے تھے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے  
اپنے بیٹوں سے پوچھا میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود  
اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود کیا  
ہے اور تم ان کے قسم برداریں۔

حجرات! جہاں تک مسلمان کا تعلق ہے اس کے لئے دینی تعلیم اور دین کی بنیادی  
واقفیت کی وہی حیثیت ہے، جو ایک انسان کی زندگی کے لئے ہو اور پانی کی ہے، ایسے مسلمان جو  
مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنے کے لئے، مسلمان کہلانے کے لئے، اور پھر آخرت میں خدا  
اور اس کے رسول کو عزت دیکھانے اور نجات حاصل کرنے کے لئے غیور دینی عقائد کے پاس  
کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسے کہ ایک انسان کو زندہ رہنے کے لئے، دوا پانی کی ضرورت ہے۔  
اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں، اس لئے کہ مسلمان کسی بھی تسلسل کا نام نہیں ہے، کسی قومیت کا



استیعاب نے فرمایا: ”اے ابراہیم! کان امة فاما لله حیثاً“ (ابراہیم خود ایک دست تھے) اور فرمایا: ”علیہ السلام ابراہیم ہو سب کچھ المسلمین“ (وہ خدا کا پہلا گھر بنانے والا ابراہیم وہ تو حید کا پہلا اعلان کرنے والا ابراہیم، وہ جس نے تو حید کے عقیدہ کے لئے ہجرت کی، جس نے خطرات مولیٰ سے، جس نے اپنے باپ سے مولیٰ لڑائی مول لی، اس کا باپ صرف یہ نہیں کہ وہاں کا ایک معزز آدمی تھا وہاں کے سب سے بڑے معبد (عبادت گاہ) کا سب سے بڑا آدمی تھا۔ ان کی جو یہی عقیدہ بولی اور پہنچے جو مسک کا اکتھار و اعلان ہوا وہ باپ کے سامنے ہوا۔ پھر اس زمانے کے غالب سب سے بڑی نہیں تو ایک بڑی متمدن سلطنت کے فرمانروا سے ان کا مقابلہ ہوا، ابراہیم کی اولاد کو ابراہیم ہی کا جانشین (حضرت یعقوب علیہ السلام) اپنے بیٹوں، پوتوں کو جمع کر کے کہتا ہے۔

”چارے بیڑے، پوتے، نواسا اب میں تم سے رخصت ہونے والا ہوں، لیکن میری پیٹھ پر سے نہیں نکلے گی، جب تک یہ اہمیت نہ ہو جائے کہ تم خدا کے واحد ہی کی نذر نہ رہو گے؟ اس کے ساتھ کسی وشریک نہ کر دے، یا لوگوں کو جیسا کرتے دیکھو گے تم ہی کرنے لگو گے، اور انہیں کی بولیاں بولنے لگو گے، تم ایک نہیں تین تین خیموں کی اولاد ہو۔ تمہاری رٹوں میں نوع انسانی کے موجد اعظم (سیدنا ابراہیم) کا خرم ہے، جس نے تو حید خاص کی اس وقت صدا لگائی، جب دنیا میں وہ با اہل نامائوس ہو چکی تھی، اس نے اللہ کے نام پر اس وقت حرم تعمیر کیا جب دنیا میں اس کے نام کا کوئی گھر نہیں رہ گیا تھا، اس نے اس کے لئے اپنے باپ اور گھر والوں سے ناطہ توڑا، آگ میں داخل دیا جانا گوار کیا، اس کے لئے گھر بار اور محبوب و عزیز وطن چھوڑا اور ملک ملک کے سفر کئے۔ لیکن میں اتنا کافی نہیں سمجھتا۔ (میں نے بڑے بڑے خدا پرستوں اور رت شکنوں کے خاندانوں کا حشر دیکھا ہے کہ وہ کس قدر جلد سمجھ راستہ چھوڑ کر بھٹک گئے۔)

عزیزو! اس وقت کہنے کی پچاس باقیں ہو سکتی ہیں، بل کر رہنا، اتحاد کے ساتھ رہنا، اپنی محنت سے حق حلال کی کدلی کھانا، شریعت زندہ کرنا، کسی کو تکلیف نہ پہنچانا، سب کے کام آنا، پچاس باقیں کہی جاسکتی ہیں، لیکن میں صرف ایک بات پہنچاتا ہوں ”ما بعدون من بعدی؟“ یہ بتاؤ کہ میرے بعد تم بندگی کس کی کر دے؟ اللہ اکبر! یہ وہ وقت ہے کہ آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے، ہمارے سامنے اتر رہا

استاذ کا لکھنا ہی جمع کیا جائے۔ یعنی کوئی ریسیرچ اسکالر، دین کا کوئی طالب علم جس پر کام کرے۔ ان لوگوں نے اپنی اپنی ۱۱۰۱ اور ۱۱۰۲ سالہ کتابوں کو کیا تصدیق کی ہیں، دلائل دیتے ہیں کہ وہ وقت اپنے وقتوں اور طریقوں کو نیا بدلتے کرتے ہیں۔ قرآنیک جہد نہیں، ایک پیمبر کا سب کا خاتمہ ہے۔ نبی نے کہا کہ میں اللہ کے اس مومن بندے کو بخیر صرف یہ بتاؤں گا کہ کیا میری ۱۱۰۱ اور ۱۱۰۲ دلت ہو اپنے سینے سے لگا کر رکھتی، جس پر خدا کی برکت، خدا کی رحمت، خدا کے ہر بھرتے سے اور خدا کی نرسر، فردا امت کی نجات اور ان نیت کے مستقبل کا وعدہ ہے۔ وہ ایک ہی چیز ہے۔

”مذہبِ عدلیوں میں عدلی“ تم یہ بتاؤ کہ میری آنکھ بند ہونے کے بعد بندگی کی کیا ہے؟

یہ ہے مسلمانوں کے دلوں کو ڈھانے والا سانچہ، ایمان کی قیمت پر پناہ کا امتحان و معیار، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر کرنے میں کوئی مسرت تک نے اپنے محفوظ کر دیا ہے کہ ہر نبی کا مسلمان بلکہ ہر نسل کا انسان ہے اور اس سے سبق لے، اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو نقل کرنے میں نہیں سنا ہے قرآن تاریخ کی کتاب نہیں ہے، تاریخ ہے، لیکن وہ تاریخ نے سے نہیں، یہاں پر ہمیں بتایا کہ اس طرح مسلمان کے ذہن کو کام کرنا چاہئے۔

اب مسلمان اس وقت فرد کا نہیں مت کا ہے، میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ ملت کیا اس زمین سے کام کر رہی ہے؟ کیا اپنی ۱۱۰۱ کے بارے میں اسے یہ فکر ہے کہ ”مذہبِ عدلیوں میں عدلی“ ہم میں سے کتنے آدمی ہیں جن کے دس پر اس بات کا اثر ہے، جن کے دلوں میں اس بات کی اہمیت بھی ہوئی ہے؟ اپنے دل کو نوٹ لیں، اپنے مانوس کا چارہ، ویسے تو مجھ سے کوئی پوچھنے کی ملت کے لئے صرف ایک پڑھنا ہے، اور صرف ایک جملہ کی تفسیر ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں تو میں کہوں گا کہ ”مذہبِ عدلیوں میں عدلی“ لکھو، پوچھو، پوچھو کہ یہ کس کو؟

یہ مسلمان اپنی ۱۱۰۱ سے دنیا سے جانے سے پہلے سوال کرے اور جب تک دنیا میں ہے اپنا بازو لے، بھاسا کرے کہ اس کے نزدیک اس کی اہمیت ہے یا نہیں؟ وہ اپنے بچوت کے لئے، اپنی آنکھوں کے لئے یہ اطمینان کرنا ضروری سمجھتا ہے یا نہیں کہ ”مذہبِ عدلیوں میں عدلی“ میرے بعد تم کسی کی عبادت کرو گے؟ میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم اور آپ سب اپنے اپنے دلوں کو نوٹ لیں اور یہ دیکھیں کہ واقعی اس سوال کی ہرگز سے یہاں اہمیت ہے یا نہیں؟ اور یہ سوال اگر دے دیا جائے تو مسلمان کے پیچھے یہ برادری کے پیچھے یہ برادری کے پیچھے کے پیچھے



قرآن، ایمان کے ستاروں، ہے پوچھ لیجئے کہ جو موت آتی ہے وہاں میں بیٹے کے سے تیرے نہیں ہے  
 ایک ایسے ہی ان کا قصہ ہے کہ پچاس ایک سال کے امتحان میں نہ آنے میں نہ نہ سہل نہ لیجئے، و  
 پر اسامی نہ جانے، ان کے میں نے کوئی نہیں چاہا کہ یہ توں لکھو کہ چہ ہی مدد ہی رہا  
 اور ہے، میرے بھائی نے لکھو، اس ملک کے متعلق آپ لیجئے، سو میں سے پچیسے ہوئے۔  
 جسی نما، کے ستر م میں نے سید عالم علیہ السلام نے فرمایا کہ اعلیٰ ہے لیکن اسے ایک بندہ مراد۔  
 یہ کہا ہے کہ امتداد میں ہی ہے یہ سمجھو کہ یہ کہ یہاں اقلیت اکثریت نہیں رہی جتنی  
 اکثریت کہتی ہے، اسے اس میں اس سے زیادہ اکثریت نہ لے لی ضرورت ہے۔ اس میں سے  
 زیادہ سے قدم نہ لیا، میں میں رہا میں، ایک میں نے اس میں نہیں رہا میں  
 کہ اس میں میں وہاں کے لے آئی بھی کہانی، میں کے سے کیا نہیں کہی، ملک آتا  
 نہ لے۔ اسے چاہی تو یہ یہ وہی ہے، اسے لے لیجئے، یہی نہیں وہاں کے لے لے  
 لے بعد، اس میں سے وہی ہے، اس میں سے یہ وہی ہے، اس میں سے یہ وہی ہے، اس میں سے یہ وہی ہے  
 شہر میں سے، امتیاز کا یہ نہ لیا اور اپنے میں وہاں میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے  
 آتا ہے، اس کے سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے  
 قیامت، وہی ہے، اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے  
 کہ یہ نہیں وہاں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے  
 کی فانی میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے  
 اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے  
 یہ وہی ہے، اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے  
 ایمان کو روپ کا، اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے

اس وقت، یہ میں وہاں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے  
 اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے  
 بلکہ اپنے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے  
 وہ تھا، اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے

یوں قرآن، اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے اس میں سے

افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی  
اس شعر میں انہوں نے ایک پوری کتاب کا مضمون بیان کر دیا ہے۔ میں ان کا دوسرا شعر پڑھتا ہوں:

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے  
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جائے سے

آج سے ساٹھ ستر برس پہلے انہوں نے یہ شعر کہا ہوگا، لیکن آج بھی یہی حقیقت ہے اور حقیقتوں کی عمر نہیں ہوتی، برسوں کے حساب سے ان کی عمر نہیں ٹاپی جاتی۔ ہدی صد فتنیں سنکڑوں، ہزاروں برس تک اور سیاسی و ثقافتی اور تہذیبی تبدیلیوں کے ساتھ باقی رہتی ہیں، اس تعلیمی انقلاب اور معنوی فطرت کشی سے ملت اپنے ماضی ہی سے نہیں، وہ اپنے دین سے اپنے دینی شخصیت سے اپنے دینی حقائق و عقائد سے نہ صرف یہ کہ بیکار ہوگی، بلکہ بے زار ہوگی، اپنے اسلام سے نہ صرف تاوانف ہوگی، بلکہ اس کے نام پر شرماتی ہوگی، اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہوگی، ہمارے چھوٹے اسکولوں کے بچے بتاتے ہیں کہ انھیں بیٹھتے ہم سے کہا جاتا ہے کہ اوگرگزب کا لم تھا اور جب تک کہ ایک من جینو جلا نہیں دیتا تھا، اس وقت تک ناشہ نہیں کرتا تھا۔ اسلام گوار سے پھیلا جائیگا، اس دنیا کا کارخانہ دیوی، دیوتا چلاتے ہیں۔ یہ آج ہمارے اسکولوں میں پڑھایا رہا ہے۔

میرے بھائی اور دوستو! سیدھی سیدھی بات یہ ہے کہ خالص مسلم اکثریت کے ملک میں بھی مسلمانوں کو مسلمان رہنے کے لئے، اپنی آئندہ نسل کو مسلمان رکھنے کے لئے سخت جانفشانی اور سخت قربانی کی ضرورت ہے، وہاں بھی بغیر جانفشانی اور قربانی کے مسلمان اپنی آئندہ نسل کے دین و ایمان کا تحفظ نہیں کر سکتے، وہاں بھی ماتعبدون من بعدی کا سبق ہمارے سامنے، چر جائیکہ ایک ایسے ملک میں جہاں ہم اقلیت میں ہیں، اور اقلیت کے ساتھ اراوی اور غیر اراوی، شعوری یا غیر شعوری طریقے پر ایک ایسی تاریخ اور ایک دور وابستہ ہے، کہ جائز یا ناجائز، حق، بجا تب ہو یا غیر حق، بجا تب، اس کے متعلق نہ صرف یہ کہ غلط فہمیاں ہیں بلکہ بدگمانیاں بھی ہیں اور شکایتیں بھی، یعنی ہماری ملت کی یہاں صحیح پوزیشن یہ ہے کہ ایک تو وہ اقلیت میں ہے، پھر اس کی ایک بڑی آزمائش یہ ہے کہ اس نے آئندہ سو برس تک اس ملک میں





گئے اور اللہ و رسول کے کام پر اپنی عزت اور جان و مال کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوئے۔  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی فاضل اور افسانہ نویس تھے۔ ان کی تحریر کا حاصل ہے آپؐ کی  
 ۱۱۰۰ سے زبانی حالی سے لکھیں۔ یہ توپانِ قتل سے بچ گئے۔ ان کی دو کتب ہیں: ۱۔  
 چہرہ ہوں نے ناظر آپؐ کے پاس خود مل اور ان کا نام ہے: ۲۔ ابناہر القدر کے احادیث  
 کے لئے استعمال کرنے کے کہ یہ خطابے میں سے ہیں۔ ۳۔ ہواہ و غمکہ غصہ میں کئی مسلمان  
 ہوں بعد از آپؐ اور زندگانی کے بعد وہ کئی زندہ رہے۔ ۴۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۵۔  
 ہوں کہ ان سے اپنے منوالہ اسرار اللہ سے بڑا ہے۔ ۶۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۷۔

تھا اپنی چوتھی بیوی فہرست سے ماہرہ بیوی تھیں۔ ۸۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۹۔  
 عزت سے راجہ اس ملک میں رہیں۔ ۱۰۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۱۱۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۱۲۔  
 کی زندگی میں گھر میں گئے عزت سے راجہ اس ملک کے لئے خیمہ اُٹھانے میں شریک ہوئے  
 ہوئے اور اس ملک میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اس ملک کی تعمیر و ترقی میں  
 سہا یہ دے دیتے ہوئے اور اس ملک کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ اس ملک کا نام و نچا  
 کرنے کے ساتھ ساتھ اس ملک کی افتخار کے دوسرے امور میں عزت سے رہنے کے ساتھ ساتھ اس  
 ملک میں اپنے مقام و خصوصیت سے بہتر ہوئے۔ ۱۳۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۱۴۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۱۵۔  
 تھے اور یہ وہ تھے جس کو تارکین نے اس ملک و علاقہ کی مراد سے کرپاشن سے اور  
 ان علاقہ کی وجہ سے پناہ دے دی۔ ۱۶۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۱۷۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۱۸۔  
 ہے۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۱۹۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۲۰۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۲۱۔ ان کی بیوی تھیں۔  
 نے لے کر ان کی مرگ کر گئیں تھیں۔ ۲۲۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۲۳۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۲۴۔  
 نے۔ ۲۵۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۲۶۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۲۷۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۲۸۔  
 کا گھر ہے۔ اس کے لئے اول تو قومی فیصلہ کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد قومی ہی قربانی  
 کی ضرورت ہے۔ ۲۹۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۳۰۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۳۱۔ ان کی بیوی تھیں۔ ۳۲۔  
 ہوتے ہوئے ایک شاندار و روشن زندگی گزارنے کی حیثیت سے آپؐ کے لئے تیار ہیں۔

وَمَا الْوَفِيُّ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ



# عالم عربی کا اصل خطرہ اسرائیل یا مرد و ضمیر؟

ماہنامہ "الاسلام" طبعی طور پر یہ تقریر ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ ۲۰۰۸ء کو اس میں کئی ترمیمیں کی گئیں۔ اس وقت یہ طبعی طور پر شائع ہوئی ہے۔

الحمد لله نحمدہ و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نترک کل علبه و  
بعوثه نأمن من شرور انفسنا و من مكرات اعدائنا من بعده الله فلا مصل  
له و من بصله فلا هادي له و شهيد ان لا اله الا الله وحده لا شريك  
له و شهيد ان سيدنا و مولانا محمداً عبده و رسوله صلى الله عليه  
و عسى اله و اصحابه اجمعين و من تبعهم باحسان و تواب الله عنهم انى  
يؤد الناس العود بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم O

## ایک تاریخ ساز اور عہد آفرین واقعہ

میں آپ کو بتا رہی ہوں کہ ایک واقعہ رونما ہوا ہے جو تمام دنیا کو شہرہ فیملا میں ڈالے گا۔ یہ واقعہ  
۱۹۹۸ء میں ہوا تھا۔ اس کی تاریخ ۱۹۹۸ء ہے۔ یہ واقعہ اتنے بڑا ہے کہ اسے نہایت تاریخی طور پر  
یہ اس واقعہ اور اس کے اثرات کے بارے میں ہمیں اس وقت تک کہیں نہیں پڑی تھی۔  
یہ واقعہ اتنے بڑا ہے کہ اس کے بارے میں ہمیں اس وقت تک کہیں نہیں پڑی تھی۔

میں میں یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔ یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔ یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔  
یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔ یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔ یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔  
یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔ یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔ یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔  
یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔ یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔ یہ خطا بہت کم ہوتی ہے۔





پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی رکاوٹیں تھیں ذہن تک یہ مستشرق ڈھکڑو موبو، بے کوئی ناراضی  
 کہ وہ چاندال ہیئت نہیں رہتا۔

## قلب و ضمیر سے غفلت

مستمع حضرت اذل سے یہ انسان کی فطری کج روی رہی ہے کہ وہ انسانی اخلاقیات اور  
 نیکیوں کی دشمنی کا یقین رکھتا ہے اور ان کو پوری اہمیت دیتا ہے۔ لیکن حضرت علی ابن ابیہر  
 دین کے تہہ سر پر شہر کے سفاحات کا شمار کرتا ہے اور ان کی طرف مطلق توجہ نہیں دیتا۔  
 قوم کے قلب و ضمیر اور معاشرہ کے روبرو پیش کرتے ہیں جو اخلاقی زندگی کے عوام  
 کے مطلق میں کچھ نیچے ہیں۔ اس کے باعث اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیخود و مروت قرار  
 دیا ہے۔ (اس فقرہ کی تفسیر میں ایک اہل زبان نے کہا ہے کہ وہ انسانی مہارت سے غافل ہیں جسے  
 چاہتے ہیں۔ اس مسئلہ اور مسئلہ کے تہہ داروں کا جو شمار انہوں نے ان میں پریشان دیکھنا  
 انہوں نے فطری طور پر ان وقت تک مستقل اخلاقیات کی راہ پر اور انہوں نے ان کے  
 کمال سے وہ ذہن تک جہات اور بہت پر ترقی پر قائم رہوئے۔ انہوں نے دنیاوی و دنیوی مصالحت پر  
 ترجیح دینے والے وقت کو ان کے لئے ایک نئے اور نئے ماحول سے متعلق رہوئے کے لئے ان کے  
 مقابل میں حاکمیت اور کوہنیت دیتے رہوئے کے اور ان کی بنا پر دینی کمرے رہوئے۔ ذہن تک ہم  
 وہ پختی کے نظریں میں ان کے رہوئے کے حاکمیت کے ساتھ رہوئے کے اور ان کے اشیاء و اشیاء کی  
 تہہ کے ماحول میں رہوئے کے خواہ وہ بہت پختی کے دیا ان کی باتوں کی بنا پر ان کی  
 زمین میں رہوئے کے ان کے ساتھ پختی و پختی کے ساتھ ان کی بنا پر ان کی بنا پر  
 یہ رہوئے اور یہ رہوئے اور ان کے لئے فطری طور پر ان کے لئے فطری طور پر ان کے لئے  
 کے لئے ان کے لئے فطری طور پر ان کے لئے فطری طور پر ان کے لئے فطری طور پر ان کے لئے

## خارجی دشمن، خیالی خطرہ ہے

ہم نے دوستوں، بھائیوں، اقرباء کی مشن اس پہاڑ کے اور ان کے ساتھ ہے جس کے لئے  
 جس میں ایک بڑا سا سامان ہے اور اس سے پہرے اور اور پختی کے ساتھ پہاڑ میں پختی کی  
 رہا ہے جس دین اور ان کی طرف توجہ نہیں دیتے اور خارجی دشمن نے طبعی طور پر ان کے

ہیں انہوں نے سندباد جہازی اور گولیور کے سفرناموں میں بحرِ قزاقوں کے بارو میں پڑھ رکھا تھا ان کی کہانیاں مشرق و مغرب کے ساحلوں کی زبانی سن چکے تھے اور وہ اپنی ساری توجہ انہیں بحرِ قزاقوں کے امکانی خطرہ پر مرکوز کئے ہوئے تھے۔ لیکن جہاز کے جینے سے کیا موجودہ سوراخ کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے جس سے پورے دور کے ساتھ پانی اٹل رہا ہے اور جہاز بھی ٹھہر رہا ہے۔

ہمارا موجودہ معاشرہ

ہمارے موجودہ معاشرہ کی بھی حالت یہی ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ یہ بلیغ مثال جس کے لئے آپ نے ایہ حکمت آمیز طریقہ اختیار کیا جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی قریش مکہ کے تنگ اور محدود معاشرہ ہی کے لئے مخصوص نہیں۔ جواب تاریخ کی نزہت نہ چکا ہے۔ بلکہ دو ہزار ماہ کے لئے ایک حکیمانہ اور زندہ اور جاوید مثال ہے جو ہمارے اوپر بھی پوری طرح منطبق ہو رہی ہے اور ہمارے معاشرہ کی بھی اور نئی تصویر کشی کر رہی ہے۔ ہم وہاں سے ذرا جتن ہیں امراض سے ٹھہراتے ہیں بلاؤں کی رشتہ ہمارے دلوں میں پھلتی ہوئی ہے۔ اور اس ٹیلے پر طرح کی احتجاجی تدبیریں عمل میں آتے ہیں یہاں تک کہ دیگر کوئی کہہ دے کہ یہاں کالرا کا (۱) ایک کیس ہو گیا ہے تو پورے شہر میں دہشت پھیل جاتی ہے ہر شخص پر خوف مسلط ہو جاتا ہے اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس دبا کا سب سے پہلا ڈکار دی ہو گا۔ لیکن اخلاقی امراض، یہ غلط اخلاق و عادات، جن کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند کرتے ہیں۔ یہ مادہ پرستی، شہوت پرستی، ہرج و مرج قوت کے سامنے سرگوش ہو جاتا۔ خواہشات کی بے قید اطاعت۔ جذبات کی دھڑکیں بہہ جانا، مہو و عصب میں انہماک، رقص و سرور میں جتنی تسکین اور آرام ملتی ہوگی کوشی کے دیگر وسائل میں حد سے بڑی ہونٹی دھنکی، قیادوں اور نعروں کی اندھی تقلید، تھاقت سے چشم پوشی، بار بار کے تجربات سے عبرت حاصل نہ کرنا، امیدوں اور نراؤں کی بے لگامی، انسانوں کا حد سے بڑا ہوا احترام، میناسی اور غیر سیاسی لیڈروں اور رہنماؤں کی تقلید میں اور ان کے بارہ میں غلطیوں اور لغزشوں سے بصورتیت کا اعتقاد، یہ امراتیں، ہمارے انہماک اور ہمارے معاشرہ کیلئے ہزاروں دشمنوں اور دشمن کے ہزاروں لشکروں سے کہیں زیادہ خطرناک، کہیں زیادہ

میں بہت سے بڑے بڑے شہر تھے۔

شہر بہت شہدہ تھا، فقیر بے چشمہ پوٹی

میں تھے مسلمانوں میں مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 اور تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 انسانی تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔

تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔

قرآن کا شہر

تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔

5. جوش کا نام کے ساتھ

تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔  
 تھے مسلمان، لیکن تھے ہر جگہ میں مسلمان نہ تھے۔







آپ نے پھر وہ دیکھ کر کہ کام نہ آئی اور زمین اپنی قرانی کے بارہ قوم پر شک ہو گئی پھر تم  
چند کے کہہ رہے تھے۔

یہ تہذیب الہی کا ایسا انداز ہے جس میں کسی قوم یا کسی ملت کے لئے کوئی اشتیاق یا حمایت یا  
کوئی تمیز نہیں اور یہ سب غلطی تھی کہ ہم کی عزت و امت اور بلند کی وجہ سے کامیاب نہیں۔

### اصل معیار

اصل معیار ہے قلب اور ضمیر، جب قوم میں اتنی ہمت و جرأت نہ ہو کہ اپنے قائد کی خاطر  
کاری پر نوک سکے تو ایسی قوم کو جو سر پھر بھی چاہے نہ اس کا فائدہ ہے۔ ہر جاس اور دشمن کی  
عزت و شرف کی جی بھیج کر رکھتا ہے۔ لیکن جو ہر ظلم و زیادتی کا شکار ہو سکتی ہے اور ہر استبداد کے  
لئے قہر و تہذیب ہو سکتی ہے۔

### استعمار سے نفرت

خود سبکی، استعمار ناپسند یہ وہ اور بعض کیوں تھی؟ ان سے تو ان کے لئے ہمارے ہمسو،  
ہماری رنج و ہوا، ہمارے قلب و ہماری مقصود پر سب پر پڑا تھا تو تم کہہ رہے تھے۔ تو ایسی  
ان کی کسی یہ وہی نفس کی طرف سے جو تہذیب ناپسند یہ وہ ان کا قاتل ہے، اشد بے تکلف اپنی ہی قوم و دشمن  
کا کوئی فرد اس کا مرثیہ جو تہذیب استعمار پر غلبہ و اور برباد ہو جائے تو؟ اللہ کے آپ وہ دل کی  
میں ان عطا کی ہے تاکہ دنیا میں انسان کے جو نعم کریں اور حق دنیا تک انہوں میں حق و عدل کی  
شہادت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا الْقَوْمَ الَّذِينَ أَنفَكُوا مِنْكُمْ شَتَا  
قَوْمٌ عَلَىٰ الْإِسْلَامِ، اذْكُرُوا قَوْمَ الَّذِينَ أَنفَكُوا مِنْكُمْ شَتَا  
قَوْمٌ عَلَىٰ الْإِسْلَامِ

اے ایمان والو! تم کو یاد دلانا کہ وہ قوم جس سے تم نے اسلام سے الگ ہو کر  
دشمن کے باعث کفر میں چھوڑا اور بدل کر، یہی بات تم کوئی نے کہی ہے اور اللہ سے اوست  
وہ وہاں کوئی ہے جو تم کرتے ہو۔

اللہ نے وہ امتوں و دشمنوں کو رد میں اور بزرگوں سب کے کہ تم بدل کا تم یا ہے





یونین نیپٹون (Neptune) کی صورتی چہرہ پر رکھ دی یہ کوئی انسانی بات نہیں ہے، ناکامی پر مصیبتاً انسان کی قصرت ہے اور بہر تو مومن اور موصد ہیں اور ایل اللہ کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں اور اے لئے تو کسی صورت میں بھی یہ نہ نہیں کہ کسی قیامت پر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کی طرح کامل ایمان لے آئیں۔ یہ اور فرق ہے کہ اپنے قائدین کا محاسبہ کریں۔ اور خود اپنے آپ کا محاسبہ کریں اور اپنے سیاسی، اخلاقی اور معاشرتی حالات کا جائزہ لیں اور انہی میں منہاسب کے اسباب تلاش کریں کسی فرد یا جماعت کی اندھی طاقت مگر اس کے ایسی غار میں پہنچا ہے کہ جہاں بدارت کی روشنی پہنچ نہیں سکتی۔ اور نہ اس سے نجات آسان ہوگی اور قیامت کا محاسبہ نہ کرنا اور اس کی غلطیوں کا سوز گہن کرنا اور اس سے وضاحت طلب نہ کرنا یہ ایسی اطاعت ہے جس کے ہرے قرآن کا فیصلہ ہے۔

فاجرو امر فرعون و ما امر فرعون برئید: يقدم قومہ يوم القيمة فاورد  
هم النار و نفس المورود المورود و تنهوا في هذا لعنة يوم القيمة  
بنسب المرقد المرقد ۵  
(۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹)

نچرہ فرعون کے کہنے پر چلے اور فرعون کی بات درست نہیں تھی وہ قیامت کے دن اپنے قوم سے آئے، لاکھ، لاکھ کو آگ پر پہنچا، لاکھ اور یہ کہنے کی تنبیہ ہے اور چھپے تائبانیا میں اس کو امت ملی اور قیامت کے دن یہ ہر انعام سے جوتا۔

### اللہ کا مطالبہ

میر۔ ۱۰۷۱ اور بنانیوں اللہ نے ہم کو انسانوں پر مسلط ہونے والی طاقتوں کی قوت سے انہماک ہے زاری کا غم، کیا ہے خون، وہ کسی زمانہ میں اور کہیں بھی ہوں اور یہاں تو متعدد طاقت ہیں اگر یہ ہم پر مسلط ہو جائیں تو ایک مسلمان کی حیثیت سے اللہ کے لئے بڑا ہانڈ نہیں کہ ان کا احترام کریں بلکہ اللہ کا مطالبہ تو یہ ہے کہ ہم ان کا حق اور تسلیم کرنے سے انکار کریں اور اس سے اپنی بے زاری اور بے تقاضی کا اعلان کر دیں جیسا کہ قدرت ابراہیم نے اعلان کر دیا۔

نا براء و امنکم و ما قبلون من دون اللہ کفرنا حکم و ہدایت و  
بنکم العدوة و البعضاء ابد حتی موتمو باللہ وحده (مقر ۱۰)

ہم تم سے در ان چیزوں سے جو تم پر جتنے ہو بے تعلق ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان  
یہ اور دشمنی کھل گئی، ہمیشہ کے لئے یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ۔

## آنحضرتؐ کی ہدایت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا

”اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم“

تو صحابہ کرامؓ کو تعجب ہوا، کیونکہ بہت اہتمام اور توجہ کے ساتھ ان کی تربیت کی گئی تھی وہ  
جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وحی الہی سے فرماتے ہیں، اپنے جی  
سے کوئی بات نہیں کہتے، لیکن اس کے باوجود وہ آپؐ کے فرامین میں بھی اپنی عقل سے کام لیتے  
تھے اور جو کچھ نہیں آتا تھا اس کی وضاحت چاہتے تھے، چنانچہ انہوں نے کہا: ”ہم اپنے مظلوم بھائی  
کی تہذیب کریں، ظالم کی کیل تکڑ کریں“ آپؐ نے وضاحت کی کہ ”ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے  
روک دو، اسی طرح صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ نہ لائق کی تلافی کرنی، حقوق کی اطاعت میں جائز نہیں  
ہے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو، ان کے طرز عمل سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ایک بار ایک مہم روئ کی اور اس کا سردار ایک انصافی کو بنا یا راستہ میں وہ کسی بات پر اپنے  
ساتھیوں سے غصہ ہو گئے اور ان سے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں  
دیا ہے؟ لوگوں نے کہا ”ہاں دیا ہے“ انہوں نے کہا کنزیاں جمع کرو، لکڑیاں جمع ہو گئیں تو آگ  
منکا کر ان کو دھکا دیا پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم سب کو اس آگ میں  
کو دتا ہوگا۔ امیر لشکر کے یہ تیرے کچھ تو ایک نوجوان نے کہا اسی آگ سے بھاگ کر ہم لوگوں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لی ہے، پھر اس دوسری آگ میں کو پڑیں؟ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور وہ بھی یہی حکم دیا، تو بے خضر کو پڑو۔ لوگ لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے پاس گئے اور واقعہ سے آگاہ کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم اس آگ میں داخل  
ہو جاتے تو پھر کبھی نہیں نکل سکتے تھے، اطاعت صرف بھلائی میں ضروری ہے۔“

## عفتاقت، حماقت اور لہو و لعب کا انجام

میں ایک بار پھر آپؐ حضرات سے کہنا چاہتا ہوں کہ عرب ممالک کی موجودہ لہو و لعب اور

بے گمراہی کی زندگی حقائق سے واقفیتیں ہونا۔ بیٹے کی زندگی جوعہ - جامع میں غیر مقرب ہو۔  
 صدمہ کی باتوں کا دور کا اثر کرتی ہے۔ جس میں شہرت پر ساقی غالب آگئی ہے اور آپ نے  
 نہ مائیں تو صاف ہر دوں جس میں ہر دوری پر بزدلی غالب آگئی ہے۔ اور اگر میں ہوں کہ مادم  
 پرستی مند اور میں رسول کی محبت پر غالب آگئی ہے۔ تو خدا یا مہدی نہ ہوگا۔ اگر اس زندگی کو کوئی  
 نہ نہ دور سے دیکھے یا کوئی افق کس طرحی شہر میں کتنی ہائے توستے بڑے ایسے۔ اور اوجا  
 ہونے کے بعد خلیل مود اور کاف کی رنگ نے ان غلو ہوں کو دیکھ کر ڈک رو جانے والے اپنی  
 - تکسوں اور کاؤں پر یقین نہیں آئے گا۔ ہم بنگالی سادات کے نزدیک ہیں اس حیرت میں  
 جب سادات ہمارے ہمارے ہمارے ان مائے بنگالی سادات ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے  
 - عقلیت متعصبیت امتیاز اور دور اندیشی کے غلط نظر آئے ہیں۔

## اسلامی عقیدے کا اشتراک

اور ہمارے دور آپ کے درمیان اسلامی عقیدہ کا اشتراک نہ ہو تو یہ یہ نہ ہوتی کہ  
 ہمارے دور آپ کا انجاء ایک ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ دوست ہے۔ اور جو کچھ یہاں ہمارے ہمارے  
 ہمارے یہاں اسکا جواب ہم سے غالب کیا جاتا ہے۔ تو شاید مجھے کچھ سیرک محسوس ہوگا اور عقیدت تو  
 یہ ہے کہ تو میں انی محاسب کے ہمارے زندگی رشتی ہیں اور میں اس آتی ہے داری اور  
 محاسب نے عقیدہ کا چلن نہ دیا تو اس کا اثر بھی کی کہ فی میں بھی جو میں کڑی عقیدہ ان کی زندگی کا ایک  
 اور وجہ ہے وہ اپنے کسی رہنما کو یہ موقع نہیں دیتیں کہ ہمیشہ قہار پر قابض رہتے اور ان کی  
 تنظیم و سرپرست ہوتی رہے یہ صرف یورپی قوم کی خصوصیت نہیں بلکہ مسلمانوں کے سر پر ہوا۔  
 قائدین کی بھی یہی حالت ہے۔

## ایک مسلمان قائد کا احتساب

میں ہندوستان میں ابتدائی اسلامی فتوحات کا ایک عبرت انگیز واقعات آپ کو سناؤں۔ ہند کی  
 سرزمین پر اسلامی فتوحات کی بنیاد رکھنے والے بادشاہ شہاب الدین غوری (۱۱۹۱-۱۲۰۶ء) کا والد  
 ہے جس نے ہندوستان پر فوج کشی کی تو اخیر کے راجہ جتھورائے ان کا سخت مقابلہ کیا یہاں تک  
 کہ مسلمان فوج شکست کھا گئی اور اس نے ہمارے گراؤ اور میں بزدلی تو سلطان نے جنگ میں



چنانچہ اچھے سے واسے غمخیز اور خراسانی و آہستہ سرزنش کی اور کچھ تھوڑا سا جھنجھکاؤ پانے کے بعد وہاں کی مٹکوں میں جو سہے برابہ تھے، انکا، یا اور جو بارہ دھندلی تھیں، انکے اپنے اور اٹھتے غرضی چلا گیا اور ایک سال بعد آج کے لشکر بڑا چھانڈ کر کے بغیر کسی سے مشورہ و کئے ایسا کہ وہاں سے چل کر پادوستہ میں ایک سردار کو کہنے کے لیے گاؤں کو معلوم کر کے چلا گیا تو اس نے غنڈہ کی ساریوں کی دیکھ کر اندھوٹات کے راجہ سے غنڈہ کے بعد آج تک میں اپنے ہسٹ پر سویا نہیں ہوں اور اپنی قبا بٹاتے ہوئے کہاں بھروسہ اور غنڈہ سے شنی تک میں نے پڑا کہاں تھیل نہیں کیا اور نہ اس سرداروں کا میری کھاتہ جھوٹوں نے مجھے ہٹا کر رکھا دیا تھا۔ پھر غنڈہ کو ڈھابا کرتے رہے کہ جو ہر دفعہ ہے کہ ہر سال اسی نام اور سنیوں کے آئینہ پر غنڈہ کا جو بدھ ہے کہو ہے اس آئی جھوٹا اس کو لوں گے گوہر یا تھوڑا سا راجہ و ہم نام ملان کی اجاعت اور غنڈہ کا مسجد کیا۔ اس کے بعد چند مسلمان کاوش کیا۔ راجہ دھندھو اور ایک ایک چھٹی کر کے اسلام کی دعوت دینی شے اس نے اپنی طاقت کے غور میں انہی کی رحمت اور نصیحت کے ساتھ راجہ و ہم نام ملان نے آئینہ سلطان نے اس پر اتنا سختی سے کیا کہ اس کی فوج تک نہ ملے گی اور حالت کھڑی ہوئی اور ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم ہوئی جو کہ مختلف شکلیں میں سات صدیوں تک باقی رہی۔

### احسانِ سب اور محاسبہ ہمارا امتیاز

دب ایک بڑا محاسبہ ہائی کو کوک شاقی ہے جو ایک مسلمان و مومن کو یہ حق کیوں حاصل نہ ہو کہ اپنے قائدین کا محاسبہ نہ کرے حضرت عمرؓ کی حالت خطبہ کے وقت میں یہ مسلمان کو یہ حق تھا کہ اس سے دو سب طلب کرے۔ ایک دفعہ وہ مسجد انویں میں خطبہ پڑھنے لگا۔ ہوئے اور کہا کہ لوگو! اسواہ اطاعت کرو ایک صحابی نے اسے جوئے اور کہا ہم انہیں شے طہیثہ سے کچھ کیوں؟ لوگوں نے کہا۔ آپ نے اس صحابہ کی شے سے ہی دوجہ دین نظر دینی ہیں سب کہ ان لوگوں نے جسے میں ایک ہی ایک آئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا یہاں مہر لفظ میں مہر سوجو ہیں وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ایک چارہ مہر ہے جسے کی ہے یہ ہمیں نے انہیں دے دی ہے صحابی نے کہا "نہیک اب ہم ہر قسم کی اجاعت کے سے تیار ہیں۔"

## امت کی زندگی

اسی ضمیر اور اسی جرات و ہمت کے ساتھ یہ امت زندہ رہی اور حادثات و مصائب کا سامنا کرتی رہی ہے اور اپنی طویل تاریخ میں ترقی یافتہ اور بیدار شعور کا ثبوت دیتی رہی ہے، اس نے ہمیشہ حق و انصاف کا ساتھ دیا ہے اور غلطیوں اور کوتاہیوں کے ارتکاب پر گرفت کی ہے اور انہیں اوصاف کے ساتھ مستقبل میں بھی زندہ رہ سکتی ہے۔

وہا علیہا الالبلاغ المبین

وآخروہا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۰ شاد شادی آباد سے عبرت و موعظت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آج صفر ۳۰ مئی ۱۹۸۳ء کو لاہور اور نومبر ۱۹۸۳ء کی مئی میں طغیانی سے تباہ شدہ علاقوں میں  
وقت شامی آبادی کا ایک ٹکڑا ہے جس میں تمام آبادی کے لوگ تباہ شدہ علاقوں میں آباد ہیں۔  
پتہ تو یہ ہے کہ ان تمام آبادی کے لوگ تباہ شدہ علاقوں میں آباد ہیں۔  
پتہ تو یہ ہے کہ ان تمام آبادی کے لوگ تباہ شدہ علاقوں میں آباد ہیں۔

اسم اس وقت یہاں تھے کہ اولاد بیکٹری، لڑائی منان پر میں مارے جاؤں صرف بھڑک  
چیتے تو اب میں تو بکری میں امر اقتصاد کی ہیں اس مادیوں کے ایک مرتبہ کسی نے اس کی زندگی  
درشن و ثنات کا انجام پوچھا تو کہنے لگے "بہا" عہدہ قوروجہ و تک تصور و عہدہ  
"شاد و قریب" عہدہ تک "شرہ عہدہ عہدہ" ہیں ان کی تقریباً پورے ان کے مکمل  
یہاں قرآن مجید کی دلائل میں تو اس وقت فائز میں تازہ ہوئی ہیں امید آید

ب۔ اَلَمْ يَدْعُوْا كُمْ مِّنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ اَنْفَرٍ يَّمْنُوْنَ لِيْ  
مَسْكُوْتِهِمْ اِنَّ هٰذَا لَفِيْ ذٰلِكَ لَا يَسْمَعُوْنَ (۱۲۱)

قریباً ۱۰۰۰ سال پہلے امریکا کے باشندے نیو یارک کے علاقے میں پہلے کھیت کرنا شروع کر دیے۔ ان کے کھیت کرنے کے لیے ان کے پاس بیل اور اونٹن تھے۔ ان کے پاس کھیت کرنے کے لیے بیل اور اونٹن تھے۔ ان کے پاس کھیت کرنے کے لیے بیل اور اونٹن تھے۔

ہماریا نہیں، میتھ کہ ان کے پیٹ پر بڑے قلمی پیشی پر قلمی پیشی لکھا ہے، اور اس سے  
 ہمیں سمجھوں گی کہ یہ "میتھ" کے ساتھ لکھا گیا ہے، "میتھ" کے ساتھ لکھا گیا ہے  
 "میتھ" کے ساتھ لکھا گیا ہے، "میتھ" کے ساتھ لکھا گیا ہے، "میتھ" کے ساتھ لکھا گیا ہے  
 "میتھ" کے ساتھ لکھا گیا ہے، "میتھ" کے ساتھ لکھا گیا ہے، "میتھ" کے ساتھ لکھا گیا ہے  
 "میتھ" کے ساتھ لکھا گیا ہے، "میتھ" کے ساتھ لکھا گیا ہے، "میتھ" کے ساتھ لکھا گیا ہے



کرنے کا چاہتا ہوں۔

## فاتحین اور حکمرانوں کی ایک غلطی

ابھین پھر اس کے بعد ہندوستان میں من حکومتوں کے تختے پر جو لوگ متمکن تھے ان کے کہیں تصور میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ کبھی ان کا یہاں سے کوچ ہوگا۔ اور وہ بالکل بے دخل ہو جائیں گے۔ وہ بنائے والے خواب میں بھی نہیں دیکھتے تھے۔ بہت سی ایسی سلطنتیں ہوئی ہیں جو اپنے کو ”دولت ابد قرار“ لکھتی تھیں یہ سمجھتی تھیں کہ ہم اس ملک کا چار جہاں پر مستحضر سے امرائیں تو دیں گے، ان لوگوں نے ملک فتح کئے۔ لیکن قوم فتح نہیں کی، انہوں نے زمین فتح کی، لیکن دل فتح نہیں کئے، وہوں سے ملیں یہاں سے سامنے ہیں انہوں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ یہاں کی اصل آبادی کیا اہمیت رکھتی ہے۔ اور وہ کس حد تک قابل توجہ ہے، اللہ تعالیٰ کے قانون فطرت کے مطابق ایسا بہت بڑا گناہ ہے کہ کسی ملک کی آبادی کو فیصدی فنا ہو گئی ہو، کسی ملک میں مسلمانوں کو اس وقت تک اپنے مستقبل پر اتنا متبہ نہیں کرنا چاہئے جب تک کہ وہاں کی اکثریت کو اپنے عقائد اپنے مسلک زندگی اور حفاظت اور اساسات میں (اور ایک لفظ میں) اس متبہد ایمان میں شریک نہ کر لیا جائے جو اللہ نے نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس امت کو نصیب فرمایا ہے۔ جب تک مسلمان ان کو اس دولت میں شریک نہ کریں اس وقت تک ان کی سلطنت کا پر کوئی اعتبار ہے نہ تہذیب کا اعتبار ہے۔

## عرب فاتحین اولین کا امتیاز

یہ نکتہ تھا جس کو ان عرب اولین نے سمجھا۔ جنہوں نے مصر، شام اور عراق فتح کیا تھا وہاں کی قوم کو انہوں نے سینہ سے لگایا۔ ان کے ساتھ انہی مسابقتی ہوتی ان کے ساتھ ہمدردی کی اور ان کے مسائل سے ایسی دلچسپی لی اور ان میں ان کی رہنمائی کی ان کے درد و کھ میں ایسے شریک ہوئے کہ وہ قرم ان کے زمین اور ان کی انسانیت و شرافت کا کلہ پڑھنے لگی۔ اور اس نے اپنی خواہش سے ان کی تہذیب اور ان کی زبان بھی احمیاء کر لی۔ مصر میں آج بہت تھوڑی تعداد میں قبطی ہیں اور وہ عربی ہی بولتے ہیں اور مجھے خوب یاد ہے کہ جس وقت مصر میں ایک قانون بنایا تھا کہ غیر مسلم اقلیت کے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم سے مستثنیٰ کر دیا جائے تو جیسائیوں نے بڑا

الاقباج لپیٹھا اور کہا تھا کہ ہماری جلی زبان کمزور ہو رہی تھی۔ اور دم چٹس، یہ باتیں گے یہ قانون ہم پر نافذ نہ کیا جائے ان میں مافوق فطرتی دے ہیں، مصریوں کا مذہب بدل گیا، جہد بے باکی، زبان بدن، قیامت بدل گئی۔ سب نے عرب قومیت اختیار کر لی، اسی طرح عراق میں سنیوں کی طرح شام میں جو مذہب اول ول نہد جو آئے انہوں نے وہاں بھی لایا۔ جس کا اثر آج تک ہے کہ سندھی زبان میں آج تک چنانی نصیر تبتے ہیں آج تک ان کو شرم کہتے ہیں آج تک جماعت نو فیس لیتے ہیں، ابھی تک مذہبوں کا رسم الفہم جلی ہے۔ اسی طرح اندونیشیا میں عربوں نے ایسا اثر ڈالا کہ مذہب بھی فی رسم انڈونیشیا اسلام بن گیا، اب وہاں قومیت کی ترکیبیں انھیں یہ حقیقت لکھ ادا ہوئی۔

اسل آبادی کو نظر انداز کرنے کی غلطی

[illegible]

بالکل برعکس مریوں کے اندر یہ تھا کہ نہیں مہم سب بھائی بھائی ہیں ہم یہاں دانی اور مبالغہ ہو کر آئے ہیں اور ہمیں یہاں اللہ جل جلالہ کا نام لے کر نہ ماننا چاہیے۔

## بربر کی مثال

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بربر جیسی ناقابل تخیل قوم جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی مریوں سے پہلے اس سے کسی کی حکومت کو تسلیم نہیں کی۔ یہاں تک کہ رومن امپائر Roman Empire اپنے مروج اور مشن و شکست کے ساتھ ہی یمن پر آزاد کے آزاد ہے انہوں نے وہاں کی لوگوں کو جیت لیا تو ان کی وہ رام اور تھیر ہوئے تو مریوں سے ملے۔ اس میں قرآن نے وحی کی چوٹی کا ذکر کیا کہ ان لوگوں میں اپنی قومیت و قدر پر تہذیب و تمدن کو مرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ انہوں نے مریوں میں یہ اساس پیدا کرنے کی کوشش کی کہ وہ اٹک ہیں عرب اللہ ہیں۔ فرانسیسیوں نے اظہر البربر کی کہ نام سے تھا وہ ان کی طرف ایک فرمان برداری کے بربروں پر اندر دلی آزادی دی جاتی ہے وہ اپنی قوم پر تہذیب کا ایسا نمونہ ہیں اور ان کا نام اٹک اللہ بنائیں ان کی سخت اور دشمنی بنائیں اور اپنے آپ کو قتل و قتل و قتل و قتل سے انکار کر دیا اس وقت وہ رے مشائخ کی میدان میں آئے انہوں نے ایک دلیقہ لکھا: "بالطیف الطلف باھی ماحوت بہ انمغاد و ولا تقوف یسنا و بین احوالنا المیادیو" یہاں کامیابانہ کے بعد وہ خود تقوا اس وقت اس دلیقہ کے وہ کام لیا کہ فرانسیسی حکومت بالکل کامیابی سے انہوں نے انکار کر دیا اور مریوں نے کہا کہ یہ ہمارا قومیت پرست ہیں نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے شیر و شکر نظر آتے ہیں کہ پہچان نہیں پڑتے۔

## اسپین کی عرب حکومت کی غلطی

اسپین میں مریوں سے یہ غلطی ہوئی کہ وہاں کی حیسانی آبادی مراکشیت و انہوں نے نظر انداز کیا۔ وہ قومیں ایفہ کی ترقی بہر تہمت اس میں لکھ لئے اور یہ جیسا شہر انہوں نے آباد کیا جس کی تہذیب و دنیا میں ملتی ہوگی ہے۔ انہوں نے ان کو ایک اسے دیکھا آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس نے ہر مہم سے ان کو قہر میں ہونے بھی نہیں چاہیے۔ انہوں نے زوال کی جو تہذیب تھیں ان کی میں ان میں جو اسباب ہیں ان کے لئے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ مریوں نے اس آبادی سے آنکھیں









زیرِ آسمان کے فاقے۔ انجلی تک یہ حقیقت نظر انداز ہوتی رہی اس کو قہر نہ لگھتے، مگر یہ عدالت اس آبرائی کے ساتھ ختم ہوئی۔ یہ وہ اتھانی ملک میں تھیں کہ یہ نہ صرف "اندلس" کہتے ہیں بلکہ اندلس (۱۷) سترہ لاکھ کے قریب آباد تھی، سترہ لاکھ کی آبادی اس زمانہ میں "ایسپانی" تو خدا و ایک زمانہ میں ایشیا کا عظیم ترین تہذیبوں تو وہیں عظیم ترین شہروں میں سے تھا۔ اس کی تہذیب شہب اشفاق تھی، اور وہاں ہیں۔ اس شخص ہزاروں کو اچھا۔ اس کی سرپرست اس پر فرمایا جائے کہ اس آبادی کو اپنے مشید اور مسلک میں اتنی دیر نہ ہوئی کہ اس نے اپنے اچھے مانوس کیا جائے اور یہ بکلی ممکن ہے اور۔ ہزاروں نے لڑکے اچھا دیے۔ اس کے اتنی معمولات میں بھی فرق نہیں آتا تھا۔ بلکہ وہ بڑے جوتے تھے جنہیں اس نے لے کر تھا۔ انھوں ایک کام انہوں۔ نہ یہ بھی کیا۔ اس کو قریب کیا اور بن لو مانوس بنایا۔ اس بھی نیچے دھن کرنا تھا کہ ہمیں یہ جرات تھی کیا بننے کے۔ اس نے یہاں سے مسلمانوں کا طمس، وال نہ کیا، نہ دیو، نہ وال نہ وال نہ وال نہ اب۔۔۔

تہا ہے باغیوں۔۔۔ وہ نے یہاں قہر یہاں کل تھا

وہاں۔۔۔ وہاں ان کے اندر وہاں وہاں



## نکاح، ایک عظیم، وسیع، و مسلسل عبادت

یہ شمار ۱۶ نومبر ۱۹۴۳ء بروز جمعہ درستی غازی آباد میں ہوا۔ رشتہ ۳۰۰ کی تعداد میں ہوا۔ یہ عبادت گاہ تھی۔  
 میں قلمبند کے ساتھ پڑھائی تھی

الحمد لله نعمته و نسيه و يستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و  
 نعوذ بالله من ضرور انفسنا و من سبب اعتنانا من يهده الله فلا مضل  
 له و من يصله فلا هادي له و نشهد ان لا اله الا الله و حده لا شريك  
 له و نشهد ان سيدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله صلى الله عليه  
 و علي اله و اصحابه اجمعين و من تبعهم باحسان و دعاهم عنهم الي  
 يوم الدين. اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم  
 قل ان صلاتي و نسكي و محياي و مماتي لله رب العالمين لا شريك  
 له، و بذلك اتممت وانا اول المسلمين (البخارہ ۶۲-۶۳)

ترجمہ: (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنے کا سب خدا کے  
 رب اور لیکن ہی کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو ان بات کا حکم ملا ہے اور  
 میرا سب سے اول فرمان بردار ہوں۔

### دو حیا و تن جن سے غفلت عام ہے

حضرات بزرگے اس عہد اور ہمارے اس جوار (پڑوسی) کے ایک بڑے عارف باللہ  
 حضرت شاہ محمد اعظم صاحب مجددی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ سرہ نے ایک بات فرمائی  
 جس کو میں نے دہرایا بھی، اور لکھا بھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی پوری گہرائی تک ذہن  
 ابھی نہیں پہنچا تھا، اور اب بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ پوری گہرائیوں تک پہنچ چکا ہے،  
 فرماتے تھے کہ دو (۲) باتیں ایسی ہیں کہ جن سے لوگ عام طور پر غافل ہیں بلکہ ان کے  
 عبادت کے ہونے سے بھی نہ واقف ہیں، ان کو سرے سے عبادت ہی نہیں سمجھتے، ان پر عادت  
 ہونے کی پھاپ اتنی غائب آچکی ہے کہ عبادت ہونے کی حیثیت بالکل محجوب نہیں بلکہ سب



وہ بھی اس وقت ہے جب آپ نے احرام باندھا۔ سورج کی نیت کی "اگر اندکھ لے" تک ہر حج کے آخری مناسک وانگرنے تک، آپ حج کی عبادت میں مشغول ہیں لیکن جیسے ہی آپ آخری مناسک سے فارغ ہوئے آپ حج کی عبادت سے فارغ ہو گئے۔ میرے ذہن نے ابھی آتے آتے کام کیا کہ نکاح کی عبادت بھی عجیب ہے کہ یہ نکاح و عبادت کے بعد سے لے کر سوتے رہیں آپ، چاہتے رہیں آپ، چلتے رہیں آپ، باتیں کرتے رہیں آپ، اس عبادت میں مشغول ہیں، یہ عبادت ستر ہے، یہ عبادت طویل ترین عبادت ہے اور اس میں حالات کا تغیر کوئی اثر نہیں ڈالتا، نماز میں حالات کا تغیر اثر پیدا کرتا ہے، مثلاً یہ کہ آپ بول دیئے، نماز کی عبادت ختم ہو گئی لیکن یہ عبادت ایسی ہے کہ اس میں جو کچھ رہتے تو نہ صرف یہ کہ یہ عبادت ختم نہیں ہوتی، بلکہ یہ عبادت اور مقبول ہو جاتی ہے، اس میں حکم ہے کہ اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، اپنے گھر والوں کے ساتھ پائیں کرو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کب نیاں تک سنا تے تھے۔ بخاری شریف میں ماہِ رعت کی طویل اور مشہور حدیث ہے، یہ بات بھی ذہن نشین نہیں آئی کہ حضرت نے یہ جو فرمایا کہ عبادت یہ ہے تو یہ ایک ایسی مسلسل عبادت ہے، جس کی مثال مجھے بھی نہیں مل سکی۔

## جمالی و جلالی عبادت

بعض عبادتیں جمالی ہیں، بعض عبادتیں جلالی، یہ جلالی ہیں، بعض عبادتیں وہ ہیں کہ جب تک مشغول و مصروف ہیں وہ عبادت ہے قرآن مجید کی تلاوت عبادت ہے زبان چلتی رہے، پڑھتے رہیں، آنکھ سے پڑھتے رہیں، اس وقت تک آپ مشغول، لیکن یہ ایسی عبادت ہے کہ اکثر عبادتوں کے محاسبات اس میں ہیں، یہ عبادت ایسی ہے کہ اس میں مختلف مزاجی کیفیات، اور ان مزاجی کیفیات سے کامیابی کے ساتھ نزرہ جانا، اور ان مزاجی کیفیات کو برداشت کرنا، اور جو اس میں مزاج کے خلاف باتیں پیش آئیں، ان کا تحمل کرنا، سب عبادت ہے، تو نہ صرف یہ کہ یہ ایک طویل ترین عبادت ہے، مسلسل بلا انقطاع عبادت ہے، بلکہ بہت سی عبادتوں کے رنگ اس میں آ گئے ہیں، اس میں جہاد کی عبادت بھی ہے، اس میں حج کا بھی نقشہ ہے، اس میں روزے کا پتہ بھی ہے، نماز کا عکس بھی ہے، تو سچی بات یہ ہے کہ حضرت نے بالکل اللہ تعالیٰ بات فرمائی، حضرت نے فرمایا، میں نے ایک شخص کو مجلسِ نکاح میں دیکھا کہ وہ





پڑ سایا آیا، ایسا بے بقول ہوا، نکاح پڑھانے والے نے کہا میں نے فضاں کو تمہاری زوجیت میں دیا، تم نے قبول کیا، مگر مجھے میرے بچہ نہ ہو، نہ لے گیا، ہاں، اس دور پر فوراً ہسٹ فنی اس وقت تک ساری دنیا اس کی یاد کو بنانا چاہتے تھے، اس وقت میں اس امر پر یقین بھی اس کی یاد کو بنانا چاہتا تھا، میں نے کہا، اس کو تو ایک کلمہ بنائے گا کہ ہاں فضاں میں قبول کیا، وہ میں کہنے بند ہی میں کہنے، مگر یہ بھی میں کہنے لگا کہ تمہیں کہ اس نے کہا، وہ جو اس کی یاد میں کہنے بھی تمہیں کہ ہاں مناجاب قبول ہو گیا، وہ یاد پڑا، شش پاؤں، دوئی، دو دوں، جو کمر زنی، اب میں دیکھ لو کوئی یہ دہرا کھڑا نہیں کر سکتا، نہ وہ نکلتا، نہ وہ نکلتا، اس وقت میں اس کی یاد کو بنانا چاہتا تھا، وہ فضاں میں اور وہ فضاں میں، یہ دیکھنا میں لاکھتی ہیں، یہ سرف، نہ کہ علم کی طاقت ہے، شریعت کی سبب سے فی اور اعجاز غائی۔

### شریعت محمدی اب بھی جوان ہے اور اس کی حکومت قائم

مجھے حضرت مسکین شاہ صاحب دیوبند ہائی کی ایلہ بہت بہت پسند آئی، میں نے ان کا کہنا سنا ہے، حضرت کے پاس بہت ہونے کے لئے آئیں، ۱۰۰ سال کی، حضرت کی عمر بھی ایسے ہی تو انھوں نے کہا کہ بی بی بیٹھو، ایک طرف پر وہ میں اور چاروں سو، ایک سو آپ پکڑ لیجئے، انھوں نے کہا میں آپ بھی بڑھے، میں بھی بڑھی، آپ بھی ۱۰۰ سال کے، وہ میں بھی ۱۰۰ سال کی، تو یہ وہاں کا، فرمایا ہاں، بی بی، ہم بھی بڑھے، ہم بھی بڑھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت جوان ہے، میں کیا کہوں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت جوان لکھی ہے، مجھے اس سے شرم آتی ہے، تو مجھے یہ شریعت جوان ہے، اور یہی شریعت آج بھی ہم پر حکومت کر رہی ہے، یہ اس کے سبب آدمی کے علم پر چل رہے ہیں، اللہ کے فضل و کرم سے کہ جب تک یہ مناجاب قبول نہ ہو، شرعی امریت پر نکل نہ ہو، چنانچہ اس کے بعد وراثت کا یہ بھی دیکھ لے، آج بھی ہمارے گھر میں اس پر پڑ ہے، خدا کے فضل سے کہ پڑ پڑا نہیں نہیں پڑ سکتی، کسی خیر مرد کی سب سے خون کا رشتہ ہے، اور یقیناً یہاں بھی رشتہ ہوگا اور یہ رشتہ ہے، اور وہ مطلوبہ پر قرآن میں شایاں ملتی ہیں، لیکن جب تک شریعت صحیح میں نہ آجائے، جو جوان ہے، جس کی حکومت اب بھی ہے، کوئی خیر کہے، یہ وہی حکومت ہے، جو ان کی حکومت ہے، لیکن آج پڑھنے تو شریعت محمدی کی حکومت ہے، وہ جس

حکومت ہے کیا۔ دین کی حکومت ہوئی؟ کیا سرکار کی حکومت ہوگی؟ ایساں ہے کوئی کسی حکومت والا، کون یہ سب کر رہا ہے، کون اسے آدمیوں کو آتی دوسرے بلا کر آیا ہے، کس نے اسے آدمیوں کو سب کام چھڑا کر یہاں بٹھایا ہے، کس نے اس بچے کو ابھی تک روکے رکھا، کس نے اس بچی کو اس سے دور رکھا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ہے، اس سے بڑھ کر حکومت کسی کی ہو سکتی ہے، ہوتی، وقت تو دے، ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ لوگ دیوار کے چھپے آئے اور گالیاں دینی شروع کر دیں، اور قصوں والے، توڑتے ہیں، تہمتیں ہیں۔ پادشاہ سے وہ ملے ہیں، لیکن حکومتوں کے آج قانون نہیں ٹوڑے جا رہے ہیں، کون سا قانون ہے جو پورے طور پر چل رہا ہے، لیکن آج بھی اللہ کے فضل و کرم سے کروڑوں انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان رہے ہیں، اور آپ کی شریعت پر چل رہے ہیں، اور پیسے کھان یہاں تو رہا ہے، ایسے ہی مہاشن میں، اور ایسے ہی معزاز میں، ایسے ہی امریکہ میں، اللہ کے فضل و کرم سے وہاں بھی مسلمان رہتے ہیں، کیا محال کہ کوئی مسلمان جس کے اندر ایمان ہے، وہ وہاں امریکہ کے قانون کے مطابق مولیٰ میرٹ کرے، کوئی شادی ویسے ہی کرے، وہ کرے گا تو ویسے ہی مہولی کو دھوکہ دے گا، کبھی تبلیغی آدمی کو ان کے گھر اور مجلس ہوگی اور وہاں چنانچہ امریکہ کے مسلمان جہاز چڑھا دیں گے گا، جو آپ میں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے، کس کی ایسی حکومت ہے کہ وہ تبلیغی اور آئینی پر مشال اور غیب پر ایمان، وغیرہ پورے اور جوانی پر، مرد و عورت پر، ایک پر اس کی حکومت اور اللہ کا دین زندہ رہے، اور اللہ کا رسول، اپنی قبر، مہتاب میں زندہ رہے، اس کی شریعت اس دنیا میں بھی زندہ رہے، اور یہ بات اور یہ طاقت صرف شریعت میں ہے، اور کسی چیز میں نہیں اس از دواں زندگی میں بھی ایسے مرتے آتے ہیں کہ جس مرتے آدمی باقی دنیا کی پابندی ہے کہ اس وقت تک تو گزرے، غصہ تارے، اور حقوق کا لین لین نہ کرے، جن کو تو پامال کر دے، اور دیکھا جائے گا، جو کچھ ہوگا، لیکن شریعت روتی ہے، نہیں مرنے کی خوف کوئی بات ہو دینی ہے سب پر داشت کر رہا ہے، تو یہ بات نہیں، وہاں سے یہ سمجھ رہا ہے، اور اس میں وہ حقوق و عبادتوں کے لئے موجود ہیں، اور ان کے نقصان دہ موجود ہیں، اس لئے یہ بڑی خبر کہ خیالات ہے۔

محبوب بنت

پھر اس کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ساتھی بن گئیں۔ اس سے کہ یہ وہ ساتھی بنیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق پرست کے مقابلہ میں زور و اختیار دینا پڑا ہے۔ اور یہ نہیں کہ ہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پانچ وقت کی نماز فرض تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چھ وقت کی نماز ایسا نہیں، وہ اپنے پیغمبر آپ کو کسی چیز پر چھتے تھے، انہیں پانچویں آیت تھے جیسے نماز فرض ہے، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے لئے وہ فرض ہی تھا لیکن منکرانے اعتبار سے شرعی اعتبار سے وہ پانچ وقت کی نمازیں آپ کے لئے بھی تھیں۔ اہلکار کے لئے بھی ہیں، شیخین ہمارے کی وہ ساتھی ہے کہ آپ کو ہم نے دنیاوی چیزوں کے لئے اختیار دیا اور ساتھی کا عقیدہ ہے اس پر اور یہ ساتھی ان چیزوں میں ہے جن کا ثبوت قطعی اور تواریخ صرفہ پر ہو چکا ہے تو یہ ساتھی ساتھی ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھی ہے۔ ساتھی کے ساتھ میں بھی زیادہ ہے اس کے ساتھ آپ کو بھی لے لے۔ یہ محبوب ساتھی ہے، غرض اس میں چل چل کر اس کی اپنی شان و شہرت کا اور اپنی دولت کا گنہگار۔ (جیسے بعض شیعوں پر ہو جائے) عقیدہ نہیں ہے، یہ ان میں عداوت ہے۔

وسیع و متعدد می‌شود

[illegible]

بہ فرود عوام، ان ائمہ و فقیہانہ



حیاتِ ملی میں خواص امت کا مقام  
اور ان کی ذمہ داریاں

یہ تقریر "میں" اور "میں" میں ہے۔ ۳۰۔ تو یہ کہ بعد قتلہ عمر، عمار، عمر سعد، ابو بکر، عمر فاروق کے ایک مؤرخ جمع کے سامنے کی تھی۔

الحمد لله تحمده و نستعنه و نستغفره ونؤمن به و نؤتيه عليه و نعوذ  
بأفقه من سرور انفسنا و من سيب عمارنا من بهده الله فلا مضل له و من  
يضلله فلا هادي له و نشهد ان لا اله الا الله و احد لا شريك له و نشهد  
ان سيدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله صلى الله عليه و على اله  
و اصحابه اجمعين و من تبعهم باحسان و تلتزم عونهم الى يوم الدين

جناب میر واعظ مولانا محمد فاروق صاحب مدد و کرم، مجھے بڑی خوشی ہے کہ جن حضرات کی خدمت میں مجھے فرائد و خیر پہنچائے تھے وہ خود یہاں تشریف لے آئے ہیں اور نیک حال۔ مجھے ان کی زیارت و ملاقات نصیب ہوئی، میں میرے واعظ صاحب کا بہت شکر گزار ہوں کہ جو فرض بھی پہنچا دیتا تھا، اس سے مجھے نقصان نہ پہنچتا۔ خیر ان کی بھی انشائی سے ساتھ سکھ و شکر رہا۔

اعتبار! پس اس خبر سے بے وقت میں ایسے معزز حضرات کی خدمت میں کیا عرض کروں؟  
میں ایک حدیث سے مدد لیتا ہوں: تمہیں کہ حدیث ہے: **أَفَلَا إِنْ فِي السَّجْدِ مَضْغَةٌ**  
**أَوْ صَلَاحٌ صَحَّ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ**، **أَوَّلَاهِيَ الْقَبْرُ** <sup>(۱)</sup>  
کا اجزائے کافور اس میں صاف چمک رہا ہے (خود سے سن لو) **مَضْغَةٌ** کی مراد گوشت کا



حرکت ہو، ولی متحرک ہو، اور آپ جانتے ہیں کہ ولی کی حرکت بند ہوئی تو ولی بھی ختم اور جسم بھی ختم۔ پھر زندگی کا کوئی سوال نہیں، دل کو حرکت میں رکھنے کیلئے کیا کیا تہذیبیں کی جاتی ہیں، طبی، جسمانی، نفسی، اور وہب میکانیکی بھی، آپ سب جانتے ہیں کہ ولی کو حرکت میں لانے کے لئے جس طریقہ سے ایک انسان اپنی زندگی کے لئے ہاتھ پاؤں، دماغ، اسی طرح، عقلیں اور احساس اور بات اسپیشلسٹ میں، اس کو حرکت میں لانے کے لئے کیا کیا تہذیبیں کرتی ہیں۔ ایک مرتبہ حرکت میں آجائے، پھر تو اس کو باقی رکھنے کی کوشش کی جائے گی، تیسری شرط یہ ہے کہ دل میں حرارت ہو، ولی سر اور اندر روشن ہو جائے، یہ تین شرطیں، تو کئی حیاتِ حرکت ضرورت۔ اب میں عرض کروں گا کہ جس خلد، جس ملت، امت اور جس خاندان کے خواص ہیں، ان کے لئے بھی یہ تین شرطیں ہیں، پہلے یہ کہ وہ زندہ ہوں، دوسرے یہ کہ وہ متحرک ہوں، تیسرے یہ کہ ان کے اندر حرارت ہو، اور ان میں سے ولی چیز چلی جائے اور خواص کا رشتہ زندگی سے منقطع ہو جائے تو پھر عوام کا کیا حال ہو گا، آپ سمجھ سکتے ہیں، دل سمجھنے کے خواص پاؤں (PowerHouse) ہیں ملت اسلام، یہ ملت جو آج تک قائم ہے، اپنے اس پاؤں ہاؤس کے تعلق کی وجہ سے اس کا پاؤں ہاؤس کبھی بند نہیں ہوا، معطل نہیں ہوا، آپ سمجھتے ہیں، غرضی دیر کے لئے پاؤں ہاؤس آپ کے شہر کے کام کرنا چھوڑ دیتا ہے، اور اس کا رو ٹوٹ جاتا ہے، تو وائزرز (بگنی کے تاروں) میں آرنش بند ہو جاتا ہے اور ہر بنیاد مہرما اور سردی پھیل جاتی ہے تو ملت کا پاؤں ہاؤس اس کے خواص ہیں، تاریخ ہمیشہ بتاتی ہے کہ کسی دور میں اس ملت کا پاؤں ہاؤس بند نہیں ہوا، یہ امت کے تسلسل کی تاریخ اور حقیقت خواص کے اسلامی کارناموں کے تسلسل کی تاریخ ہے، مگر آپ اس کو ذرا مہربانی سے دیکھیں تو آپ جس کو ملت اسلامیہ کی بقائی تاریخ کہے ہیں، یہ ملت اسلامیہ کے خواص کی بقا اور تسلسل کی تاریخ ہے، ملت میں ہر دور میں ایسے لوگ موجود تھے، جو خود زندہ تھے، خود متحرک تھے، صاحبِ حرارت تھے، ان کی وجہ سے ملت کی رگوں میں خون کی تقسیم صحیح ہوتی تھی، آپ جانئے ہیں کہ ولی خون تقسیم کرتا ہے، اس کی وجہ سے یہ خون رگوں اور شریانوں میں دوڑتا ہے، تو ملت کے قلب نے کبھی اپنا کام بند نہیں کیا، ملت پر جو زوال آیا، اور ملتیں مٹ گئیں، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کا پاؤں ہاؤس بند ہو گیا، آپ عیسائیت کی تاریخ پر نہیں، مذہبیت کی تاریخ پر نہیں، آپ کو معلوم ہو گا، کہ انبیاء، نبی، سر نکس کے تھوڑے

وہ کے بعد اس کی پاور ہاؤس نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا، وہ کام نہ کیا تھا اور نہ ہی اس کا کام اور بالعموم یہی من اسکر کا کام، حق و باطل میں تفریق کا کام، اور بے خوفی، بے مہمی، مصلحت پر توکل، شیخ کا وہ حق تھا، یہ حال میں کوئی ناراض ہو نہ سکتا، رضی ہو، جی، اسے ان کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس پر پاور ہاؤس نے اپنا کام سزا چھوڑ دیا تھا اور آج مجھے اس کی شہادت ہے۔

يا ايها الذين امنوا انصتوا لكتيبرا من الاحياء والحيوان لعلكم تفلحون  
الناس بالباطل ويصدقون عن سبيل الله

(البقرہ: ۲۵۵)

اے ایمان والو! (ایک کتاب کے) بہت سے علم اور فقیہ لوگوں کا دل بوجھ لگاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے راستے ہیں۔

اس سے بڑھ کے شیعہ شہادت نہیں ہو سکتی کہ جی، اسے ان کی پاور ہاؤس یہ تھا؟ یہ اس کے احباب اور بہانے تھے، ان کے علم اور مشائخ تھے، انہیں اور بہانے ان کے آپ کی وقت کی استعداد میں، اور اسلامی ٹرمس (TERMS) میں ترجمہ کر میں، تو "عام و مشائخ" ان کے ساتھ ہو گا، ان کے انٹر عمل و مشائخ لوگوں کا کام بوجھ لگاتے تھے، "و یصدقون عن سبیل اللہ" یعنی جو کام تھا وہ نہیں کرتے تھے، اور جو کام نہیں کرتا تھا وہ کرتے تھے، اور اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ پاور ہاؤس نے اپنے آپ کو سبیل کا سچا پیوند دیا، اور احکام شروع کر دیے، یہ فیصلہ جو غلط ان لوگوں کو لگتا ہے، یہ ان کی اپنی تھک چھوڑا ہے، اور اپنی پلانے کے لئے، راستہ بتانے کے لئے، ان لوگوں میں غمزدگی ہے، ان لوگوں کو دیکھیں آج، حالانکہ وہ کفار تھے، اور بات بہت آسان ہے، یہ بات کہانی پلاتا ہے، اور جب چاہے وہ اس سے کہنے لگے، انہیں وہ، تو جب قرآن کا اس نے پناہ لی، عام چھوڑ دیا، یہ کوئی چھوڑ دینی، علماء و مشائخ کا کام کیا تھا؟ اللہ پر بھروسہ کرنا، بڑبڑا، عت کی زندگی گزارنا، دوسروں کی باتوں پر غور نہ کرنا، دوسروں کے مان کو نہ دیکھنا، اور جو کچھ ملے اس پر غور کرنا، لیکن کیا کر سکتے تھے، "یا کلون انوار الدین بالباطل" اور لوگوں کا بظاہر خریدنا، اس کے لئے، ان کو بھٹانے، اس سے دوسروں کی محنت سے فائدہ اٹھاتے، دوسروں کی محنت یہ ہے، اپنے دماغوں کی پٹیت بھرنے کیلئے ہاتھ پاؤں، تاکہ اس محنت سے تو یہ مفت میں فائدہ اٹھاتے ہیں، ان لوگوں کی جو محنت تھی، انہوں نے جو پڑھنے میں محنت کی تھی، بلکہ حاصل کرنے میں محنت کی تھی، اس کا تمیز لوگوں کو دودھ پتہ نہیں، یہ پڑھنے میں محنت کے نتیجے میں لوگوں کو



شریف نہیں کر سکتے، اور لوگوں کی محنت کے نتیجہ پر وہ حاوی اور مسلط ہوتے ہیں۔ اس کا بڑا حصہ انہیں ہی نذر ہو جاتا ہے، ”ویمصلون عن سبیل اللہ“ امن کا حصہ کو کون کوراہت بیان، انہراستہ روکنے لگے، یعنی بچانے کے لیے رہبر کے رہن میں مجھے روکنا آپ ملوں کی تاریخ پر ہمیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کا پاور ہاؤس پہلے ہندو، اور ملت میں بعد میں فساد آیا تکر لیا آئی۔

یہ برطانیہ کی تاریخ ہے، لیکن ہماری ملت کی تاریخ یہ ہے کہ پچھتر سے پچھتر سو برس میں بھی اس کے پاور ہاؤس نے کام کرنا نہیں چھوڑا، اور یہ ایک ایسا تسلسل ہے کہ اگر کوئی شخص اس پر قسم خوار ہے تو وہ حاکم نہیں ہوگا (یعنی اس کو کچھ روکنا نہیں ہوگا) اگر میں یہ جانتا کہ اس ملت کی تاریخ میں ایک مہینہ کی مدت بھی ایسی نہیں گذری کہ جس میں اس کا پاور ہاؤس بالکل خالی ہو گیا ہو، اور کوئی نہ لکھتا کہ عالم اسلام کے کسی حصہ میں ایسی جگہ میں بھی نہیں رہا، جو کچھ کو حق کہے، باطل و باطل کہے، تو یہ بات صحیح نہیں اور اس کی سب سے بڑی شہادت صحافت کی روایت ہے، کہ ”لا احرال طائفة من نعمتی قوامہ علی امر اللہ، لا یضرہا من خالفہا“ (الزمرہ بنی امت میں ہر دور میں، ہر زمانہ میں ایک جماعت ضرور رہے گی، جو حق پر قائم ہوگی، اور کوئی ان کی تقویٰ ہی مخالفت کرے، اور اس کی حد نہ کرے، ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔)

اب جس علاقہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ وہاں کے خدائیں جو وہاں کے قلاب ہیں وہ یا مرد ہو جائیں، یا غیر متحرک ہو جائیں، یا ان کی حرارت ختم ہو جائے، لیکن اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ یہ تینوں شرطیں ہم میں یہ کی جاتی ہیں یا نہیں، میرا یہ امر ہے، حرارت و حریت ہے لیکن حرکت نہیں ہے، ہماری زندگی میں قوت و قسط پیدا ہو گیا ہے، تو جیسے بہت ہوا پانی، رکنے کے بعد خراب ہو، شہر ہو جاتا ہے، اور اس میں قلعہ پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح ہمارے معاشرہ اور حیات ملی میں بھی فساد آجائے گا، تیسری بات یہ کہ آپ کے اندر حرارت بھی ہے، یعنی آپ کے اندر تعلق مع اللہ، عشق رسول، لٹکانے رب اور جنت کا عشق، ایمان کی قوت اور حق بات کہنے کی جرأت پائی ہو، تو پھر کوئی تقویٰ ہی سازش کرے اس جسم و خراب کرنے کی، جسم خراب نہیں ہوگا لیکن اگر قرب اپنے کا نہ کرنا چھوڑے، تو دنیا کی ساری ملتیں اور طاقتیں مع ہو جائیں تو اس جسم و زندہ نہیں رکھ سکیں، جس طریقہ سے کسی درخت کی اگر قوت ختم ہو جائے تو آپ



میں رہتا ہے اور اس کی ہر بات ہے۔

میں ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ایک بزرگ نے کہا کہ یہ رہا اس ایک بزرگ کے گھنے میں رہتا تھا تو میں اس میں قیہ بٹھی لی رہتا تھا (جو جمع من کل اور ہونے کے لئے کہتے تھے) ان کے خدمت میں تھے بنی امیہ بن ابی سفیان کا راجہ تھا، اب نہیں میں تھے تھے۔ خاموش مودب، اہل نظر اور تھا کہ سب نے سونے پر چاہے تھے ہیں "مکن علی ونوسمہ الطیر" حضرت فرماتے ہیں: "سب سنتے ہیں، اس کی علوم نہیں کہ یہ بات بولی کہ ایک یہاں سے ہوا ایک نے بات نہیں ایک نے اس کو کہا کہ کسی زمانہ کا جو بپا اور پل معصوم ہونے کے بارے میں نہیں ہے، ہم کی منہ کی میں بدوئی گئے ہیں، مجھے ہزار ہائی منہ کی میں، اس سے شہر اور شہر سے شہر، مجھے ہزار ہائی ہوا کہ "یہ ہوا کیا؟" یہ یہاں کی بات ہے کہ یہاں بزرگ اپنی پوری خصوصیات کے ساتھ نہیں نہیں، وہ ہوا کہ آج معصوم، وہاں ہے کہ جیسے لوگوں کو احساس نہیں ہے، بزرگ ہوا، نہ تھے نہ تھے، میں انھوں نے یہ "استجاب" حیرت دیکھی تو گھنے کی طرف اشارہ کیا میں مجھا کہ یہاں نہ ہوا، وہ وہاں ہے، میں وہاں تھے، وہاں مجھے تعجب ہوا کہ لوگ اب بھی خاموش نہیں ہو رہے ہیں، تو انھوں نے پھر گھنے کی طرف اشارہ کیا، تو میں اور ملنے لگے، میں نہیں سمجھا کہ یہ بات ہے اس وقت وزیرانہ کی زبان کے پرانے تھے اور فرمایا کہ گھنے کے وہی ہے، میں اس کے معصوم اس پر کہ نہیں کہ ہاںوں میں کی ہے بولی اور اس کی صورت ہے، جہاں وہ تھے، اب وہاں مجھ میں چاہتا ہے کہ ایک بزرگ نے اپنے معصوم اس کے پچھلے دینے کو لیا تھیں ماضی اور وہ شہر پر ہوا "اب آپ سب کو یہ کہنا کہ انرا اتفاق چارہ سترہ تو آٹھ ہوا تھا، پھر ان کا لکھنا تو ان کی تہ، گئے سب تو اس اپنے دوسریں، تو انھوں نے یہاں حال ہوا کہ "اب فرمایا، یہ سب نے اس حالت کو دیکھا ہے۔"

میں نے تو اس کی رات یہ تو ہے خدا

پہ وہ بولی گھنے تھے، مجھ جوتے تھے

جب خواص کو مہر دیکھیں کہ دولت کی نسبت ان کے دل میں بھی ہوتی ہے، عید اور عزت کی نسبت ان کے دل میں بھی ہوتی ہے، نہ تو ہمارے دل میں ہے تو تیسے ہے، ہر خواص نے کیا اثر ہوا ہے۔

نہی: ہمارے میں خواہش کا عالم تو یہ تھا کہ ایک کا ایک ہندو ایک ہندو بن جائے اور وہاں سے بادشاہوں اور مہتمموں کو لے کر ایک بڑے کچھڑے میں داخلہ ہو، ان کا نام چھڑا اور مسافر محمد بن عبداللہ، مہتمم ان اعلیٰ کا خطاب تھا، اپنے زمانہ کے بہت بڑے (شاید سب سے بڑے) شافعی عالم تھے، انھیں میں قیام تمام اس وقت کی کسی ہفت پر اندیشہ میں نہیں تھا، بادشاہ کو اطلاع دیا، بادشاہ نے ان کے ساتھ وہ عاملہ نیا جو علم لے کر تھے نہیں لے کر دیا تھا، بعد ازاں وہ بڑے جمعہ میں اس کے بعد وہاں کہیں سے اس کے معزز مہتمم آئے، وہ بھی اپنے پیار کے بادشاہ اور عالم تھے، ان کا مقصد تھا کہ اس ملک کے سب سے بڑے عالم شیخ عبداللہ بن ابی حنیفہ عالم ہیں، اور آج کل وہ معتدب ہیں، انھوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں ایسا کوئی عالم ہوتا تو ہم اس کو نہ لے لیتے، تعجب ہے کہ آپ اپنے یہاں سے ایسے عالم کے ساتھ لے کر آئے ہیں، بادشاہ نے فرمایا کہ اس کو کوئی مصلحت نہیں ہے، اس کو یہ خیال نہ کہ اس کو اس لیے لے کر آیا، وہاں چھپ چھپ مضافی مالک لوں اور انھیں بھروسہ ملا، کوئی میری بھی ہوئی، اور میرا مطلب کہ جو بڑے کا تو خواہش میں سے کسی کو لایا، وہ آپ کے لیکچر حضرت سے یہ کہنا کہ میں کسی مجلس میں بیٹھا ہوں تو وہ سخت ہیٹ لائیں اور اس سے ہی کہیں دیر انتظار نہ رہے گا، وہ بھی دیکھیں گے، اس کے بعد بات رفع دفع ہو جاتی تھی، آپ نے ان سے یہ فرمایا کہ انھوں نے کہا کہ میں خیال میں ہوں کہ انھوں نے تو اس پر بھی راضی نہیں کہ وہ میری دست پر ہی کرے، چہ جائیکہ میں اس کی دست پر ہی کرنا، یہ لفظ

۵۔ میں موجود ہے، بالکل ان کے الفاظ "لا ادری" ان بفعل یدعی فضلا علی ان بفعل یدو "ایسے ہی ہمارے دلی کے (جو حقیقی سوا میں دلی کہا) نے کے تھے ہیں (بہت سے مشائخ کا حکم دیا بھی یہی حال تھا، بادشاہ دلی نے ایک مرتبہ حضرت مرزا مظہر جان جانا سے کہا کہ ہندو نے مجھے بڑی دیر دی ہے، انھوں نے دی ہے، لیکھ قول فرمائیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے کہ "صاع الدنہ قلیل" (دنہ سے دنیا کی متاع قلیل ہے، اس قلیل میں سے ایک قلیل نڈرا ہندوستان ہے، پھر انھیں سے ایک قلیل نڈرا وہ جو آپ کے ہندو میں ہے، (مثلاً مشہور تھی، سائنس شاہ عالم فردوسی، چالم، انھوں نے قلیل میں سے میں بھی حصہ لیا تو کیا وہاں سے؟ ایسے ہی ایک مرتبہ بادشاہ نے کہا کہ میں ایک رقم چھڑا کرنا ہوں، آپ نے معذرت کی، بادشاہ

نے کیا وہ ہم میں تقسیم ہوا میں فرمایا مجھے اس کا بھی سلیقہ نہیں آپ اپنے لوگوں نے اور یہ تقسیم کرنا میں یہاں سے ہائے چلے جاتے قادرِ تمیز و تہمت ہو تجھے ختم ہو جائے۔ کئی دن ٹھہرے تو وہاں ہرگز تم ہو جائے گی مایہ نسی ہی سینگلوں تھے ہیں۔

یہ مشن تک نہیں، جو قوموں کے دلوں میں لڑی پڑا کرتی تھیں۔ دنیا کی دلوں کی محبت، قدرتِ انسانی ہے، "دند لوجب الذخیر المستعد" اور "ما من فی محبت انسان کی فطرت میں، اچھل ہے نہیں اس کے مقابلے میں یہ مشا میں حسبِ آتی تھیں، اختلافی، بنے یا نہی کی دینے کے جو دشمن بنے ہے یعنی کی تو قوموں میں ایمان تازہ ہو گیا کرتے تھے، اور وقت و مقام بعد آتی تھی، اور پھر مسطر معاش و معاشی طرز میں بہت تھا جسے حق ہو تا ہے۔

خود کے لئے صرف ایات و عزات ہی کوئی نہیں، بلکہ درست بھی ضروری ہے، و حرارت کہیں، تہ پیدا ہوتی ہے حرارت یہ ہوتی ہے، اگر اس سے حرارت پیدا ہوتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ کھینک اور آگ ہو پھر کوئی نہ ہے تو اس میں حرارت پیدا ہوتی ہے، پھر فقر و قحط کے قتل ہوتا ہے اس میں پڑھتے ہیں، اور یہ حضرات جن کے قتلے ہیں، انھوں نے کسی مجبوری سے اس کو نہیں اختیار کیا تھا، یہ ان کے اس کی آواز تھی، اور اس مجبوری سے ضرور اختیار کیا تھا کہ وہ اپنے دلوں سے مجبور تھے، یعنی اندر سے کوئی ان کے یہ کہتا تھا کہ نہیں یہ نہیں ہوتا، اور بات کے بندے نہیں ہیں، اس محافت و اختیار کے بندے نہیں ہیں۔ اس کی ضرورت ہے کہ یہ وہ اس کا وقت باقی رہے، اپنی خدمتِ حیات کے ساتھ اس میں

زندگی رہے، اس میں حرکت رہے، اس میں حرارت رہے، اور کوئی جلد کوئی مقامِ اللہ کے بندوں سے خالی نہ ہو، جن کو کوئی آہستہ نہیں، کا سکہ تھا کہ یہ ایک کئے، ہزار چھتیس سبب، اللہ نے طلسم کی مثال کے علم میں ہمارے کی ہے مثال میں نہیں بتائی، لیکن یہ کہ ایک کئے، اسی کو یہ بت نہ لگائی جائے، یہ سمجھئے کہ امت کی فعالیت کا مطلب ہے کہ ایک ہی دو دلی چاہے ہو، لیکن اس سے ہوں کہ مخلوق مشہور سے ہمارا ہو چلے ہوں "فاعلمت علیہ من سواء کرم و کرم" حضرت یوحنا نے متعلق امر (آج) کا مزید نے یہ بات کہی تھی، ادب و شرف نے پوچھا کہ آخر تم کہ کیا ہے؟ تمام مشر میں چچا ہے، تو اس نے کہا "ما نعلما علیہ من سوء" اپنی بات یہ ہے کہ کوئی امر وری ہم نے کی نہیں، لیکن قرآن بھی امر (آج) کا مزید ہی کام بل ہے، دوسرے امر وری









ازدواجی زندگی کے رہنما خطوط

[illegible]

الحمد لله حمده و مسبحه و مستغفره و نو من به و فتو كن عليه و  
يعوذ بالله من شرر انفسنا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل  
له و من يضل الله فلا هادي له و نشهد ان لا اله الا الله وحده  
لا شريك له و نشهد ان سيدنا و مولانا محمد ا عبده و رسوله صلى  
الله تعالى عليه و على آله و اصحابه اجمعين اما بعد فاعوذ بالله من  
الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم.

يا أيها الناس انظروا إلى الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها أزواجاً  
جاءت منكم منكم كثيراً ونساءً ، انظروا إلى الذي تدينون به  
والأرحام ، ان الله كان عنيداً .

تیرا خرافہ فرشتے نہ کر سکتے آباو

مضمرات آپ کے سامنے جہتیں پر ہیں جنہیں وہ رنگاں کے قطب کی سمتیں ہیں اور وہ مشہور ہیں، غرت ہیں، ان میں نور و ہخام ہے، خوشنود و فیض کے نئے بھی، اور۔۔۔ مری عمر کے لئے بھی اور ساری زندگی کے لئے ضابطہ دیات اور ہدایت ہیں، اور چری زندگی کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکام اور سر کی ہدایت نافذ کر آیا ہے، یہ آیت سورۃ النساء کی ہے، اسی سے عورتوں کا درجہ معلوم ہوتا ہے، کہ ان کے نام سے طویل سورۃ قرآن کوئی، جس کا ہر سورہ نام۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت و حدیث ان کا ایک مقام ہے اور ان کے حقوق ہیں اور اس کے

قرآن میں، ان نے بارے میں احکامات جیسا کہ پہلی آیت میں اللہ تبارک تعالیٰ فرمایا ہے،  
 يَا أَيُّهَا النَّاسُ سِخْلَب لِيَا كِي هِي هَا س لِي كِي هِي هَا س لِي كِي هِي هَا س لِي كِي هِي هَا س  
 ہے، يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ سِخْلَب لِيَا كِي هِي هَا س لِي كِي هِي هَا س لِي كِي هِي هَا س لِي كِي هِي هَا س  
 ہیں، فِطْرَتِي تَعَالَىٰ مَحِي ہیں، بِلْكَ شَرِي فِطْرِي، اَفْلَاقِي تَعَالَىٰ يٰٓاَيُّهَا سِخْلَب لِيَا كِي هِي هَا س لِي كِي هِي هَا س  
 بھی ایسا جوڑا ہے، جس سے دایاں زندگی کو شرعی طریقہ پر بھی، طبعی طریقے پر بھی اور فطرتی  
 طریقے پر بھی عمل کر سکتے، خود اللہ نے خطاب کیا ہے، کہ اے لوگو! رو اور لحاظ کرو اور اپنے  
 پروردگار کا کہ جس نے تم کو ایک جن سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کا جوڑا بھی پیدا کیا، اس کا  
 اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ یہ ایک حکمران آغاز ہے، تقدیر کا، ان کا، اور مسیحیوں کو معصومی بات نہ  
 سمجھو، ایک ہی سستی تھی، آدم علیہ السلام کی، اللہ نے اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور دونوں کو صحیح  
 طریقے سے ملایا، اور پھر اس کی برکت دی کہ ساری دنیا انسانی آبادی سے بھرنی اور بقول علامہ  
 اقبال کہ۔

ترا خراب فرمئے نہ کر سکتے قبا:

اس کہانی آہٹ نے آج کیا اور یہ نتیجہ تھا اس فکری، افلاقی، کائناتی تعلق کا جو دونوں میں ہو  
 "وخلق منها زوجا، و س مہمار جلا کثیر، و ساء" کہ وہ دونوں جب اللہ نے  
 علم سے مے اور انہوں نے ازدواجی تعلق قائم کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے نتیجہ میں، بقدر اہم دور  
 عورتیں پیدا کر کے، نبی و آباء و اجداد، فرمانبردار، و تقوا اللہ الذی نساء لوں بہ ولا حرام "زور اور  
 خاندان، اپنے پروردگار کا کہ جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو، تم نے کیا  
 ذرت سوال کیا تھا، ایک شریف خاندان سے اس کی بیٹی مانگی تھی، اس نے لئے کوئی ہوا اور  
 گنجشک نہیں تھی، نبی و آباء و اجداد میں تھی لیکن اللہ کے نہ کہ کوئی چیز میں لائے کہ آپ بھی مسلمان ہیں  
 ہمیں جوڑے کی ضرورت ہے، ہمارے بیٹے کو ایک رفیق حیات کی ضرورت ہے، تم نے اس  
 رب و عزت کے نام پر اس موقع پر زبان سے یہ لفظ نکالا اور نہ دہرایا (کہ آپ بھی مسلمان  
 ہیں، ہم بھی مسلمان ہیں، لیکن شادی کے بعد پھر اس نام کو نہ بھول جانا کہ کام نکالیں، کام چل  
 گیا پس اس کا کیا ہے، ان دونوں میں جب یہ نام یہ جائے تو نماز کو نہ پاؤ اور جب کسی کام پر نہ پاؤ، یہ  
 جائے کہ یہ لفظ کا ترجمہ تو اس پر تم سر جھکاؤ اور جب شریعت کا کوئی مسئلہ آجائے تو اس کو مات د

چاہے جتنا ہی نقصان ہو جب کہا جائے یہ زندگی کی ضرورت ہے اور فرائض ہیں ان کو بھی شرفی طریقے پر ادا کیا جائے، جو دم و رواج داخل ہو گئے ہیں ان کی کوئی اہمیت نہیں، بس آسمان و حدیث اہم ہے، ماہر تسلیم کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (مساء لون بہ ولا راحم) ماں اللہ کئے نام کو فراموش مت کرنا، اگر اللہ کے حوالے سے قرآن کریم کے حوالے سے کوئی بات کی جائے تو پرواہ نہ کر کہ ہم نکال لیا، اپنے مطلب نکال یا دای لے فرمایا اور رشتوں کا بھی خیال نہ کرنا، رشتے سے دوسرے رشتے بے کار نہیں ہو جاتے، ماں، ماں رہے گی، بیٹے، بیٹے رہیں گے، بھائی، بھائی رہیں گے اور اسی طریقے سے نہ سحر کے افراد ہیں ان کے جو حقوق ہیں وہ ان پر باقی رہیں گے۔

ان اللہ مکان علیکم رقیبا، اگر تم کو اس کو کون دیکھتا ہے، سب الگ ہو جائیں گے اس نے بعد ہم جو چاہیں گے کریں گے، انہیں اللہ تمہارا ہے اور تمہارا ہے، یہ نہیں کہ جس پر نکالنے کے کوہ میں جن کے گواہ بننے سے نکال دیا جائے فرشتے بھی گواہ ہیں، اللہ گواہ ہے جو مالک الذیہ و اشباہ، تب وہ فرماتا ہے ہم یہ دیکھیں گے کہ تم نے ایسا کیوں کیا تم نے اپنے کام کر لیا اس کے بعد شریعت سے کوئی مطلب نہیں تمہارا کام لے کر ایک شریف، عزت و خون کو اپنے گھر لے آئے تو اس مسئلے میں ہمارا حکم یہ ہے کہ یا ایہذا الذین آمنوا انظروا اللہ حق نقاہہ (اے ایمان والو! اور تم سے جو ایمان چاہتے ہیں سے ڈرنا) تمہارا موقع پر سیرت پر سیرت جاتے ہیں مبارک، روزی جاتی ہے لیکن خدا کے سوال علی اللہ علیہ و علیہ وسلم اس موقع پر آنے والی گفرتی کو بھارتا نہیں ہے وہ نہیں چاہتا ہے کہ اس کو بھارتا جائے انکار مبارک ہو، تقریب مبارک ہو اور گھر کی آہوی مبارک ہو، لیکن یہ نہ بھارتا، وہ کھوکھو، جب قبر، یا اسے جانے کو تو نہیں تم آج نکلتے کا اقرار کرتے ہو کہ تم نے ماریا اور قبول کیا، ایسے ہی جب دنیا سے جانو تم کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، شریعت پر ایمان رکھتے ہیں یہاں کے قبول کرنے سے مجھ و اور مخصوص قسم کی آہوی حاصل ہوگی زندگی کا نیا مزہ آنے کا لیکن اس کا کل پر حصے سے حصہ بنتا ہے۔

اسی لئے کہ کیا "انظروا اللہ" اے ایمان والو! اللہ سے ڈرنا، لگی پکی بات زبان سے نکالو سوچ کر یہ نہ کہہ کر سوچو، بھوک کر ہوا، نہ کہہ کر سمجھو، ہم نے قرآن کی ہم نے سچا قبول کیا پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، شاید کہنے میں غبار اور کرنا ہے میں جی نہ کرنا ہے میں کہ بات سمجھ کر کہو

بہت کچھ چاہئے کہ یہ ہر ترکہ کو منظور ہے قبولی ہے اس کے فرائض شرعی تقاضے میں اخلاقی نقطہ جسے تقابلی تقاضے میں ان کو پورا کرو۔

اللہ تمہارا حامی و درست فرم دے گا اور تمہارے لئے ان لوگوں کو مخالف کر دے گا، عام طور پر انسان کی تقریب کو ایک دہائی اور معاشرتی تقریب سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ بات ہے اس کے بعد جو زندگی گزارے لی وہ عبادت میں گزارے لی، اور جیسے کہ اس زمانے کے شاہ محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ اہل حب تک نماز پڑھتا ہے تب تک ثواب ملتا ہے اسلام بھیجہ تو ثواب ختم ہو گیا۔ لیکن لیکن کر لیے بعد سے آخر وقت تک ثواب ملتا رہے گا۔ نماز اے کمال کھائے گا، اس نیت سے ثواب سے کامیت کے ساتھ برے ہو گا، ساتھ رہے گا، اس ثواب برابر ہے گا فرمایا "ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظیما" جو اللہ کے حکم کی اطاعت کرے گا وہ پورے طور پر کامیاب ہوگا۔

وقت کا تقاضا کیا ہے.....؟

ایک بے موقع اور ناوقت محرم

میں نے دو صدیوں اور بچائیوں! رقم اعتبار نہیں لیتی تھی۔ ایک ایسے زمانے سے قطعاً رہتا ہے۔ دو صدیوں۔ یہ تو حیدر کا عقیدہ تھا۔ خاص نکاحات اور اس ملک نے پوری حیدریت کے لئے اعتراف و اعتراف کا صدیوں کے لئے تھا۔ آج کے زمانے اور کتاب و سنت پر عمل کو اصل دین سمجھتا ہے اس کے لئے شہر میں انہیں ایسے علماء اور ائمہ اور افاضل تھے۔ یہ ہیں جو بروایت حدیث پر عمل کرتے تھے اور ان کو خانہ دین میں اس کے لئے اور اعلیٰ و تشیع کو بدلتے نہیں بنایا جاتا تھا۔ خانہ دین کے علم و مسائل کی وجہ سے ان کا پورا اعتراف نہیں جاتا تھا۔ خود وقت کے عربی زبان و ادب کے بالکمال و آخر عرب استر (پیش کی فقیر تحقیق و تحقیق اور اس کے تعلیم میں خود ممالک عرب میں مٹی مٹی تھی) (انتقال) خاص باحدیث تھے۔ ان کے بعد رقم و وہی عراقی حدیث علماء و شیوخ نے اعتراف و حقیقت کو تصدیق کی۔ ہاں اس نے ان کی کتابوں اور شریعت و حدیث سے ایسا مترادف حدیث میں فیہ و الفہام اور خاص طور پر محدث طائیفہ حجاز و مدائن میں پوری صاحب "توفیق" (حدیث) "شرع" "فہم" "حدیث" کے علم و تحقیق کا عقرب ہے اور اس نے ایمان و تدریس حدیث میں ان کا فاضل، نہ شریعت سے غافل و اضمحلال اور اس زمانے سے حدیث کی سند سے حصول کا شرف بھی حاصل ہے۔

[illegible]

(۱) ان سے مراد غلام بن محمد بن یحییٰ، تہذیبی اہمیت کے لحاظ سے تقابلاً علامہ ابن ابی اسیر تھے۔

چند دنوں سے مصطفیٰ کے پاس ہندوستان کے مختلف اطراف و نواح سے خطوط آتے تھے کہ یہ مہم بہت تیز ہو گئی ہے اور اس سے خور مسلمانوں میں (جو دینی اور تہذیبی بنیاد پر سازشوں، جھوٹوں اور کردار شکنی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں) ایک انتشار خانہ جنگ کی سی صورت آ رہی ہے۔

جنوبی ہند، بھارت اور کئی ریاستوں اضلاع اور قصبوں سے ایسے خطوط آئے ہیں، فاضل ٹرائی مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاج پوری نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی، خود فقید امجد اور تہذیب اور ہونے کے جوئے وحشت پر انہوں نے اردو میں ایک منضصل کتاب لکھی ہے جس کا ایک عالم نے عربی میں ترجمہ کر دیا اور راقم سے اس پر مقدمہ لکھوایا۔ ان چکاچی و احتجاجی خطوط کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

راقم نے مناسب سمجھا کہ وہ اس مہم نے خلاف کوئی مخالفانہ و مقابلہ مہم شروع کرنے کے بجائے (جس سے مسلمانوں میں مزید انتشار پیدا ہونے کا خوف ہے) حضراتِ سماں سے حدیث کو آیات، احادیث و مخلصانہ اور براہ راست خط لکھے جس میں ان کو اس ”جھپٹا فہمی غیر جہاد و نقال فہمی غیر عدو“ سے اجتناب کرنے کی دعوت اور محاسن مشورے دے دے اور وقت کی نزاکت اور ہونی نسل کشی کی جو ہم اس وقت ملک میں چل رہی ہے اس سے آگاہ کرے اور یہ مشورہ دے کہ یہ وقت توجہ اور توازن کی حقیقی دشمن اور تکلیف دہرہ کا مقابلہ کرنے کا ہے (۱) اس لئے اس نے (احتیاجاً) عربی میں ہے ایک مراسلہ ترتیب دیا۔ (۲) اور اس ممتاز و نامور سلفی عالم کی خدمت کے لئے بھیجا۔

اس مراسلہ کے جواب میں سعودی عرب کے سب سے نامور عالم و دینی شخصیت علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز صدر دارالافتاء العلمیہ (۱) افتاء و سیکرٹری سیرت کہاوا اعلیٰ کاترائی نامہ آیا

۱۰۱۰ھ بمطابق مئی ۱۹۹۱ء کو مکہ مکرمہ میں اپنی مجلس ”مجمع العلمیہ“ (۱) میں ایک اجلاس میں بروز جمعہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۰۱۰ھ بمطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء میں منعقد ہوئی تھی اس جلسہ پر دعوت پر دینی اعلیٰ دارالافتاء (۲) نے بیان فرمایا کہ یہ مذہب فہمی اور تقلید و سرایت کے خلاف مہم یا نہ مہم اسلام میں انتشار ہے نہ کیا جائے (علامہ و القاری

الناصح بن محمد مونس بن عیاض) فقہی ہیں المذہب اور المصنوع الصالحی من بعض اصحاب (۳) (۱) ان کے بیان میں اس نے ذکر کیا تھا کہ اولمب لکھ طو جس کے بارے میں محدث اور اس سے کوئی سیاق یا نہ تھا تو رد و ناجائز ہے۔



سے سرشار ہوں، ایسا نہ ہے۔ ماحجہ نہ تھا، اپنے فرائض اور ملی مائتہ کو دوسرے مذہب کو بچانے میں نہیں اکتفا کرتے، یہاں جواب دہی کا فیہ معمولی شعور و حساب کتاب کا خوف ہوا، اس بناء پر اس موقع کا رخ کے اوپر اور دعائیے راشدین سے بہرام اور تائین عظم کے عہد میں فقہی و مذاہب مسائل معلوم کرنے کیلئے ایسے مذاہب سے رجوع کرنا عام بات تھی جو مذہب ایسے میں راسخ و مہر رہتے تھے۔ اس کے ساتھ انفرادی و اجتماعی مسائل اور مذاہب کے علی و علی کے ذریعے مذہب کے علماء اور قرائن احکام کے مطابق مسائل کی رہنمائی کو دیکھنا اس بات پر اس جواب اور تقریب بھی کا قریب تصور کرتے اور اس بات کی ادا نشی کو اپنے اوپر ایسی ضروری سمجھتے تھے جس کے بعد ان میں قیامت کے دن ان کا جواب دہ ہونا کے

اسلامی تاریخ کے ازمین دور میں اسی خاص اور متعین فقہی مذاہب کو یا کسی مخصوص مذہب پر جس پر افراد سے ملی فقہی احکامات میں رجوع کرنا ضروری نہیں تھا۔ اور اس کا القاء اور کوئی پابندی تھی۔ بلکہ مائل کی شخص سے بھی دینی و فقہی احکام مسائل معلوم کر لیتا تھا، اس کے کہ اس دور میں یہی تفسیر تھی پھر ایمان و قیام کی روں عام طور پر وجود تھی اور مذہب سے معلوم کرنے و مقلد رہائی کا جذبہ اس عہد کے تادمہ کوں میں پایا جاتا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ کسی مہولہ مسرت اور ہرجہ بحث و تحقیق کے تحت قائم تھے۔

پھر دور و قیام مذہب کے اس کے مذہبوں کی رسالت اور محبت و وقت پہنچنے کی خاطر حق مذہب کی حق و تلاش کرنے کیلئے تلاش کے لئے لوگ ایسے آتے تھے کہ ان کی طرف رجوع کرنے لگے جو اس کی بہتر نمائندگی و ترجمانی کرے اور جس کے علم و تحقیق و مائتہ بہ نسبت اور تقویٰ پر امتیاز و اعتبار کیا جا سکے۔ چنانچہ کسی خاص مذہب کی طرف رجوع کرنا ایک عام اور قلیل تعداد افراد کا حق نہ تھا۔ جو ہندو و بھی تھا اور مائل و مصلوٰی تھی اس میں رجوع میں و قیام کی برائی تھی۔ و نہ رجوع کرنے والے کو شرک و بہ عت کا مرتبہ و از ادب امت کا ناقص قرار دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے مذہب اسلام میں پھر فقہی مذاہب کے کسی ایک طرف رجوع کرنا عام بات ہوئی۔ اس رجوع نے قیام کوں کے اندر مذاہب میں پیروان و مائل طرز عمل کی بہت یا اثر دیا کا مادی کیا اس لئے کہ اصحاب اختلاف سے شرعی معاملات میں رجوع اور ان کے ہر کے ہوئے احکام پر عملدرآمد کی بنیادی شرط یہ تھی کہ وہ مسائل و تحقیقات



کتاب و سنت کے مطابق ہوں، کہ بنی: دونوں سرچشمہ بہ اہمیت ہیں ان  
 دینی و شرعی احکام معلوم کرنے کیلئے کسی خاص فقہی و منتخب قمری حرف و جوح اور اس کے  
 اثر و بھرتہ میں کے اجتہاد اور فقہی بصیرت پر اعتماد و اتہار کرنے کی وجہ کتاب و سنت سے مسائل کا  
 استنباط کرتے اور انہیں دونوں سرچشموں سے سبب فیض کرتے ہیں (ضرورت تو اس دور میں او  
 ر بھی بڑھ گئی کہ یہ زمانہ خاص طور قمری، اپنی اپنی اعتقاد، مادی کشش فتنوں اور جدید چیلنجوں کا  
 ہے ہر قسم کے اخلاقی قید و بند سے گلوہ اسی وقت آزادی حاصل کرنے نفس کی خواہشات و تہذیبیات  
 اور معاشرہ زمانہ کے ساتھ دینے کو دور ہے اس کا پورا مشاہدہ ان ملکوں میں اور مشرق میں ہو رہا  
 ہے جہاں شرعی حد و قیود اور دینی و اخلاقی قدروں سے بے قید و آزادی کی زندگی پائی جاتی  
 ہے۔

انجی و افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے نازک اور پرخطر فیصلوں اور آزمائشوں کے دور  
 میں برصغیر ہندوستان جیسے ملک میں امنہ اور جد کے فقہی مکاتب فکر کے خلاف زبردست  
 یورش کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اس میں خاص طور پر اختلاف کوئی نہ بناوچار ہاتھ جن کی اس  
 ملک میں نظریات ہے اس طرح کی چورش کا نہ تو یہ وقت ہے اور نہ ہندوستان اس کی مناسب  
 جگہ ہے اس طرح کی سرگرمیوں سے بجز اختلافات میں اضافہ اور اپنی اعتقاد کے کچھ حاصل  
 نہیں کیجئے ہندوستانی مسلمانوں کو اس وقت یہ ضرورت اتحاد و اتفاق کی ہے۔ اس لئے کہ  
 انہیں بت پرستان اور مشرکانہ اور زنادینی حائقوں اور مغرب کی محاذ تہذیب و ثقافت کے چیلنج کا  
 سامنا ہے۔

اختلاف کے خلاف جدوجہد اور جدوجہد شروع کرنے کے بجائے اس کی شدید ضرورت ہے  
 کہ مشرکانہ، عقائد و اعمال کے خلاف پوری قوم اور پوری طاقت لگا دی جائے کہ ہم ہندوستانی  
 مسلمان جس، کوئی میں، رہتے ہیں و مرکز اسلام سے دور ہونے کی تاہم پر شرک و بت پرست کا  
 قدیم زمانہ سے مرکز رہا ہے، ان ملک کی زبان و ثقافت بھی سماجی زبان و ثقافت سے قطعی  
 مختلف ہے۔ ہندوستانی مسلمان اپنے غیر مسلم بھائیوں کے شرکانہ عقائد و اعمال و بدعتات  
 خرافات جاہلی رسم و رواج اور شاہکی دلچسپی اور پرستش لاء میں ان سے متاثر ہیں۔ اس بات کی شدید

ضرورت ہے کہ نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت پر ساری توجہ اور توانائی صرف مرکوز جائے۔ کہ مسلمہ نسل کے اس ملک میں بقاء و تہذیب کا سارا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ کس حد تک اپنے عقائد و تہذیب و تمدن، دینی غیرت و حمیت اور اسلامی تشخص و امتیاز کو باقی رکھ سکتے ہیں۔ یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ملک میں تہذیبی و ثقافتی فساد کے اثرات ناقص ظاہر ہو چکے ہیں (اس دینی ارادہ کا لفظ استعمال کرنے سے گریز کر رہے ہیں کہ یہ لفظ دینی و مذہبی اور ملت پر ٹرائل ہے اس کے اندر بڑی شرافت ہے)۔

اس ملک کیلئے سب سے زیادہ بہتر مہمچ اور اصولی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا ہے جس سے آثار و تہذیب و تمدن، دینی تعلیم و بصیرت کا حال تھا۔ ان کا شن جاری رکھنا پھر اس علمی و فکری تہذیب سے تعلق یافتہ اور شریعت پر مشدداً ماسلمین سید احمد بن عرفان شہید (ش ۱۲۳۶ھ) جیسے دینی و مجاہد ہیں۔ جن کے دستِ مبارک پر ہر قسم کے شرک و بدعات و فحاشیات اور جاہلی مذہبات و اطوار سے توبہ و پیمت کرنے والوں کی تعداد تیس لاکھ ہے اس توبہ و پیمت کے بعد ان لوگوں کے اندر ہر قسم کے شرک و بدعت اور جاہلانہ رسوم و رواج سے سخت نفرت پیدا ہوئی۔ اس کے ساتھ دینی غیرت و حمیت میں بھی نمایاں اور ممتاز تھے جن غیر مسلموں نے سید صاحب کے ہاتھ پر سہم قبول کیا ان کی تعداد چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) سے کچھ زیادہ ہی ہوئی جاتی ہے۔ یہی حال ان کے چاشمین اور قوت بازو، مجاہد کبیر مولانا شاد محمد اسماعیل شہید (ش ۱۲۳۶ھ) صاحب "تقویٰ الایمان" کا تھا جن کی کتاب توحید خالص کے بیان اور شرک و بدعات کی تردید میں سب سے مزید و حائق اور سوتر کتاب شمار کی جاتی ہے اور جسے پڑھ کر ایک بڑے سعودی عالم نے کہا کہ یہ کتاب توحیدی "مہجرتی" ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۱) انہیں ہے ہر مہجرتی ہے ورنہ نہ برائی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## خرابی کی جزیرائی اور پاپ کی خواہش ہے

۹ جنوری ۱۹۵۱ء کو کچھ برٹش میڈیکل ہال کھنڈ میں ایک محفوظ مقام پر ایک قبرستان میں شہر کے سربراہان کے دور میں تعمیر شدہ قبرستان کے ایک کتبہ کی جانب سے ایک قدرتی طور پر برقی قوت

### تاریخ کا مطالعہ:

دو سو اور پچھتر سال سے آباد ہیں، ان کی سٹریٹس میں برقی قوت کی تاریخ محفوظ ہے، اس تاریخ کی سطح پانی کی سطح کی طرح برابر نہیں، اس میں سخت نشیب و فراز ہے، اس میں آدمی، کہیں اونچے نظر آتا ہے، کہیں نیچے، کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسان کی تاریخ نہیں، فوجیوں اور درندوں کی تاریخ ہے، سب کی تاریخ ہے، مگر انسان کی تاریخ نہیں، اس کے مطالعہ سے انسانوں کا سر جھک جاتا ہے کہ ہم میں ایسے افراد بھی کمزور ہیں، یہ فیصلہ تو سنے والی سسٹم کریں گی کہ تم اور آپ کیسے آدمی تھے، لیکن یہ اندازہ ہم کر سکتے ہیں کہ انسانوں کا پچھلا ریکارڈ کیسا ہے؟ اس میں بعض ایسے دور نظر آتے ہیں کہ اگر ہم چلو تو تاریخ سے ہم ان اوراق و نکال دیں، مابعدہ نظر ہے کہ ہم بچوں کے ہاتھوں میں رہے کو تیار نہیں، تجھے اس کی کہانی سنائی نہیں، لیکن مجھے ایک حقیقت کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ تاریخ میں جو ایسے گواہ دوں گے کہ ہم اس میں خرابی کی جزیرہ کیا ہے؟

جب تک سوسائٹی میں برائی کا رجحان اور بگاڑ کی صلاحیت نہ ہو

کوئی اس کو بگاڑ نہیں سکتا:

حضرات اہل علم و ادب کو کسی خاص طبقہ یا چند افراد اور بعض اوقات تنہا کسی فرد کو پوری سوسائٹی کی خرابی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان خراب عناصر نے یا اس بگاڑ کے ذمہ دار نے پوری زندگی کو غلط رخ پر ڈال دیا تھا، لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں، میں تاریخ کے مطالعہ کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ ایک پچھلی تالیف کو گنہگار نہیں ہے، لیکن ایک فرد سوسائٹی کو بگاڑ

نہیں سمجھتا، سمجھتا ہے کہ اچھی سوسائٹی میں رہنے والی جانور نہیں ہو سکتا اور کھٹے ٹھنکے لہر مر جائے گا۔ اس صحنہ کی کھلی کوپانی سے نکال دیا جاتا ہے تو وہ ٹھنکے لہر سر جاتی ہے، ان طرفت جو سماں کی نہانی ہی بہت افزائی نہیں کرتی وہ نہایت خوش آمدید کرنے کے لئے تیار نہیں، اس میں برائی تو اپنے کائنات میں کام چھپنے کے کام دہرہ دہرہ کرتی ہے۔

ہر زمانے میں چھپنے والے انسان ہونے میں نہیں سب برائیوں کا ان کو کام دہرہ دہرہ کرتا ہے۔ تمام برائیوں کو ان کے رشتہ کو پہنچا کر ٹھنکے ٹھنکے ہوئے تھے تو اس کا یہ مطالبہ نہیں کہ چوری زبردستی کو چھپا دے، اس طرفت چاہتے تھے زبردستی کو مزید دیتے تھے، بلکہ بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں سوسائٹی میں خود خرابی آگئی تھی، اس زمانہ کا ضمیر کلمہ دہرہ دہرہ کرتا تھا، اس میں ہر انسان کا رشتہ تھا، اس کے اندر اندر حیرت انگیز اور خواہشات کو پورا کرنے کی ہر دہرہ دہرہ خواہش پیدا ہوئی تھی، وہ خود غرض اور نفس پرست بن گیا تھا، جس کی ہر ٹھنکے ٹھنکے جانے والی ہر دہرہ دہرہ اپنے آپ سے ہر قسم سے کسی طرح روک نہیں سکتے، آپ اس کو دہریوں میں جکڑ کر رکھیں، آپ اس کے شب بھی ان چیزوں سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

### خود غرض انسان:

ہر زمانہ میں کچھ ایسے افراد رہے ہیں جن کا عقیدہ تھا کہ جس ہم اور ہمارے اہل و عیال انسان ہیں اور سب ہمارے نہ جہ ہیں، کچھ ایسے انسان بھی ہیں، جو کہ ان کے انسانوں کو بہت دیکھتے ہیں، لیکن وہ خود اپنے ہی حق میں وہ حالت کو انسان سمجھتے ہیں، یہ لوگ اس یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں اس نہیں کے کتبے کے اس یاد دہا نہیں، انہیں انسان ہونے میں ایسے انسان ہمیشہ رہے ہیں جو اپنے اپنے مسائل اور مشقتوں کو دیکھنے کے لئے خود راہیں رکھتے ہیں، اور دوسروں کو دیکھنے کے لئے ان کی آنکھیں بھی بند ہوتی ہیں، بعض لوگ، جنہیں رکھتے ہیں، ایک سے اپنے کو دیکھتے ہیں، دوسری سے نہ مہربانیاں دیکھتے ہیں، نہیں نظر بھی نہیں آتا کہ انسان کہاں ہے؟ یہ اندازہ یہ کہ ان کے پاس ہر جہ ہے کہ اس کے اندر یہ ان کو اپنے ہی آسمان سے ہاتھیں کرتے نظر آتے ہیں، ان کو اپنی رافتی پرست اور دوسروں کا پیارا زور و خطر آتا ہے۔

اصلاحات اور سدھار کی مختلف تجاویز اور تجربات۔

وہ یہ کہ مختلف انسانوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق زندگی کے سدھار کے طریقے سوچے اور ان پر عمل کرنا شروع کر دیے۔

کسی نے کہا کہ ساری خرابی کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کو پیت بھرائی کے کوئٹے ملنا، مٹی کی زندگی کا سب سے بڑا رول ہے، انہوں نے اسی مسئلہ کو اپنا مشن بنالیا، اس نے نتیجہ میں پاپ اور بڑا، پھیلے لوگ کمزور تھے، پاپ بھی ان لحاظ سے کمزور تھا، انہوں نے جب خون سے انکسٹن دینے اور قوت و بات بڑھائی تو ان کے پاپ بھی طاقتور ہو گئے، اس پر انہیں خمیر بدل، غیر زمین پر انکسٹن۔ طاقت بڑھ گئی۔۔۔ بے گھر ہو گئی، فرق اتنا بڑا کہ پیسے پہنے پیروں میں پاپ ہوتے تھے، اب زرعی برقی گاڑیوں میں پاپ ہوئے تھے، پیسے بے زور اور بے بند ہاتھوں سے گزرجاتے تھے، اب طاقتور اور ہنرمند ہاتھوں سے ہنی سب گناہ کرنے لگے۔

کسی نے کہا تعلیم کا انقلاب کیا جائے، بنائے، ناخواندگی، فساد کی بڑے اور تمام خرابیوں کی اصل وجہ ہے۔ علم بڑھ، لوگوں نے معصومات حاصل کئے اور نئی نئی زبانیں بنائیں، لیکن جن کا خمیر فاسد اور ذہن بیز حواس تھا، اول کے اندر پاپ رہا، تھا انہوں نے علم کو فساد اور تحریک کا ذریعہ بنالیا، کھلی دہشت کے کھلم کھلو، لوہاری کا فن آج کے تو وہ بخوبی توڑ، کھینچے گا۔ اب اگر کسی میں خدا کا خوف اور انسانی ہمدردی کا رجحان نہیں ہے اور ظلم و ظم اس کے ضمیر میں چڑا ہوا ہے تو ظلم اس کے ہاتھ میں ظلم اور ذہن و فساد کا قندو ہے جو واسی کو گناہ اور چورق کے لئے سننے و حتمت سکھائے گا۔

جنس و نسل نے تنظیم کو اصلاح کا ذریعہ سمجھا اور اپنی ساری قوتیں و کوششیں کی تنظیم پر صرف کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گزرتے ہوئے افراد کا ایک بکڑا ہوا مجموعہ تیار ہو گیا، جو کامیاب تک غیر منظم طریقے پر ہوتے تھے، اب منظم طریقے پر ہونے لگے، اب سرزیش اور تنظیم کے ساتھ منظم چوریار ہونے لگیں، نوجوانوں نے اخلاقی تربیت، دل اور ضمیر کی اصلاح کی طرف توجہ دی، جیسے ہے، پہلے لوگ تھے، ان کو منظم کرنے کا کام سمجھا، نتیجہ یہ ہوا کہ بد اخلاقی کوئی طاقت حاصل نہ ہوئی، تنہا تو کھوں کا کڑا کوڑا اور پڑوں اور بد اخلاقوں کی تنظیم نہ ہوتی تو اچھا تھا۔

کسی نے کہا کہ زبانوں کا امتزاج اور کثرت قدرت و فساد کی بڑے زبان ایک اور مشترک

ہوتی ہے۔ بے مادی میں ملک کی ترقی کی قوم کی خوشحالی اور انسانیت کی خدمت ہے۔ لیکن اگر لوگ نہ بدلیں، خطبات نہ بدلیں، دلوں کی خواہشات اور اندر کے رذائل نہ بدلیں تو زبان کے بدل جانے یا ہوش کے ناپید ہوجانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ خوش کیجئے کہ اگر ساری دنیا کے چور، بے رحم، پیشہ ایک بوجی ہو گئے، اور ایک ہی زبان اختیار کر لیں تو اس سے دنیا کو کیا فائدہ ہوگا۔ اور اس نے چوری اور جرائم کا کیا سودہ ہوگا؟ میں تو سخت ہوں کہ اس سے بچانے اس کے کہ چوری اور جرائم کم ہوں، دنیا بدلتی ہے اور بھرم کی شے ختم ہوتی ہے اور وقت ہوتی ہے۔

کسی نے کہا کہ حق کا سب سے بڑا کام اور انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ پھر ایک ہوش ہے، بکریا۔ آپ کو معلوم نہیں کہ یہاں تہذیبیں نہیں نکلتی۔ ہوش نکل رہا ہے۔ "سم پند، دیگرے نیست" کا مطلب جذبہ نکل رہا ہے، ہمارے بہت سے رہنما بے سوچے سمجھے کہتے ہیں کہ اگر قوم دنیا کا پھر ایک ہو جائے تو انسانیت کی ناؤ پر دھل پونے کی، اگر پورے ملک کا پھر ایک ہو جائے تو اس ملک کے رہنے والے شیر و شمر ہو جائیں گے، لیکن وہ تو پھر ایک ہو کر ہونا مقید نہیں، دل کا ایک ہونا مفید ہے۔ کہنے والے نے غلط نہیں کہا کہ

یک دلی از یک زبانی بہتر است

اگر لوگ ایک دل نہ ہوں تو ایک زبان بہتر ہے ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔ بولوں پہلے سے ایک زبان جس اور میں کی تہذیب اور پھر متحرک ہے، ان میں کوئی بہت اور اتحاد ہے۔ دنیا وہ ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے، کیونکہ ایک دوسرے کو دھوکا نہیں دیتے، ایمان میں سے نیک دوسرے سے عاجز اور پریشان نہیں ہیں، کیا ایک کچھ، ایک زبان اور ایک تہذیب کے لوگ آپس میں نہیں لڑتے۔

بعضوں نے کہا کہ بس ایک ہو، لیکن جب کسی زیر دست کو کریانہ کپڑے کی خدمت پڑ جائے اور جیب کترنے کی لت مل جائے تو کیا وہ لباس کا احترام کرنے والا ہوگا، یا وہ شخص اس جیب سے اپنے ارادہ سے باز رہے گا کہ اس کا جیسا لباس دوسرے کے جسم پر ہے، انسانیت کا احترام دن میں نہ ہو تو لباس کا احترام کیسے پیدا ہوگا؟ لباس کی قدر و قیمت تو انسان کی وجہ سے ہے۔

دل کی تہذیبی کے بغیر زندگی تہذیبی نہیں ہو سکتی:

دوستو! انسانیت کے مسائل اور مشکلات کا حل نہ لباس کی یکسانی ہے، نہ زبان اور

تہذیب کا اشتراک، ملک و وطن کی وحدت، علم و دانستہ و مذہب و تنظیمات، سماجی و قانونی کی فکرت، امن و مسرت میں کوئی ایک جی ایسی طاقت نہیں جو دنیا کو ہر طرف سے اسبب تکلیف کی دنیا نہیں بدلتی باہر کی دنیا کے بدل سکتی۔ پوری دنیا کی ہمارے اور اس کے درمیان ہے اور ان کی کامرانی کا مالک ہے۔ اس کے بغیر سے شروع ہوا ہے ملک کی جتنی میں ملتی۔ ہر طرف سے ہمارا اثر و رسوخ ہے، جس کو ہمارے انسانوں کی طرف سے ہوتا ہے، یہاں سے ہمارے شروع ہوتا ہے اور ساری دنیا کی میں پھیلا جاتا ہے۔

جنگ خیمبر انسانیت کا مزارع بدست ہے:

خیمبر نہیں سے لینا کام شروع کرتے ہیں، وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ سب دنیا کا تصور ہے۔ انسان کا دل بڑا کیا ہے، اس کے اندر چوری، ظلم، دغا بازی کا چند پارہوں میں پیدا ہوتی ہے، اس نے اندر خواہش کا مضرب ہے، جو ہر وقت اس کو چور بننے پر مجبور کرتی ہے اور وہ سچے کی طرح اس کے دشمنوں پر حرکت کرتا ہے۔ جنگ خیمبر کہتے ہیں کہ ساری خیمبروں کی تباہی سے کہ انسان اپنی اپنی ہے، اس کے اندر ہر کی کا چند پارہ اور اس کا ہر دست میلان پیدا ہو گیا ہے، اس لئے سب سے شروع ہوا۔

خیمبر کا یہ ہے کہ اس کے دل کی اصلاح کی جائے اور اس کے من کو بدلنا چاہیے۔  
 وادوں کو نہ کرتے سمجھتے ہیں، اس منظر سے امن کا وہ جس قدر بڑھتا ہے، دنیا میں کسی کا نہیں تھا، ان کو کھانا پینا دشوار، جاتا ہے، کھانا و شہادت پسند ہوتے ہیں، وہ یہ نہیں کرتے کہ وہی ہمسایہ ان کو اس کے پیچھے پڑ جائیں، اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ غریب و تارک ہے، ان کی زبان نہیں، وہ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کے پیٹ بھر گئے کا وہ مان کر رہا ہے۔ ان کے ہاتھ سے ان کے ہاتھ سے دیا جائے تو یہ ایک دھوکہ ہے، ان کی انتظام ہونا، وہ اپنی فضا، یہ ہے حالات پیدا کرتے ہیں کہ ان کو اس سے دور اس کی بھانک نہ بھگتی یا نیک اور خود اپنے گھر سے ان کو ان کو لئے پاس آئے ہر ایک۔

اس کے برخلاف لوگ ایسے نکات پیدا کرتے جاتے ہیں کہ ان کے لئے فضا، وہ ایک جگہ جمع ہوتا پیدا ہوتے، یاد رکھئے کہ ان کے انہی میں تہذیبی نہیں ہوتی، اور ان کی تقسیم یہ اس کا انتظام کر دیا یہ تو ان کے بعد بھی ان کو یہاں ہی مغموم ہے کہ دوسروں کی جھوٹی کے ان کی جھوٹی میں آجائیں اور ہر طرف سے سمت ان کے قدموں سے نکلے جائے۔ آپ نے شاید

الف: ایسا فاقہ، پڑسانہ اور غریب و بھاری ہے جس میں ایک مقام پر جانچو اس نے دیکھا کہ ہماری  
 کوئی بات بہت ضرورت مند ہو سکتی ہے۔ اندھوں کے سب سے پہلے تو یہاں کے لوگ ان کے لیے کچھ نہیں  
 کے لیے ایسے کام پر آگئے ہیں جن میں سے قریب متعلقہ کو ایک پرانا ہے، انکی قوم کی ہر  
 میں ہر درجہ ان کے قریب پہنچنے کے کام میں نہیں کوئی کوئی نہیں ہے۔ سب سے پہلے ان کی  
 ان کے قریب ہر سب کی ہر قوم کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔  
 ہر درجہ کے کام میں وقت سارا خرچ کر دینے سے نہ ہی نکلے گا۔ چنانچہ یہی ان کی اصل ترقی ہے۔  
 مقررہ میں سے وہ نہ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ اور ہر قوم میں ہر قوم کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔  
 پرانے ترقی کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔  
 ہر قوم کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔

یہ قوم کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔  
 ہر قوم کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے ہے۔  
 (Magnate) کہتے ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ وہ اس کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔  
 ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔  
 ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔  
 ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔  
 ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔  
 ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔  
 ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔ ان کے لیے ہیں۔

ایسا کہہ دو اور قوی:

آپ میرے ان الفاظوں پر غور کریں، یہ سب تاریخ کے واقعات ہیں، ہماری آپ کی  
 انی انی میں ایسا ہو چکا ہے، تاریخ میں ایسے واقعات گزرتے ہیں، جو ان فرضی قصوں اور افسانوں  
 کے کہیں زیادہ حقیقت انگیز اور عجیب ہیں۔ یہ آج کے دور میں اور اس طرح کے واقعات



تیس۔

مگر رسول اللہ ﷺ کی دین میں آئے کے کچھ حصہ جدا کرتے ہیں کہ ایک مسلمان اپنے ایکہ  
 زخمی بھائی کی تلاش میں پانی لے کر نکلا کہ شاید پانی کی ضرورت ہو تو میں ان کی مدد کرتا ہوں۔  
 زخمیوں میں ان کو اپنے بھائی کی تلاش میں لے کر نکلا کہ شاید پانی کی ضرورت ہو تو میں ان کی مدد کرتا ہوں۔  
 نہیں سنے چنانچہ پھر کڑی تلاش کیا تو زخمی نے ایک دوسرے زخمی کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے ان کو  
 پاؤ، ان کو اٹھائیں، سہم ہو جائے تب بھی انسانیت کی بلندی کے لئے ہائی تھا اور تاریخ کا ایک  
 یہ انکار اٹھاتا تھا لیکن واقعہ یہی تھا کہ سہم ہو جائے تب بھی انسانیت کی بلندی کے لئے ہائی تھا اور تاریخ کا ایک  
 نے تیسرے زخمی کی طرف اشارہ کیا، اس طرح ہر زخمی اپنے پاس والے زخمی کی طرف اشارہ کرتا  
 رہا۔ یہاں تک کہ بالآخر ہر کمانے پر پہلے زخمی کی طرف پہنچا تو وہ دم توڑ چکا تھا، دوسرے نے پاس  
 پہنچا تو وہ بھی غصت ہو چکا تھا، اسی طرح سے نئے نئے دیکھ کر یہ سب زخمی وینا سے چپے گئے  
 لیکن تاریخ پر اب ایک نقش چھوڑ گئے۔ آج جب کہ جہاں بھائی کا پیٹ کاٹ رہا ہے، اور ایک  
 انسان دوسرے انسان کے لئے سے روٹی کا ٹکڑا کھینچ رہا ہے، یہ واقعہ تاریخی کا پیمانہ ہے۔

ایک دفعہ محمد رسول اللہ ﷺ کے کچھ مہمان آئے۔ آپ ﷺ نے یہاں کچھ کھانے کو نہیں  
 تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو کون اپنے گھر لے جائے گا۔ ایک سہمی حضرت ابو طلحہ انصاری  
 نے اپنے کوشش کیا اور مہمانوں کو لے گئے۔ گھر میں کھانا کم تھا، گھر میں یہ حضور ہوا کہ بچوں کو  
 سدا دیا جائے گا اور کھانا مہمانوں کے سامنے رکھ کر چراغ بجھا دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔  
 مہمانوں نے غلام یہ جو رکھنا اور ابو طلحہ جو کئے انھوں گئے۔ مہمانوں کو اللہ میرے میں پتہ چلے نہیں  
 پایا کہ ان کا میزبان کھانے میں شریک نہیں ہے اور وہ خود لی ہاتھ دینے تک لے جاتے رہے ہیں۔

انسانیت کا درخت اندر سے سرسبز ہوگا:

پس جو غیر انسان کے اٹھ تہذیبی پیدا کرتے ہیں، وہ نظام بدلنے کی اتنی کوشش نہیں  
 کرتے، جتنے مزاج بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، نظام بیک وقت مزاج کا حامل رہا ہے اور دل نہیں  
 بدلتا، مزاج نہیں بدلتا تو کچھ نہیں بدلتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ دنیا غراب ہے، زمانہ غراب ہے، میں  
 نکتہ ہوں کہ یہ کچھ نہیں بلکہ انسان غراب ہے۔ کیا زمین کی حالت میں فرق چاہیایا ہوگا اثر  
 بدلتا ہے، کیا سورج نے گرمی اور روشنی دینی چھوڑ دی، کیا آسمان کی حالت تبدیل ہوگئی، کس کی





تیسری طرح کے درجے کے قہر میں دلچسپی چاہو اور استوار امن کی زندگی گزارو۔ مرنے کا رعب غلطی سے جو دور سے رہتو رہنا ہے تو رعب کھینچ کر بھی بڑا شکر گزار رہو۔ یہی اس طرح کا قہر ہے، جو اس کی زندگی کے چیلان سے انعام ہے۔

دو تھانوں پر پہنچے ہیں اور پھر نئی اسلامی عمارتوں کی بے ٹوٹ خدمت میں  
غرض بہت کاراج ہو چکا۔ وہاں کے قلعے کے اپنے افسانوں کی طرح دیو کے پیر ایسی قوم  
ہے اور جو قلعے کے موقع پر پیش پیش اور قلعے کے موقع پر اور دیکھ آئے۔

خوابِ شہادت کی تہنیں سکون کا راستہ تھیں:

آج، حیاتی ساری مرید نہیں بظاہر ہیں اور غور پر محسوس ہوتی ہیں کہ قوموں اور مملکتوں کی حالت سے ملنے میں کیا بات اور خواہشات کی آغوش میں ہونے والی باتیں، انسانی فرائض اور اصلاحات کی حالت کا راز کونسی چیز ہے؟ ایک فرد کی خواہشات کی کمی پر کسی قوم کا تکلیف ہے، خواہشات کا یہ سبب ہے کہ وہ نقصان پہنچے، اور وہ کوئی حال ہے کہ وہ معدوم اور برباد ہو جائے اور دنیاوی امور میں مشغول ہے، واقعات کی دنیا میں رہ کر دیکھتے تو اس کی بات میں ہر فرقہ ہے ایسا آدمی کی زندگی میں کئی خواہشات کو بھی پورا کرنے کی کوشش نہیں کر سکتا، یہی وہ حالت ہے جس میں پوری نہیں ہو سکتی، یہاں تک کہ کسی کی زندگی کا خواہشات معدوم کر دینے کا راز لکھ دیا جائے۔

دریائے معاش و شہ آبی سے : دریا شہ

جیسا کہ بائیں جانب کی شکل ۱۰ سے ظاہر ہے

آج دنیا کے بڑے بڑے دانشور کہہ رہے ہیں کہ انسانی خواہشات سب چننا اور قبول کرنا ہیں۔ چننا اور ماننا چاہئے اور ماننے پر جاری ہونا ممکن نہیں اور ماننا ہے۔

[illegible]





بے فکر، ہم دنیا سے مایوس نہیں، انسانوں سے پاس اب بھی تمہیر ہے، یہ تمہیر مرد و عورتیں ہو، اور اس پر  
 ”نرد و نبار آگیا ہے، وگرنہ دو گرو غبر جھانز، یا جاسنہ اور اس وقت اولیٰ سے صاف کرو یا جانے تو  
 اب بھی اس کی محبت نہیں ہے کہ حق کو قبول کرے اور اس میں ایمانی شعور پیدا ہو۔“

وآ نرد و نبار آگیا ان ائمہ فقہ رب العالمین





بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کا مطالبہ  
مکمل اطاعت و سپردگی

بِحَمْدِهِ وَصَلَّى عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ. أَمَا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللهِ مِنْ  
الْخَبْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللهِ أَتُوحِشُ الرَّحِيمِ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَيْنِ أَمْرًا اذْعَبُوا  
فِي السَّمِ كَافَّةً، وَلَا تَبْهَرُوا خَطْبُوتِ الْخَبْطَانِ أَنَّهُ لَكُمْ عَلِيمٌ مِمَّنْ قَالِ  
وَالنَّمُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمْ الْبَيِّنَاتُ فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

میرے بھائی، اور دوستوں میں نے آپ کے سامنے قرآن کی ایک آیت پڑھنی ہے، اس کا ترجمہ ہے: "اے ایمان والو! ارغیل (سناں) میں چرے کے چرے اور شیطان کے نقشہ کے قدم کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اگر تم سے غرض ہوئی، وہ غمہ سناں (تجسّس) کرنے کے بعد آؤ یا دھوکے خدائے تعالیٰ غائب اور مفیم ہے۔"

[illegible]

انعامِ ذات میں یہ بات آتی ہے کہ کیا فی السسم سے جوئے "فی السسم" کہا جاتا ہے۔ بعض علماء میں داخل ہو جاوے، مگر نہیں، یہاں سسم میں داخل جوئے کو کہا شیائے فی السسم ہے۔ ساتھ ساتھ بعض علماء فرمایا دارانہ مصطلح نہ، طبعان اور عقل، جو کہ جانتے عقائد میں بھی قرآن و حدیث میں بھی جہل و غیبت اور طریقت و زندقہ میں بھی تعلیمات اور سید المرسلین علیہ السلام کے لئے ہوئے اور تہ کے جوئے احکام میں داخل ہو جائے اور تعلقات میں بھی

اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اللہ کے دشمن سے وہ دھرم اور اطاعت و فرمانبرداری کا تعلق نہ ہو۔  
 ”وہ اسلام“ کا لفظ ”اسلم“ ہی سے نکلا ہے، عربی زبان میں ذلت کے لحاظ سے ”اسلام“ سے معنی ہیں  
 اپنے کو بوالہ رو یا، ملنے دکر دیا، اپنی ہر چیز سے دستبردار کر دیا، اپنی ملکیت سے خواہش، مصالحت و  
 مفادات سے خواہش و ضرر میں فرق نہ لکھا، اور احساس سے دستبردار ہو گیا، اپنے کو خدا کے  
 احکام کے قدموں میں ڈال دیا اور اپنے نوجوانوں اور اہل سپہر پر دیا اور اسلم کے معنی صلح کے ہیں قرآن  
 میں دوسری جگہ آیا ہے ”وای حبھوا للسلام فاحسب لھا“ (اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل  
 ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیے) ”السلام من سلام و احتساب من حلارب“  
 (صلح نہ ہو یہ اختیار کرتا ہوں، اس کے لئے جو مجھ سے مسالمت اور یہ پتانے اور عقابانہ و محاربانہ  
 رویہ اختیار نہ ہوں اس کے لئے جو جنگ کرے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسری مقامات پر  
 اپنے لئے اپنے پیغمبروں اور پیغمتر احاطہ استمال کے لئے ہیں جو قرآن میں اپنے والے اور تھرا دینے  
 والے ہیں، مثلاً سورہ کے بارے میں آیا ”یا ایھا المسلمین آمنوا انقوا انفسہ و دروا ما فی من  
 الرمو ان کمنہ مؤمنین فان لم یفعلوا فذوا الحرب من اللہ ورسولہ“ اگر تم نے دوسر  
 نہیں پسیدہ اور تھرا ہو یا اللہ تعالیٰ سے لڑنے کے لئے، نہ جنگ کرنے کے لئے، اور اسی طرح  
 نہ جنگ نہ کرنا ہے ”من ادبی لی ولید فقد ذلتہ بالحرب“ (میرے کسی دوست اور  
 مقبول بندہ کو جو تم سے گلیہ کو بچانے کا تو میں نے اس نے لئے اسلام کی جنگ کر دیا۔)

تو بظاہر وہ اور بہت دوسری بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ کوئی شامت نہ اور بد نصیب نہ ہوگا  
 جو خدا سے جنگ لی تھا، نہ جو خدا سے برسر مقابلہ ہوگا لیکن انسانوں کی نفسیات، انسانوں کی  
 زندگی کے تجربات، اللہ و رسول کی تعلیمات کے مقابلہ میں طرز عمل اور ان کے کردار کے مطابق  
 معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہو سکتا ہے، اس کا امکان ہے کہ ایک آدمی اسلام کا دعویٰ بھی کرے،  
 اللہ کے بندہ ہونے کا دعویٰ اور منافق کرے اور پھر بعض چیزوں میں اللہ سے (معاذ اللہ) سو  
 بار معاذ اللہ، مزید جنگ ہو۔ یعنی جو مانے اور کہتے مانے اللہ کے یہاں رز وائیں اور جنگ  
 کے ساتھ اور اپنی مرضی کو پیش کرتے ہوئے کوئی نہ کسی کا تعلق جو نعم مرے گا، اچھا صاحب نام  
 وقاتلہ تو مانتے ہیں، اپنے ملک کو پیہ برقی، عداوت اور آخرت کا حقیقہ و رزق، صاحب نام و صاحب  
 برقی لیکن یہی شرطوں میں بہت زیادہ ہیں، پیش قدمیوں اور لڑائی میں اپنے مزاجوں کے ساتھ حقیقت





سلطنت پہنچی ہوئی تھی، اس کے بارے میں ارشاد ہے: "فَجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيثَ وَمُرْقَاهُمْ" مکمل معوق" ہم نے اس اوصاف پارہ بن دیا، وہ ان کے کھڑے کھڑے کر دیے۔ اور انہی کو ان کی کتاب کے صرف اتنا کافی نہیں کہ آپ نماز پڑھ لیجئے، آپ ایک ہجرہ کر لیجئے، ایک سرجہ امد کا کام لے لیجئے اور آپ سے بچھوٹے بچھوٹے پوچھا جائے گا انہیں کہ ان کی تہا میں پورے طور پر داخل ہونا چاہئے گا، ہر روٹھن و بھل ٹھکر ہے، یہ نہیں کہ اتنا تیار رہنا چاہئے کہ "یہاں تو سب ہمارا ہمارا ہی دولت ہمارا ہی تہہ ہمارا ہی عزت ہمارا ہی مقہر ہمارا ہی صحت ہمارا ہی قہر ہمارا ہی ہر رات ہمارا ہمارا تھا، ان دنوں ہمارا ہی ہر رات ہمارا ہی وہاں ہمارا ہی، ہمارا ہی ساری ساری ہمارا ہی ہیں، کسی کا حق نہیں ہے، ہر جس کی اجازت ہے میرے اتنی تر نہیں کی اس سے ضرورت حاصل حکامات ہمارا ہی ہے۔"

یہ بڑی چونکا دینے والی آیت ہے تو ہم نے آپ کے سامنے پڑھی، معلوم نہیں پھر کبھی ملے، گو کہ ہو، اللہ تعالیٰ عین وقت پر یا کچھ پہلے ہوا، ہم میں اللہ ہے وہی میں کچھ نہ سکتا ہوں، یہ آیت میرے ذہن میں آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بَابِهَا الطَّبِيعُ اَتَمُّوْا وَاَدْحِلُوْا اِلَی السَّلَامِ مَكَاثِفَ" انھیں جو صلح میں پورے کے پورے "کافیہ" کا تعلق وہاں سے ہے، یعنی سادہ: احکام کو ماننا اور ہم سب ماننا، دوسرے نے نہیں اور ایک کو ماننا دوسرے کو نہ ماننا، ایسا نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ سب ہمارا ہے، ہمیں اسے دوسب ہمارے ہونا ہے، وہاں وہاں وہاں ہونا اللہ وہاں کے رسول بھیجے گا، لے گا۔ جس میں دو برابر فرق نہ ہو، وہاں کثرت میں کسی اور کا حکم ہے، یہاں نہیں "الَاٰلِہُ الْخَلْقِ وَالْاَمْرُ" یاد رکھو ان کا کام ہے یہ کرنا اور ہی کا کام ہے ضم دینا وہی پیرا کرنا ہے، وہی صحت دینا ہے، وہی رزق دینا ہے، وہی طاقت دینا ہے، وہی دولت دینا ہے، وہی عزت دینا ہے، وہی بے درگزی ہے، وہی شفا دینا ہے، وہی اولاد کا دینا ہے، وہاں ہے، وہی قسمت کا دینا ہے، بگاڑنے والا ہے، اللہ کے مخلق یہ عقیدہ پورا کرنا پورا کہ کسی سلطنت میں وہاں کے عقیدہ ارات میں کوئی بڑی سے بڑی تہی بھی شریک نہیں ہے، اللہ انبیاء شریک ہیں، نہ انہی، اللہ تعالیٰ کو سمجھو کہ وہ قدر مخلق ہے، اس نے یہاں کسی کی عبادت نہیں کرتی، وہی طرح اللہ کے رسول کو مطلق مخلق، نو، قرآن مجید میں ہے کہ جو تک اللہ کے، سوائے کچھ بات مانتے ہیں، انہیں نہیں مانتے، وہ سوائے مطلق نہیں ہیں۔ "وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ اِذَا



پڑھائیں، پھر آپ ﷺ نے بھی نماز پڑھی، اس وقت آپ کا سواک کرنا ثابت، آپ کا وصیت کرنا ثابت، آپ کا امت کو ہدایت دینا ثابت، یہاں تک کہ "اللھم الرفیق الاعلیٰ" کہتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔

اور آج ہم مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ اگر عقائد درست ہیں تو عبادات میں غلط ہے اور اگر عقائد و عبادات دونوں درست ہیں تو اخلاق و معاملات میں بڑی بڑی خنڈیں ہیں، یعنی رختے نہیں، وائیکاف نہیں، خنڈیں ہیں، کھائیاں ہیں، پوری پوری خلیج... میں نے شارٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ جتنا خلیج سے واقف ہیں شاید دنیا کے کم لوگ واقف ہوں گے، آپ خلیج کے رہنے والے ہیں، مگر آپ ایک ہی خلیج کو جانتے ہیں اور یہ وہ خلیج ہے جو جزیرہ العرب کو ایران سے الگ کرتی ہے، خلیج میں پانی ہے، میں آپ کو اس سے بھی ایک خلیج کی خبر دیتا ہوں وہ خلیج جو اسلام اور مسلمان کے درمیان پڑ ہوئی ہے، اسلام اور مسلمانوں کے درمیان کی کئی خلیجیں ہیں، عقائد اور عبادات میں خلیج۔ کتنے لوگ ہیں جو مسلمان ہیں، کھڑے پڑھتے ہیں، لیکن نماز سے ان کو کوئی غرض نہیں اور بہت سے ہیں جن کے عقائد و عبادات دونوں درست ہیں، لیکن اخلاق و معاملات کو وہ غیر مست سے بالکل خارج سمجھتے ہیں۔

جھوٹ بولتے ہیں، بے ایمانی کرتے ہیں، ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، ملاوٹ کرتے ہیں، جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی تجارت کو چمکاتے ہیں، کسی کے حق کو ہضم کر لیتے ہیں، مگر ان کو کوئی باک نہیں ہوتا کیونکہ وہ ان سب باتوں کو دین سے خارج سمجھتے ہیں اور کتنے لوگ ہیں جو اپنے ماں باپ کے حق کو، گھر والوں کے حق کو پامال کر رہے ہیں، پڑوسیوں سے ان کو کوئی مطلب نہیں، کتنے ہیں جن کی زبان میں نہ سچائی نہ راستی و صداقت ہے نہ عداوت و شریعتی ہے۔

ان کے آس پاس کے لوگ شامی ہیں، اور شاکی نہیں تو کم از کم شکر گزار نہیں ہیں، پھر اس کے بعد کتنے ہیں جن کے نزدیک تعلقات میں، سیاسیات میں، خدا کے دوست اور دشمن میں، کوئی فرق نہیں ہے، ان کے نزدیک صالح اور فاسد میں کوئی فرق نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ صرف فرماتا ہے "وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا تَصْلَحُوا بِنَا" یہاں "نکون" کا لفظ آیا ہے، اس کا ساتھ دینا اور حمایت کرنا تو دور کی بات ہے، ان کی طرف شہداد جھکاؤ اور میلان بھی نہ ہو جنہوں نے ظلم کا شیوہ اختیار کر رکھا ہے، جنہوں نے حد سے تجاوز کیا ہے، جن کے اندر بے

احتمالی پائی جاتی ہے، لیکن کے اندر حقوق کی پامالی پائی جاتی ہے، ان کے دلوں میں خدا کا خوف نہیں ہے جو ایمانی کو سب چھو بھٹکتے ہیں، جو دوست کے پرستار ہیں، جو اقتدار کے پرستار ہیں، جو اپنی بات چلانا جانتے ہیں، یہ سب باتیں ”ظلم و“ کے تحت آ جاتی ہیں، یہ آیت ہم میں سے بہت سے مسلمانوں کے لئے شاہد بنی ہوئی کہ چھو یہ بات بھی ہے، بہت سخت لفظ ہے ”الافتراء“ یہ نہیں کہا گیا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرو، یہ نہیں کہا کہ ان کے غلام نہ بن جاؤ، بلکہ وہی جو کافرا بھی نہیں ہونے چاہئے، ان کی طرف جنہوں نے ظلم واپنا شیوہ بزار کھا ہے۔

مختلے مسلمان ہیں جو اس کو دین کا کوئی شائبہ سمجھتے ہیں، وہ تو کہتے ہیں کہ صہ حسب ایہ باتیں تو زندگی کی ہیں، یہ باتیں تو دین سے باہر ہیں، آپ دین کی باتیں سمجھتے، آپ یہ بتائیے کہ فلاں چیز پڑھنے میں کتنا ثواب ہے، فلاں طریقہ میں کتنا ثواب ہے، ذکر و بیخ کا کوئی طریقہ بتائیے، کوئی فعل نماز بتائیے، باقی باتوں میں ہم بالکل آزاد ہیں، جو ہماری سمجھ میں آئے کہ وہ ہم کریں گے، اس میں اس سے بحث نہیں کہ اس کا ساتھ دینے سے دین کا نقصان ہوگا یا دین کا فائدہ ہوگا، اس کا ساتھ دینے سے دین شہ سہولت پیدا ہوئی یا دشواری پیدا ہوگی، امن ساری چیز اس کو ہم نے، دین کے دائرے سے الگ سمجھ رکھا ہے، میرے بھائیو! ہم تمام چیزوں میں خدا کے بندہ ہیں، ہمیں انکا ہر اسلام پر چلنا چاہئے اور اسی کے ساتھ ساتھ ہمیں دیگر مسلمانوں کی بھی فکر رکھنی چاہئے، اسلام کے غلبے کے لئے ہم دعا کریں، فکر کریں، کوشش کریں، یہ نہیں کہ ہم تو بڑے۔ ہر مزاج، اپنی ذات سے ہم بڑے دیندار، شریعت کے پابند، لیکن اسلام کے طرف چاہتا ہے، مسلمان کس طرف چاہتا ہے، اس وقت اسلام پر کیا ضروری ہے، اور کیا مسائل مسلمانوں کو درپیش ہیں، کن کن ملکوں میں اسلام پر اور آ رہا ہے، کن کن ملکوں میں اسلام آزمائش کے دور سے گزر رہا ہے، اس سے ہمیں کوئی بحث نہیں، خانہ جنگی، تعین نعم، بھیم باہر المسلمین فلیس منہم“ جن کو مسلمانوں کے معاملات کی فہم ہو، وہ مسلمان نہیں اور مثل المسلمین فی تواضعہم و تراحمہم تعاطفہم کمثل الجسد الواحد اذا اشتکی منه عضو فداعی لہ سائر الجسد بالمہر والحمی“ سارے مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں، اگر کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارے جسم پر بخور چڑھا آئے، سارے جسم کو اس کی تکلیف محسوس ہو۔



جیسا اللہ کا فضل ہے، رزق میں فراوانی ہے، اللہ مبارک کرے ہمیں، لفظ اس پر روشنی

نہیں۔

لیکن آپ کو اپنے ملک کی بھی فکر کرنی پڑے، اپنے ملک کے اہل اس کی بھی فکر کرنی چاہئے، ملت اسلامیہ جس کے لئے تپ رہی ہے اس کی بھی آپ کو فکر کرنی چاہئے، خوب معین اللہ میں پیشی نے اس ملک کی فضا کو گرم کیا اس کو اپنی نئی آنکھیں محسوس کی جا سکتی ہے، اس برصغیر میں اس ہندوستان میں پاکستان میں، جس کے آپ فرزند ہیں، اس میں آج بھی اگر اللہ کا کوئی بندہ ہوئے، جس کو خدا نے فہم و ادراک عطا فرمایا ہو، وہ محسوس کرے گا کہ خلیفہ معین الدین چشتی، خلیفہ غیاث کا کئی خلیفہ باقی باندہ اور داعیان اسلام ہیں کی توہوں کی شری سب بھی اس کی فضا میں ہے، اور زمین میں دیکھو جو نے تو ان کی آنکھوں سے نکلی، کوئی تری زمین کے اوپر نہیں تو زمین کے اندر نظر آئے گی، ان کی وجہ سے اسلام ناراض ہے اب بھی موجود ہے، اگرچہ اس کے سامنے سننے سے مرعہ پیش آ رہے ہیں لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اب بھی دور دست دتی ہے، اس سرزمین کی بھی آپ کو فکر ہونی چاہئے کہ آئندہ نسل وہاں کے مسلمانوں کی اسلام پر قدم رہے گی یا نہیں؟ آپ نے اگر اپنی والدہ کے لئے کوئی منصوبہ بنا رکھا ہے، آپ نے ان کے لئے کوئی فضا سازگار کر رکھی ہے، مبارک و مہم میں کچھ نہیں بولتے، کوئی اظہار نہیں دیتے، پھر آپ جہاں سے آئے ہیں جہاں آپ کے اعزاء ہیں، جہاں آپ کے خاندان کے افراد ہیں

جہاں آپ کی پیدائش ہوئی ہے، اس سرزمین کو بھی نہیں بھولنا چاہئے، جس کسی عرصہ کے چندو کے لئے نہیں آد کوئی خدا کا بندہ کچھ کہے گا بھی تو اس وقت بالکل غور نہیں کروں گا خدا کا شکر ہے، اللہ رزق قسطی ہے، جو آپ کو رزق پہنچاتا ہے یہاں، وہاں وہاں بھی رزق پہنچاتا ہے، اور وہ اس پر تو رہے کیا آپ سے زیادہ رزق دے گا، وہ اس لئے یہ کر کے دکھایا اور یہ یاد کر کے دکھایا ہے، تو میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ کو کسی اور نے یا کسی تنظیم کی طرف متوجہ کروں، لیکن آپ کو وہاں کی ملٹ اسلامی لی، ہم وہوں کی، آئندہ فلسطین کے ایمان کی فکر نہ کی جائے کہ وہاں کیا کیا ٹھہرے پیدا ہو رہے ہیں، اس کی طرح ان کا ایمان بظاہر سے میں پڑ رہا ہے، وہاں کیا کیا پڑ رہا ہے؟ اس میں رہے ہیں، ہر ایمان کا یہ ہیں کئی عین تک پہنچ رہا، خود یعنی مشاہدہ کرنے والوں نے مجھ ہی چند میں نہ تھے ہوتے کہ یہ ہم نے دیکھ کر حل پر قرآن



ملک کوڑا موٹوں ٹیکس کرنا پڑے۔

تو میرے جمایا ایک تو یہ کہ میں نے کالی، بونے کا چھوٹا پاپے ڈاکن میں رکھیں، اس میں عقائد لکھی ہیں، ایک ایسا عقیدہ جو شرط ہے اسلام کے لئے اس سے انکار ارتداد کے مترادف ہے، وہ بدعات، فرقہ واریت کی پابندی سمجھئے یہاں ہوگا آپ یہاں رہیں، اس سے باوجود قرآن کی پابندی نہ ہو، اس سے بڑھ کر بد نصیبی کیا ہو سکتی ہے، پھر اس کے ساتھ آپ کی تہذیب و معاشرت بھی اسلامی ہو، یہ ٹیکس کس آپ رہیں سرزمین مقدس میں اور آپ کے گھر وں میں بہشت فی دنیٰ ملے رہا ہو، نمازوں کے اوقات میں لڑکے وہ دیکھ رہے ہوں۔ ومن الناس من بشرى ليهو الحديث فيضل عن سبيل الله (اور لوگوں میں جھٹلایے ہیں جو بے ہودہ حکایتیں غریب سے ہیں تاکہ لوگوں کو بے سمجھے خدا کے راستے سے گمراہ کریں)۔

یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے صرف عام لینا روٹیاں ویدیا اور فی وی کا قرآن تو عربی زبان میں ہے، اس میں انگریزی کیسے آتا؟ عقل کی بات نہیں تھی، لیکن قرآن کا انجاز معلوم ہوتا ہے کہ آج سے چودہ سو برس پہلے جو کتب نقل، اُتریں مسجد میں بیٹھ کر کہوں کہ اس میں فی وی اور ویدیا کا ذکر ہے تو میں غلط نہیں کیوں گا، اس لئے کہ قرآن میں کہہ گئے "من يشعري ليهو الحديث" جو لوگ عربی کی باغشت سے واقف ہیں، اور اس کی زبان کا صحیح ذوق رکھتے ہیں، اہل زبان کی طرح، اور شخص اللہ کا شرف انعام ہے کہ ہمیں اسی حجاز و یمن کا فیض پہنچے ہے کہ ہم اس قابل ہوئے، ہمارے استاد عرب تھے، ہم نے ساری عربی عربوں سے پڑھی۔ الحمد للہ! تو ہم "المواحدہ ریٹ" کا لطف لے رہے ہیں۔ ہمارا عربی کا ذوق "المواحدہ ریٹ" کے اثرات کی وسعت و وسیع رہا ہے، میں اس نقطہ کا ترجمہ نہیں کر سکتا، مالاہل لکھنا کا رہنے والے ہوں، میں اقرار کرتا ہوں کہ میں "المواحدہ ریٹ" کے ترجمہ کا حق اور نہیں کر سکتا۔ اس کے معنی ہیں باتوں کا کھیل، اب بتائیے۔ ریت یو اور ویدیا وغیرہ میں کیا ہے؟ اُن پر یہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ ہیں جو کھیل لپٹے نہ کرتے ہیں، کھیل خریدتے ہیں تو اس میں ویدیا اور فی وی نہ آتا۔ اُن پر تو اس کا نہیں کیا گیا ہے، یہ وہ ہے جو میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ قرآن میں قرآن ماقرون قرآن، قرآن راجع اور پانچویں، چھٹی، ساتویں، آٹھویں، یہاں تک کہ میں کہوں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ذہن بھی یہاں تک نہیں گیا، وہاں (یعنی ویدیا اور فی وی کی طرف) یہ قرآن کا تجزو ہے۔

حدیث کا ہونا باتوں کا تحلیل اور وہ یہ ہے، یہ دیکھ کر کچھ پرانے مسلمانوں کی ہوتی تھی کہ یہ دیکھ کر یہ دیکھ کر جو سنے جانتے ہیں، سب ”مکواہدہ“ ہیں۔ آج سے چار سو ساڑھے پچھلے جب یہ سب چیزیں یہاں پیدا ہوئی تھیں اور کفار، کس کے خواب میں بھی نہیں، کھنکھاتے تھے، اس وقت کوئی تمہاری نہیں کر سکتا تھا، اس وقت بعد کی کتاب نے کہہ دیا، بہت سے لوگ ہیں جو ”مکواہدہ“ ہیں، غریب تے تے۔

یہ سب عریضو! آپ کو تمہارا تمہارے گھر میں کی حفاظت کرنی پڑے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ عقائد میں بھی، نہ کہ پورا مسلمان ہونا چاہئے، عقائد میں بھی پورا مسلمان ہونا چاہئے، یہاں نہ ہونے تو ہم کہاں ہوں گے۔ اس کے بعد میں یہاں تک کہتا ہوں کہ مجھے حافی کریں آپ حضرات! آپ سب پھینک دیں یا قرآن نے میں ہندوستان اپنے وطن چائیں تو غیر مسلم پرچان چائیں کہ جو بھی موصوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہندوستان میں نہیں، اس سے کسی بڑے فتنے سے بڑا ہے، ان کی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ یہاں رہا ہے، ان کی باتوں سے شہید نہیں رہا ہے، ان کی فکروں سے عزت اور احترام ایک رہا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرب سے تو ہے، یہاں یہ ہونا چاہئے، نہ یہ کہ وہاں سے، کیونکہ آدھی کھانے کے پاس بڑا فتنہ برپا ہو سکتا ہے، دکان کے کہ عرب سے آئے ہیں اور چھپے پڑے ہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ یہاں چائے ہیں، اس میں بڑے بڑے، انھوں نے اپنے کی رقم کوئی، آپ یہ یہ نہیں اور کہاں سے نہ بچا ہے، جہیز، بلکہ سب بچا ہے جائیں اپنی صورت سے، جہیز کے نشانوں سے، چہرہ کی نورانیت سے، انھوں نے طاعت سے، فخر خواہی سے، انجیری اساتذہ سے، پھر وہی نورانیت سے، غلطی طاعت سے، فخر خواہی سے، انجیری اساتذہ سے، پھر وہی نورانیت سے، آپ سے آپ کے گھر والے ستر، دیوں، آپ جیسے دن رہیں گے، اچھے گھر ہوں گے، خدا مبارک کرے، ان دنوں میں ان گھر والوں نے ضابطہ کے بقدر ان کی طاعت نہیں ہوتی تھی تو انھوں نے بھی وہاں اور بہت سی سنتیں متاثر کیں، تو شروع ہوا نہیں، وہ لوگ آپ سے شرمائیں اور کہیں کہ بھائی! اجداد کے لوگ آئے ہیں، کہہ آئے ہیں، مہینے کے لوگ آئے ہیں، دیکھو، اڑیٹھ نہیں بچا چاہئے، لی وہی یہاں نہیں ہونا چاہئے، چوٹیکہ لوگ نہیں، اور یہ بھی کہہ دینے کے لوگ آئے ہیں، وہاں بہت ہوتی ہے، ان کو دیکھو، ان کے زمانہ میں تو اور ہونا چاہئے، یہ بڑی، بڑی ترستی ہے اس جہ

کی آپ کی وجہ سے دو چیزیں بند ہو جاتی ہیں انہیں آپ کے بولنے سے ان باتوں کو شرم آتی ہے جن کا اب موقع نہیں رہا۔

آپ سب جانیں تو جس طرح روشنی تاریکی و پیرتی ہے اور جیتی ہوئی ہے جیسا ہے۔ آپ کی معرفت وہاں کے بحر علمات میں روشنی کا کام میں آپ کی زندگیوں میں ہمیں انقلاب آنا چاہئے وہاں جانے سے پہلے آپ کے اندر وہ غیاث آتی چاہئیں۔

آپ جانتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ اور تہ الذیاع کے مابین تین چار برس کے عرصہ میں اجتماعی کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ امام زہری جو سید القاضی ہیں ان کا قول ہے کہ مدینہ منورہ کے عہد ہرم کے قیام میں اور مدینہ منورہ کے دس برس کے مبارک قیام میں اتنی کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے راستہ نکل آیا اور بے تکلف قریش آئے تھے مگر معتمد اپنے گزراؤں کے یہاں اب اتنی جتنی راتیں گزر گئیں ان کو دیکھ کر کہ والے حیران تھے اور کہتے کہ ان کا تو عالم تھی وہاں اب یہاں راتوں کو لوگ آتے ہیں یہاں تو اپنے بھی بنتے ہیں ان کے یہاں تو جہت بولنا یا کوئی نفوت بات نہیں جانتا ہر وقت اللہ رسالہ کی باتیں ہوتی ہیں یہاں تو ادا ادا ہے کہ مہمان کے لئے چائے یا کھانا یا بھوکا ملا دیتے ہیں اس وہ مسلمان کو شروع ہونے لگتا ہے وہاں سے اسلام کا تشکیلی آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت! آپ لوگوں کے ذریعہ بھی آپ کے مکتوب میں اسلام پھیلنا چاہئے یہاں سے آپ اگر مرادنا اور جلد تکم کریں تو یہی اثر دیں خود جہاں تو پورے طور پر اثر میں ان لوگوں پر کہ آپ اس جگہ سے آئے ہیں اپنے ساتھ ہر مکتوب کا فوائد لے آئے ہیں۔

اب میں اس سے زیادہ وضوح دینا نہیں چاہتا۔ آپ اس ریت کو اپنے دل پر نقش کر لیں

”ياايها الذين امنوا ادخلوا في السلم كافة“

ایمان والو! خدا کے ساتھ مسیحی کر کے میں پورے پورے محل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش ہائے قدم میں بیوقوفی نہ کرنا وہ تمہارا گناہ نہیں ہے۔ دیکھئے یہاں نقش قدم (وعدہ) استعمال نہیں کیا گیا۔ خطبات اربعہ کا صیغہ آیا کیا معلوم ہو کہ اس نے بہت سے نقش قدم ہیں اس میں دہشت آتی، خواہ اعتقاد ہی پہنچیں ہوں، غم و غمگی چیزیں ہوں، انہو اخلاقی چیزیں

ہوں، خواہ تہذیبی چیزیں ہوں، خواہ سیاسی چیزیں ہوں، سب اس میں شامل ہیں اور اس بات کا آپ خیال رکھیں کہ آئی اے تمہارے مسم معاشرے میں یہ باتیں ہوتی ہیں تو یہ خرابیاں پیش نہ آتیں جو بہت سی جگہ پیش آ رہی ہیں کہ کوئی فرق نہیں ہے صالح اور فاجر، صالح میں، دیندار اور بے دین میں، شریعت پر چھنے والے اور نہ چھنے والے میں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا کرے، یہاں کاربنا قبول فرمائے، کسی برکتوں سے، مال کرے، اور آپ کی برکتوں سے فینس پہنچے آپ کے ملکوں میں، جہاں سے آپ آئے ہیں، جس فاقہ آپ پر قائم ہے اور وہ تم رہے گا، چاہے آپ نہیں کہے ہو یا نہیں۔

وَأَفْرُدُوا آلَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ سُبَّانَ الْعَالَمِينَ



تغیرات: مارا مسئلہ اسرم اور جو ہلیت کے فرق کا ہے۔ اب میں قدرت کے ساتھ یہ فرض کرتے ہوں کہ ہمارے دہات سے چھ نیک بھائی تھے "اسام" تو جاہلیت کے فرق پوجوں بنے ہیں۔ چنانچہ جاہلیت ان کے نزدیک تسمیہ ہو چکی ہے، لہذا اور "جاہلیت" میں ان کے ذہن میں ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ جاہلیت "اسلام" کی کوئی "تغییر" نہیں ہے اور اسلام و جاہلیت کے فرق کو وہ چناوروں کا جائزہ نہ کر سکتے تھے۔ ان وقت سے انصاف اوقات ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت حالت میں جو بھی تھے اسیاں اور غریباں ہیں وہ اب اس فرق کو فراموش نہ کرے یہ کہ نتیجہ ہے جو اسلام اور جاہلیت کے درمیان ہے، پہلی برتری ہے یہی وہ برتری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ عَصِي "اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، یہ نیک و پوجہ دار مسلمان ہیں۔" اے ایمان والو! تم "سلم" میں داخل ہو جاؤ اور "غیر" کو ترک کر دو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ میں دیکھتا ہوں کہ حضرت شاہ عبدالقادر جلای رحمت اللہ علیہ سے لے کر حضرت مولانا شرف علی صاحب تھانی، مولانا عبدالمجید صاحب دہلوی، مولانا محمد صاحب جو نہ صرف کتاب "سلم" کا ترجمہ اسلام سے لے کر کیا ہے، شاہ صاحب کے ترجمہ میں "مسلمان" سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ایمان والو! مسلمانوں میں داخل ہو جاؤ۔ "وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ" اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ "وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ"۔

پہلی بات یہ ہے کہ پہلے اسلام کو سمجھنے کی ضرورت ہے، میں حضرت کے ساتھ یہ بات عرض کروں گا، بہت سے "غیر" کے ذہنوں میں جنہوں نے تقویٰ ملاحظہ نہیں کی ہے اور مذہب کی تاریخ پانچ سو سال کی فکر نہیں ہے، ان کے ذہن میں شاید یہ بات سمجھنے اور سمجھنے کی کہ اسلام وہ مذہب ہے جو دنیا کو، جو اہل اصول و عقیدہ اور مسلمانوں کی اس سے مدد دے گا، کیا ہے، اور نہ جتنے مذہب ہیں وہ اب (مذہب کے بانی نہیں ہیں اور نہ وہی مذہب کا بانی ہے) یہ مذہب کے عین لوگوں کے ناموں یا ملکوں کے ناموں یا قوموں کے ناموں کے نام پر وہ مذہب ہیں، مثال کے طور پر (جسے مخالف کیا جائے) یہودی مذہب ہے، اس کی نسبت یہودی مذہب ہے، یہ جو ان لوگوں کے اپنے فرشتے جو مائی، اس کی نسبت مسیحی کی طرف ہے۔







کیا آپ کی معاشرت بھی اسلام کے مطابق ہے، آپ کا معاشرتی نظام، آپ کے رواجات، آپ کی رسوم اور آپ کا جو معاشرتی، اجتماعی، مذہبی نظام ہے، سماجی روایات ہیں، تاریخ ہے، اور آپ کے خاندانوں میں جو رسمیں اور معمولات رائج ہیں، آپ صرف ان کا خیال رکھیں کہ آپ اس معیار پر اترتے ہیں، اور آپ اس کو پورا کرتے ہیں؟ آپ اس کے بعد احکام شریعت کو نظر انداز کر دیں گے؟ جو معیاری و مثالی مسلمان تھے اور جو قیامت تک نمودار ہیں، وہ ان احکام اور ہدایت کو کس طرح پورا کرتے تھے، ان تقریبات اور زندگی کے ان مواقع سے کس طرح سے گزرتے تھے؟

میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ کی جماعت کوئی خالص رہہ، حالی جماعت نہیں تھی، یہ بات نہیں تھی کہ ان کو صرف عقیدہ کی ضرورت تھی، آپ ان کا مطالعہ کریں، سیرت اور احادیث کی کتابوں میں مساجد کا حال پڑھیں، ان کی منزلوں کا حال پڑھیں، ان کی تہجد گزاری اور شب بیداری کو تو دیکھیں، لیکن ان کی تقریبات کو نہ دیکھیں، یہ بھی اس روح کے خلاف ہوگا جو روح ہمیں اس آیت سے ملتی ہے کہ "ادخلوا فی السلم کآفۃ" دین کو ہمیں پورے طور پر اپنے اندر جذب کرنا چاہئے اور اپنے کو دین کے تابع بنانا چاہئے، ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حیثیت طیب، حیات مبارکہ اور صحابہ کرامؓ کے حالات اور سیرت کا مطالعہ بھی، یہ سبچ نظر سے کرنا چاہئے۔

عرض سے یہ غلطی ہو رہی ہے، پورے عالم اسلام میں اور خاص طور پر ہمارے ملک میں کہ ہم صحابہ کرامؓ، اولیاء کرامؓ، علماء، راہبین اور مصلحین و مجددین سب کے حالات میں صرف اس حصہ کو پڑھتے ہیں، جس کا تعلق عقیدہ سے ہے، عبادات سے ہے، ہم ان کے شادی، بیاہ کی تقریبات کا مطالعہ نہیں کرتے کہ کس طرح انہوں نے انجام دیں، ہم ان کی مذہبی زندگی کا، خانگی زندگی کا مطالعہ نہیں کرتے کہ وہ گھر میں کیسے رہتے تھے، اسی طرح نکاح و طلاق کے جو مسئلے ان کو یا ان کی اولاد کو پیش آتے تھے، وہ ان کو کس طرح حل کرتے تھے، جس طرح ان مسلمانوں کے بارے میں ایک تحفظ اور ریزرویشن ہے، ویسے ہی تاریخ کے بارے میں ابھی انگلینڈ ریزرویشن ہے کہ ہم کتاب کے صرف اٹھ ابواب کو کھولتے ہیں جن کا تعلق عبادات سے ہے، ذکر و انکار سے ہے، یاد دہانی سے ہے، ان کے روحانی اثرات سے ہے، ان کی تبلیغ اور

انفرادی کارناموں سے ہے ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ان کی شایاں اپنے ذاتی قصوں اور تارکوں کیسے  
تعمیم دیتا تھا، اسب حلق کی ضرورت ذاتی آؤوں میں صرف غلاق دیتے تھے۔

میں ایک وقت صحابہ کے ساتھ باقاعدہ ملاقات میں نے کیا کرتا تھا وہ واقعہ غزوہ جمل  
ہو گیا، اور ایک طرف سے چوکھڑے والا ہے، ایک ایک طرف سے وہ ایک ذاتی ذرا پیدا  
کرتا ہے، یہ بیان فرمائیے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہا کرتے ہیں، اور انہوں نے  
بڑا اثر و پیشرو میں داخل ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف ایک سربلعلو، بھیڑ کی خدمت میں  
ملائے جاتے ہیں، آپ بخیر فرماتے ہیں، عبدالرحمن نے بتا دیا ہے، آج تمہارے گھوڑے پر  
نوشیا کھا رہی ہے، اور وہاں اللہ نے رسول علیہ السلام میں نے شامی کر دی ہے۔ جو تین بات یہ  
نے فرمیں، حدیث کے ایک طالب علم کی حیثیت سے وہ راجح و مستطاب دیکھتے ہوئے ہیں، ان کی  
تعمیل پر اٹل کافی ہے، یہ عرض کر رہا ہوں۔ پہلے آپ اپنے ذہن کو متنبہ اور سید، لیجئے، ایک ایک  
پڑھنے والا واقعہ ہے، ایک ذرا لے آئے والا واقعہ ہے۔ لہذا کے رسوں، خاتم النبیین، سید  
مہملین، شیعہ ائمہ نہیں، رمت، عالمائین، یہ سب کے ساتھ وجود ہیں، اور میں آپ کو اپنے ذاتی  
تجربہ کی بنا پر بتاؤں، سیاستوں کی بنا پر کہ جب کوئی برادری نہیں ترک وطن کرتی ہے تو اس  
طور پر ایک ہمدردی پیدا کرتی ہے، مثلاً ہندوستان کے مسکن اور خوب ہو سکتی ہیں تجار کے لئے  
تھے، ان کو آپ تلاش کریں، وہ سب آپ کو کراچی میں ملیں گے، اگر آپ ان کو تلاش کریں  
چاہیں تو سرحد میں تلاش کریں، چارے لکھے لوگ، اور بوشمار کر لیں گے تو انہیں اسلام  
آباد اور ہندوستان میں ملیں گے، جو مسکن مرکز ہیں، تو اس میں شہر نہیں بلکہ محمد کی شخصیت کے لئے بہت  
ہوں کہ یہ میری جین جو تہذیبی عقلمند سے آئے تھے، وہ مدینہ طیبہ کے لئے سب حصہ اور علاقے ایک  
جوار میں سکونت پذیر ہوئے ہوں گے، لہذا ولایت ہوتی ہیں، کچھ باتیں ہوتی ہیں، دستور  
کا مانا جاتا ہے، اور کچھ کچھ واقعات ہوتے ہیں، یہ سب چیزیں مشہور ہوتی ہیں، اس  
لئے سے ضرورت ہوتی ہے کہ قریب ہمارے تو یہ بھی تحقیقات ہوتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن  
عوف، رسول اللہ علیہ السلام کے مکانی قصہ کے لحاظ سے زیادہ دور نہیں رہے ہوں گے، لیکن حیرت کی  
بات ہے، اس پر آؤں، کو حیرت ہو جائے، اور اس پر ایک مختصر دیکھ جائے کہ مدینہ طیبہ میں  
عبدالرحمن بن عوف جیسے مہاجر اور طلحہ غزوہ جمل کی نظر کرتا ہے اور اللہ نے ان کو موجود ہیں،

کہہ دے کہ آپ ﷺ کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں سمجھا۔ کچھ کس تو برکت ہی کے لئے۔  
 آئی حال یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی برست سے نئے آبا سے۔ آپ کا قدم پہنچ جائے۔ یہ  
 مہلو یوں سے کہ چاہا تھا اور ٹیک دیدار لوگوں سے کہا جاتا ہے۔ "میرزا محمد ابراہیم بن عوف" کو یہ  
 نہیں کیوں نہیں ہوا کہ میں نکاح کرے باہوں اور اللہ کے رسول ﷺ ہیں اسنے قرب ہو جو  
 ہیں اور آپ ﷺ کو زحمت نہ ہوں اس سے بڑھ کر نہ شکر کیا ہو سکتی ہے، ناقدہ دینی لیا، دیکھتی  
 ہے، آپ کو اپنی کیا ہو سکتی ہے لیکن یہ واقعات کی نظر میں آئے تھا کہ ان کو ایک نظر بھی معذرت کا  
 کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور انہوں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی کہ انہیں کہ یا رسول اللہ  
 ﷺ، عاف فرمائیے، مجھے بالکل خیال نہیں رہا، یا فلاں بات مانع ہوئی، اور اسی طرح حیرت کی  
 بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بھی ایک الفاظ عجزیت کا نہیں فرمایا، حدیث کا دفتر موجود ہے،  
 بشروستان کے عظیم سب خانوں میں یہاں کا سب خان بھی ہے، اس دعوت و بتاءوں کو وہ  
 بتائے کہ حضور ﷺ نے شکایت کی ہو کہ میرزا جس قدر نہیں بھول گئے، بات کیا تھی، عہدہ ارحمن کا  
 تھے اور ان کی فراست تھی، ان کی ذکاوت تھی، دوران کی حقیقت نہ تھی کہ انہوں نے سوچا کہ  
 جتنی دیر میں حضور ﷺ کو اذیتوں کا اعلیٰ درجہ نہیں، کہنے کو آئیں اور اسلام قبول کریں، اور  
 سب سے بڑی دولت جو نجات کا باعث ہے وہ اس کو حاصل کریں، ہم اس کے بجائے کہ آپ  
 کو زحمت دیں آپ کو تکلیف دیں، درد و لوگ پہلے باتیں کہ ہم پھر بھی آئیں گے تو اس سے  
 بہتر یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے مقدس حالی پر تشریف لیں اور لوگ آئیں، ہدایت پائیں، فقرہ  
 پڑھیں، آپ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام لائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کے نزول کی کوئی فائزلی ہو روز تاجید ہوتا، اور روز تاجید  
 اس طرح تو ہے کہ یہ سورہ کہاں نازل ہوئی، کت پہلے نازل ہوا اور کتنا بعد میں، اگر ایسا ہوتا کہ  
 (وقت شمار کیے ساتھ، آیت شمار کیے ساتھ) فلاں وقت یہ آیت نازل ہوئی اور فلاں وقت  
 یہ آیت نازل ہوئی، کوئی اگر ریزنا ہی لکھنے والا ہوتا تو یقیناً وہ بتا دیں کہ جتنی دیر حضرت  
 میرزا محمد ابراہیم بن عوف کے نکاح کی مجلس میں شرکت میں گذرئی، اس میں اتنی آیتیں نازل  
 ہوئیں۔

تو ایک بات یہ ہے کہ اس آیت کو اپنے ساتھ لے کر جائے، اور مانع پر بخش کر کے لے

جائے کہ مخالف صرف اتنا نہیں ہے کہ اسلام قبول کرو اور اسلام میں داخل ہو جاؤ، بلکہ مخالف یہ ہے کہ اسلام میں سو فیصدی داخل ہو، تم بھی سو فیصدی ہو اور اسلام بھی سو فیصدی ہو، اس میں ریز روشن اور آج کیا ہے جو لوگ اسلام کی دولت سے مشرف ہیں، انہوں نے بھی تقسیم کر رکھی ہے کہ دین کا وہ شعبہ لیں گے اور دین کا وہ شعبہ چھوڑیں گے، اس کے وہ مختلف نہیں، وہ ان کی طاقت سے وابستہ ہے۔

”اصلاح“ کا شرط ”کی دعوت کا ایک انسانی پیغام اور زندگی کا ایک رہن اصولی (جو زندگی کے تمام سرود و سر اور تفسیر و فراز اور مختلف النوع مرحلوں پر حاوی ہے) کا یہ ہے ”یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ“ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں داخل ہو جاؤ، مسلمانوں میں شامل ہو جاؤ، ”کافۃ“ کا تعلق دونوں سے ہے، داخل ہونے والوں سے بھی ہے اور جس دائرہ میں داخل ہو رہے ہیں، اس سے بھی ہے، وہ بھی کافۃ یہ بھی کافۃ۔ اس طرح نہیں کہ مسجد جائیں اور ایک قدم مسجد کے اندر رکھا، پس ہم مسجد میں داخل ہو گئے، یا دونوں قدم اندر رکھ دیے اور اندر نہ جاسے، یا اندر تو جائے لیکن نماز نہ پڑھے، یہ نہیں ”ادخلوا فی السلم کافۃ“ پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، اور حال حال بن جاؤ۔ ”داخل“ بھی بنو اور ”عالی“ بھی بنو۔

اس کے بعد دوسری آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے، سورہ مائدہ کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”الاحکام الجاہلیۃ ینقضون ومن احسن من اللہ حکماً للقوم یوفون“ کیا وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں، میں حکم کے متعلق عرض کروں، عربی زبان سے لیدہ منسوبی تعلق رکھتے والے انسان کی حیثیت سے اور عربی ذخیرہ کی چھان بین کرنے والے طباب علمی حیثیت سے بھی ”ختم“ کا خط قرآن مجید میں وسیع اور وسیع ہے، حکم کے معنی صرف قانونی فیصلہ کے نہیں، ”ترجیح“، ”اختیار“ کے بھی ہیں۔ کیا چیز کو ترجیح دینا اور کسی چیز کو اختیار کرنا، یہ بھی حکم میں شامل ہے۔ حکم کا لفظ ان سب معانی پر حاوی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا جاہلیت کے فیصلہ کو، کیا جاہلیت کے انتخاب کو، کیا جاہلیت کے رد نکال دینا جاہلیت کے اصولی اور ترجیح دینے والے ہیں؟ وہ چاہتے ہیں تو من احسن من اللہ حکماً للقوم یوفون ”اللہ تعالیٰ نے بہتر حکم دینے والا ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہے؟“

دوسری بات یہ ہے کہ جاہلیت کے معنی بھی ۱۔۔۔ بہت فراوان ہیں جو لئے ہیں، بہت کچھ

معالجہ کرنے والوں اور جن کو سیرت نبوی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کچھ لکھنے اور ایف کرنے کی سعادت عطا فرماتا ہے، وہ اس سے بڑھ کر تھے ہیں اور اس کا حق ابھی بہت کم ادا ہوا ہے، جاہلیت کے دور کی وسعت کو بہت کم مہیا کیا ہے، میں کہتا ہوں ایک سیرت نگار کی حیثیت سے، اور ایک ایسے خوش قسمت انسان کی حیثیت سے جس کو اللہ نے سیرت کے موضوع پر لکھنے کی توفیق دی کہ جاہلیت کے مفہوم سے بھی بھارا تو بہن: بہت آشنا ہو گیا ہے، جاہلیت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف جاہلیت عربیہ مراد ہے، اور جاہلیت عربیہ سے مراد ہے بت پرستی کا دور، دختر کشی کا دور، شراب نوشی کا دور اور برائی کا دور، ان کے سامنے صرف یہ آتا ہے لیکن معاشرت، طرز معاشرت، طرز زندگی، فیصلے کرنے کے معیار و اصول، اور رغبت اور نفرتیں، یہ چیزیں جاہلیت کے تصور کے ساتھ ذہن میں نہیں آتیں، حالانکہ جاہلیت ان سب پر مشتمل ہے، اگر جاہلیت کا ترجمہ اردو میں کیا جائے تو اس کا جو ترجمہ حاوی ہے، اور ان سب چیزوں کو اپنے ذہن میں لے لیتا ہے، وہ یہ ہے کہ اس سے مراد وہ دور ہے جو نبوت کی روشنی اور ہدایت سے محروم رہا ہے، قوم کا وہ دور جو نبوت کی روشنی اور ہدایت سے محروم رہا ہے، چاہے وہ یورپ ہو یا ساسانی مملکت ہو، چاہے وہ ہندوستان ہو، چاہے وہ عرب ہو، میں اس کا ایک دوسرا ترجمہ کرتا ہوں "ممن مانی زندگی" جاہلیت کیا ہے؟ ممن مانی زندگی گزرا، یہ دور ہے جاہلیت کی، جاہلیت کی اسپرٹ ہے، جو چیز اسطفا کی مخالف اور متوازی ہے اور آسمان سے اللہ کے نازل کئے ہوئے اویں سے، اور صحفِ ہدی سے، اور تعلیماتِ ربانی سے بے نیاز ہے، وہ یہ ہے کہ نبوت اور ہدایت آسمانی کی روشنی سے جو دور محروم ہو وہ جاہلیت ہے، اور اس میں پھر کیا ہوتا ہے زندگی کیسے گذری جاتی ہے، ممن مانی زندگی، روشنی جو دل میں آئے، جو ہماری سوسکتی، ہمارا ماحول چاہتا ہے، اور جو معیار اس وقت مقرر ہو چکے ہیں اور "حیثیت عربی" کے اظہار کے جو اصول مقرر ہو گئے ہیں، ہمہ تو اس پر ہمیں گے، یہ ہے ممن مانی زندگی، اور اس کو قرآن اور حدیث کی اصطلاح میں "جاہلیت" کہا گیا ہے، دیکھئے اگر آپ احادیث کا جائزہ میں تو آپ کو کئی جگہ ایسے معلوم ہو گا کہ حضور ﷺ نے ایسی چیز پر بھی جس کا تعلق عقیدہ سے نہیں تھا، جاہلیت کا اطلاق فرمایا، ایک صحابی ہیں (جن کا نام نہیں لوں گا) ان کا معاملہ اپنے ملازم کے ساتھ کوئی مساویہ نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انکے ابو و فیک جاحلیۃ تم یکمہ، یعنی آدمی ہو تمہارا، اور اندر جاہلیت کی بو ہے، اب عقائد تلاش

کرنے کی ضرورت نہیں۔ ظالم کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جائے۔ یہ وہ وقت ہے اور وہ موقع ہے اس کو جو بہت کچھ اور ہم اس سے بڑھ کر تمہیں تعزیر علیکم بعواء العجاہبہ ہو تبہ۔۔۔

مائے جاہلیت کی دعوت دینے، مصیبت جاہلیت کی طرف دوانے، اور جاہلیت کا لغو کرانے، اس کے ساتھ سخت کھائی کرو، میں اس کو ہمارے لئے چھوڑ دیتا ہوں اس کا پورا اثر ہمیں نہیں کرو۔

کائنات سے سخت دہشت اس نے سامنے جو "ولایت" بنایا۔ اشارہ سے بھی کام نہ لو، اس کو جاہلیت کیوں کہا؟ اس کا تعلق تو عقیدہ سے نہیں، اس کا تعلق تو عقیدہ توحید سے نہیں، ایمان چنانچہ آخرت سے نہیں، ایمان ہمارا مول سے نہیں تو معلوم ہوا کہ اسلام صرف ہی کا مظاہرہ نہیں کرنا، اسلام ہر شے ہی کا نام نہیں ہے کہ محض مذہبی ہوں، مجھے معاف کیا جائے میں بغیر کسی تفسیر میں کہتا ہوں۔ اسلام صرف اس کا نام نہیں ہے کہ صرف عقائد صحیح ہوں اور نیرتوں کی پابندی اور عبادات اور اس سے علاوہ جو چیزیں عقائد اس میں آجاتی ہیں، وہ اس کے دائرہ میں ہیں، لیکن ہم شے کوئی کرنے میں آزاد ہیں، ہم پرہیز کرنے نہ کرنے میں آزاد ہیں، ہم مقدمات عادات میں لے جانے میں آزاد ہیں، ہم اپنے مال کی تقسیم میں آزاد ہیں، ہم ان سب چیزوں میں آزاد ہیں، اس لئے ہم سے ان سب چیزوں میں کوئی کچھ نہ پوچھے، اور ہمیں نہ ٹوکنے، یہ دین کے دائرہ میں نہیں آتا، یہاں کا اصل بیچارہ جس کے لئے آپ کو رحمت دی گئی ہے یہ ہے کہ آپ دین کا صحیح مفہوم سمجھیں، ایک ہے "اسلام"، ایک ہے "جاہلیت"۔ اب آپ یہ دیکھئے کہ جو مذہبی گندہ رازی ہے مسلمانوں کی دوام و رسم سے خالی ہے؟ سو فیصدی اسلام کلی تابع چاہتا ہے، جو آیت میں کہا گیا ہے "ادعوا فی اسلام کا توحہ" پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ، اس لئے اس کی ہر گز گنجائش نہیں کہ مسلمان دین کے بہت سے احکام کے پابند رہیں اور ان کا احترام و اہتمام کرتے رہیں، مگر زمانہ کے شہوں اور دوروں میں آزاد ہیں، مجھے معاف کیا جائے تو قریب متصور نہیں، انصاف متصور ہے۔

صاحب، ثنائی یہ وہ میں بھی دین کا نام لینا، اور اس میں بھی سنت و شریعت کا سوال نہ رہا، اس کا بھی احتساب کرنا کہ یہ شادی سننے و حرم و حرام سے کیوں ہوئی؟ اب صاحب اللہ نے اوست دی تھی اور دے کر یہ ہمارے خاندان کا اور ہم جہاں رہتے ہیں وہاں کی دستور تھا، لیکن یہ ضروری ہے کہ آپ کا عالمی قانون بھی وہی ہو جو قرآن مجید نے دیا ہے، اور شریعت نے اس کی



تکثر کی ہے اور عوام کے اسلام اور فقہائے کرام نے (اللہ ان کو بہتر جزا دے) غیر عطا فرمائے) انہوں نے اس کے لئے اپنی راتوں کی نیند یہ قربان کی ہیں اور اپنی صحت کو خطرہ میں ڈالا ہے اور ملت اسلامیہ کو فتنی کر دیا ہے۔

میرے بزرگوار دوست اور عزیز واپس آتے ہیں، آپ نے اپنے ذہن میں لے کر جانے، ایک نو مطالبہ ہے کہ اسلام میں داخل ہو کلی طور پر تم بھی کلی طور پر اور تمہارا اسلام بھی کلی طور پر یہ نہیں کہ عطا دوسرے انھوں پر اللہ بچائے ذرا برابر فرق نہیں ہوگا، جہاد میں ذرا برابر بھی ہم سے تسکین نہ ہوگا، لیکن صاحب یہ کہ شادی کس طرح ہو، اور نکاح و طلاق کے مسائل ہیں، اور تقسیم میراث کے مسائل ہیں، اور پھر بہت سی ایسی چیزیں ہیں، نہ خاندان میں پیش آتی ہیں، اس میں آپ کو آزاد چھوڑ دیجئے، بالکل اس کی مہلت نہیں، "پانچھ نذیرین اموات: جھوٹی و سلم کاذبہ و لاتحیو خطیبات الشیطان" اور خطوات الشیطان میں بڑی بلاغت ہے، اگر تم نے یہ نہیں کیا تو پھر اجاب و خطوات الشیطان ہوگا، یہاں پر اس لئے کہ ابھی ذکر کیا، اللہ صرف فرم دیتا، "ادخلوا فی اسلام کافۃ" لیکن اس کا جرم تازی ہے وہ "ولاتحیو خطوات الشیطان" ہے۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ "خطوات الشیطان" ہے، یہ گمراہوں کو لادینہ، یہ جائیدادوں کو ترقی کر دینا، یہ سودی قرض لینا، اور اس خوشی میں راتوں کو جاگنا، صحت کو خراب کر لینا، یہ سب اس لئے ہے کہ نام ہو جائے اور شان ہو کہ فلاں صاحب کے یہاں بارہات آئی تھی، اس میں دوسرے سونریں نہیں اور اتنی بڑی بارہات تھی اور اس سب کو قافیہ نشان ہوئے میں ٹھہرایا گیا۔ میرے نام دعوت نامے آتے ہیں، اس میں کھنا ہوتا ہے کہ آپ فائبر نشان ہوئے میں ٹھہریں گے، یہ ساری چیزیں "عرف" میں داخل ہو گئی ہیں جو عربی کا بہت نافع لفظ ہے، جس کا ترجمہ ہے رسم و رواج اور اصول زندگی۔

ہمارے بھائی کے ایک دوست نے ذکر کیا کہ ایک مجلس میں جمہور، چھوہارے تقسیم کرنے کے بجائے جو مسنون ہے، نوٹ تقسیم کئے گئے۔ سو سو روپے، پچاس پچاس روپے، دس دس روپے کا نوٹ۔ کتنے ہزار روپے صرف اس نکاح میں صرف ہوئے، کہ اس سے اس کی اجازت ملی ہے۔

حضرات! ہمارا مقام و منصب تو یہ تھا کہ ہمارے ہندوستان میں اتنے دن سے رہنے سے ہندوستان کی قدیم جو تہذیب اس کے اندر ایک لپٹن پیدا ہو جاتی، غور و فکر کرنے کی ذرا درست

تحریک پیدا ہوتی اور وہ اپنے پورے معاشرہ کا جائزہ لیتی اور پھر وہ ان خصوصیات و فوائد کو جو مسلمانوں کے ان چیزوں سے بچنے سے حاصل ہوتی ہیں، دیکھ کر خود وہ ان رسوم کو پھوڑتے، معلوم ہوتا کہ مسلمانوں کے اس ملک میں آنے سے ایک معاشرتی انقلاب آگیا، تہذیبی انقلاب ہو گیا، مگر غصوں سے کہ بجائے اس کے ہم ان کو دیتے، ہم نے ان سے لیا، ایک ایک چیز کی تاریخ بتائی جاسکتی ہے۔ اگر معاشرہ کی تاریخ پر کوئی کتاب لکھی گئی ہو تو آپ کو اس سے پتہ چل جاتا کہ فلاں رسم فلاں طبقہ سے لی گئی ہے اور فلاں رسم فلاں زمانے سے رائج ہوئی ہے۔ سب کی تاریخ مل جاتی مگر غرض کی تاریخ مل جاتی۔

ہماری اس کانفرنس کی (مجھے صاف کیا جائے) یہ نیک امانت ہے یا علیہ ہے، اور اس کا ایک نشان اور شعار ہے، جس کو آپ لے کر جائیں۔ یہ دو آیتیں ہیں، ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا حِطَّاتِ الشَّيْطَانِ“ جو لوگ عربی کا ذوق رکھتے ہیں، وہ محسوس کریں گے کہ ان الفاظ میں بھی کتنا زور اور بلاغت ہے، یہ کھلا اچھا ذکر آتی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ جلال الہی بھی شامل ہے، میں عربی کے حائبِ علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ بالکل الفاظ بتا رہے ہیں کہ اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے، اگر ایمان نہ کرو گے تو اللہ کے غضب سے ڈرو، اور اللہ کی طرف سے بے برکتی پر ڈرو اور برے نتائج سے ڈرو۔ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا حِطَّاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ“ اس سے اور صاف بات کیا گئی جاسکتی ہے۔

اور دوسری طرف فرمایا: ”الْفَحْكُمُ الْجَاهِلِيَّةُ يَبْغُونَ“ کیا جاہلیت کے رسم و رواج کو چاہتے ہیں، کیا جاہلیت کے ترجیح، انتخاب کو چاہتے ہیں، جاہلیت کے فیصلہ کو چاہتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ حکم کے معنی صرف فیصلہ کے نہیں، بلکہ ترجیح و اختیار کے بھی آتے ہیں، یعنی آدمی کسی چیز کو اختیار کرتا ہے جو قوتِ محرمہ ہوتی ہے، جو اس کی دلیل ہوتی ہے، وہ بھی اس کے اندر شامل ہوتی ہے، کیا جاہلیت کا فیصلہ قبول کریں گے، جاہلیت نے جس چیز کو ترجیح دی ہے، اختیار کیا ہے اس کو اختیار کریں گے، اس پر چلیں گے، یہ جائز نہیں۔

اب آپ حضرات یہاں سے عزم لے کر جائیں، یہ ارادہ کر کے جائیں کہ ہمارے گھر میں یہ ہرگز نہیں ہو سکے گا، آپ اپنے دل میں قسم کھا لیں کہ اب خلافِ شریعت رسوم یہیں گھر

میں، ہمارے یہاں، ہمارے خاندان میں اور ہمیں کی جائیں گی۔ یہ ظلم نہیں ہوگا کہ جھیز کا زبردست مطالبہ کیا جائے، خدا کی پناہ، خدا کی رحمتِ عظیم ہے، ورنہ میں بچ بکتا ہوں کہ ایک بیانی ہوئی نثری کو جو بھی بڑھ کر آتی ہے، بارہ نوں کے ساتھ آتی ہے اور بڑی امیدوں کے ساتھ اس کو فرصت کیا گیا ہے، اعزاز کے ساتھ اس کا استقبال کیا گیا ہے، صرف اس جرم میں کہ وہ دس ہزار روپے نکس لائی ہے، اس کو مار ڈالا جاتا ہے، میں نے اخبار میں پڑھا، وہی میں ایک لیکن آئی اور اس کے گھر والوں سے دس ہزار روپے کا مطالبہ کیا گیا تھا، وہ نہیں لائی، اس کو جلا دیں گیا اور اس کا قاتل کر دیا گیا۔ اگر اس پر نازل جائے، اللہ محفوظ رکھے، وہ ان اتفاق کو نہ بکڑے، اس پر ڈر لے آج نے، اس پر بجلی گرے، اس پر کوئی دوسری تو آ کر ملے، رے کوئی تعجب کی بات نہیں، اللہ کا پیلی مخلوق عزیز ہے، اور ایسی عزیز ہے "اللہ یکم ووف رحیم" وہ تمہارے ساتھ روف بھی ہے اور رحیم بھی ہے، پھر اس کی پالی ہوئی، پھر مضمون سے بچائی ہوئی اور بڑے مازو فہم کے ساتھ رکھی ہوئی ایک جان آپ کے یہاں آتی ہے، اور بڑے بارہ نوں کے ساتھ آتی ہے، اور آپ، تنگ کر لاتے ہیں، خوش نہ کر کے لاتے ہیں دس ہزار کی وجہ سے دمت ہوا ایسے دس ہزار روپے پر، جس کی وجہ سے کسی انسان کی جان جائے، اور نا چاہنے اللہ کے غضب سے، ایک جان اللہ کو تھمرے کر وڑوں روپے، اور تمہاری سطنتوں سے زیادہ عزیز ہے، وہ علیہ السلام کو کس پیار و محبت کے ساتھ پیدا کیا گیا، ان کا فرشتوں سے مجھ کر آیا گیا، اس آدمی کی اولاد کے ساتھ آپ کا یہ معاملہ ہے۔

یہی میں فرقہ وارانہ فسادات کے بارے میں کہتا ہوں، کسی گمراہ کے یہاں جا کر تم ایک گھڑاؤ کر دو، دیکھو، وہ تمہارا سر توڑ دے گا اور اللہ کی مخلوق اتنی بھی قیمت نہیں رکھتی کہ تم انسانوں کے سر توڑو، انسانوں کی جان نکالو، ایک نہیں، چھاسوں، سینکڑوں، ہزاروں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہماری مسرتوں کی تقریبات میں داخل ہو گئی ہیں اور وہ چیزیں غضبِ الہی کو بلانے والی ہیں، تو پھر کیسے ان مسرتوں کی تقریب میں برکت ہو، کیسے اللہ کی نعمت ان کے ساتھ شامل ہو، اور پھر نفس میں بھی وہ دین مختل ہو اور وہ خصوصیت مختل ہوں۔

بس حضرات! اگر میں نے حدود سے تجاوز کیا اور میری زبان سے سخت لفظ نکلے تو میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں اور آپ سے بھی معافی چاہتا ہوں، مگر کوئی وقت ایسا

ہوئے اور اس کی مثالیں ہمیں دلتِ مخلصین کی ہوتی ہیں۔ کئی وقت ایسے ہوتے  
 لنگھ گئی بول دینے دتے ہیں: "ومن دعوی علیکم بعداء العاہلۃ" اس کے معنی اگر آپ  
 کسی عام سے پوچھیں تو وہ کہنے لگے: "نہو" میں بڑا تمہارا ہے، مادے جاہلیت (خاندانِ اسلام)  
 کا خرد و دماغ اس کے کسی فعل یا واقع کی تسکین کرے۔ تو قریش نے لنگھ استہزاء کر دیا اور ارا بھی  
 روحیت و شانہ اور کتابیہ سے کام نہ لیا۔ کہہ: ہاں، ہور دلتِ مخلصین فرماتے ہیں، اور جو یہ  
 وقت و رحمت ہیں، وہ یہ کہہ رہے ہیں، مثال میں مکتی اس سے آپ انہ کو دیکھئے کہ جاہلیت  
 کو جاہلی زندگی کی جاہلیت کے معنی وہ کہہ دیا، جو جاہلیت کو کس قدر سے نہ دے بھی دیکھئے،  
 وہ اس کے رسوں نے بھی دیکھئے۔ وہ چیزیں اپنے گمراہوں میں آئیں، ہمارے معشرت  
 کے ہر جن چاہیں، ہر وہ جہات و فرائض میں داخل ہو جائیں، جیسے اقلاد و شافعی و حرم  
 و عام سے ہوئی، ہمیں مسجد میں جاسیے اور کسی عام سے نکاح پر حوا جائے، ہم نے تو آقاؐ دیکھے  
 ہیں، عسریٰ لڑ رہی، کبریا کیا کیا، نکاح ہو گا، قریب ترین عرایض میں سے سب ہمیں  
 معلوم اور ہیں، کیا ایک عالم کرے ہو گئے۔ انہوں نے خدیجہ مسنونہ پڑھ دیا، حجاب و قدس فرمایا  
 اور چلے گئے، یہاں سے آپ صبر و اداہ و مدد کر کے چائیں، کہ اپنے گمراہوں سے یہ نہ ہوتے، میں  
 تھے، اور جنی، ان مکان آپ کی تقریبات میں باعث و نفع اور باعث فرائض نہیں گئے۔ یہاں تو یہ  
 ہوتا ہے، شرعی مجبوری کی بات، کہ آپ ان عزموں اور فائدوں والوں کو محسوس  
 فرمائیے، میں، اس کو آپ محسوس کرائیے کہ یہ خدیجہ شریعت ہے، یہ خدیجہ شریعت بھی ہے، وہ  
 خلاف عقل بھی ہے، اور خلاف حکمت بھی ہے، یہاں سے ارادہ کر کے چائیں۔

انہ سے چار دو یہاں شریف رکھتے ہیں، مخلصین اور ملانے کر اور مسکن، ان سے ہوس  
 نکاح یہاں سے جانے کے بعد مسجدوں میں تہریں تہریں اور اس پر دیکھ لیں اور وہ ہوس  
 جیسے ہوتے ہیں، ان میں بھی دیکھ لیں، اور پورے ہندوستان میں اصحاب معاش و ابراہیم  
 رسول کی تحریک چلائیں۔ اللہ مدد فرمائے گا۔ برکت دے گا اور آپ نورین کے ملک و مملکت کی  
 تسبیح اور اس کے ان کا جو اجر عظیم ہو گا، آپ کو مدد فرمائے گا۔

وآخر ما کان الحمد للہ رب العالمین

## عالم اسلام کا عبوری دور

یہ تقریر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کی طرف سے مقرر کے اعزاز میں ۱۸ جولائی ۱۹۷۸ء کو اسلام آباد ہول ہال میں دیئے گئے اشتیاقیہ جلسہ کی تھی۔ صدارت سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس جٹا ب انوار الحق نے کی۔ جلسہ میں سپریم کورٹ کے جج صاحبان، قاضی دزرہ، اسلامی نظریاتی کونسل کے اراکین، علماء اور جدید تعلیم یافتہ حلقہ فی فرائیدہ شخصیات موجود تھیں۔

نحمدہ وفضلہ علیٰ رسولہ الکریم، اہا بعد

صدر محترم، حاضرین گرامی قدر! میرے لئے بڑے شکر و مسرت کا مقام ہے کہ جن حضرات کی خدمت میں مجھے فروزا فرما جانا چاہئے تھا اور مجھے ان سے اپنا رد و دل بیا اپنے مطالعہ اور فکر کا نتیجہ علیحدہ علیحدہ پیش کرنا چاہئے تھا وہ یہاں خود شرف لائے ہیں، اور مجھے ایک ہی موقع ملا ہے کہ میں ان سب حضرات کی خدمت میں عرض کر سکتا ہوں، یہ بڑے خوشی کا موقع بھی ہے اور بڑی ذمہ داری کا بھی، میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا ہوں کہ مجھے اس پر زیادہ خوش ہونا چاہئے یا ذمہ داری کے احساس سے مجھے متفکر اور گراں بار ہونا چاہئے؟ بہر حال یہ دو ملے چلے احساسات ہیں اور میں نے بے تکلف آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

ایک لمحہ غافل گشت و صد سالہ راہم دور شد:

حضرات! ہم اس وقت عالم اسلام میں بڑے تازہ و سرخسے سے گزر رہے ہیں، یہ ایک عبوری مرحلہ ہے، اور عبوری مرحلہ ہمیشہ بڑا تازہ و سرخسہ ہوتا ہے۔ اسلامی ملکوں کی قیادتیں اور اسلامی ملکوں کے دل و دماغ کوئی لمحہ ضائع کر دیں یا کسی اقدردار اور ترقی مندانہ مسئلہ میں الجھ کر رہ جائیں تو زندگی کا رونا دھواں کا طغیان عایت نہیں کرے گا۔ زمانہ کا سیلاب صرف سیلاب سے نہیں ہے، وہ کسی کشمکش کے ذریعے کی پروا نہیں کرتا۔ حالی نے کہا تھا اور میرا خیال ہے کہ تمہوں



مرضہ بغیر ان عناصر کے تھے نہیں ہوتے اور نہ کسی اس سے پہلے تھے تو اسے اور اس وقت ملے ہوئے ہیں۔ یہ جس طرح بیمار کے عقیدہ و اعتقادات ہے، اسی طرح یہ دینی و دنیاوی اعتقادات ہے، اس لئے کہ ایک معاشرے کا یہ دو حصے بن جاتے، جس کو اسلام کی تعلیم کے مطابق کرنا دین منہ سر کو قرار دیا کرنا دین کے معانی ہیں اور ایک یہ تو ان تکمیل میں آتا ہے۔ کل میں نے عرض کیا تھا کہ اس وقت اسلام ایک عقیدہ کی حیثیت سے موجود ہے۔ یعنی اس کو اس کے تعلق سے محدود کر دیا گیا ہے اور یہ مغرب کی بہت بڑی سادش ہے کہ اس نے جب یہ دیکھ کر مسلمانوں کو عقیدہ سے بنانا مشکل ہے اور ان کے اس سادش اس نے ہارے میں بہت تیز ہیں، اس کو اس کے بہت تیز تجربے ہوئے ہیں۔ جنگ عیسائی سے لے کر افغان کی فوجی اور مسلمہ دین کے کلی اخراج سے لے کر اس وقت تک تو میں نے اپنے ان تجویز سے قاعدہ اٹھایا اور اس نے یہ خدمت مملی ملے کی کہ مسلمانوں کو ان کے عقیدہ سے بڑھانے کے بجائے ان کے تمدن اور ان کے نظام معاشرت سے معذور اور محروم کر دیا اور اس پر آمادہ کر دیا چاہے کہ وہ دین اور عقیدہ رکھیں اور اس میں محنت ہوں اور یہ بڑی حد تک کامیاب ہو گیا۔ خدا کے فضل سے ہماری امت نے اس پر اس کوئی تجربہ واقع نہیں ہوئی ہے جیسا کہ عیسائیت میں واقع ہوئی ہے۔ جو عیسائیت اس امر کی خدمت سے کوئی کوئی پڑی ہے نہ اس کے ساتھ ساتھ پال کی پڑی ہے پڑی ہے اور وہ پڑی اس پر چل رہی ہے، یہ مسیحیت صرف مستقیم سے بہت کرشمہ، الحوت، مسیح کے عقیدے اور دینی تمدن کی پڑی پر پڑی اور پھر اس پر براہِ چلتی رہی، پھر ایسے وعدے پیش آئے کہ وہ رفاہی تیز تر دینی چلی گئی، کاش کہ یہی ہو تاکہ اس کا مشرق کے مسلمانوں کا اور ایک دوسرے کا قافلہ سے دوسرے پر آجوتا۔ لیکن وہ مغرب تھا اور مغرب میں وہ حاکمیتیں اس رقی تھیں، ترقی کے جذبات موجود تھے، زندگی کا روم خون رکھوں میں دوڑ رہا تھا اور دینی دنیاوی دونوں باری اور ساری ہونا چاہتا تھا، جس اور چیز اس کی رفاہی سے چیز تر ہوئی، ہاں اس اخلاف و سادات کی رفتار بھی تیز ہوئی، اس لئے کہ ان قوموں کے ساتھ اس کی قسمت دیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس نے مل تھیں وہ بہت رفاہی پر قانع نہیں تھیں، ان دوسرے کے خاص حالات کی بنا پر تیار ہوئے، ان کے احوال پر عمل کرنا تھا اور زندگی کے سخت وقتوں میں ان کو اپنی عاصمتوں کا نگہ نہ رہنا تھا۔ اس لئے برصغیر کی رفاہی ہوئی۔ عیسائیت کے سرور و ترقی سے بخلاف کی رفتار بھی تیز ہوئی چلی گئی۔

اگر کوئی تحریک یا تحریف الحمد للہ عالم اسلام میں پیش نہیں آئی اور قرآن مجید کی زبان میں  
 انا نحن واولادنا الذکر واولادنا لحافظوں کے عطا کردہ مومنوں، دین کے سرنگ ایسا تحریف پیش  
 آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ خدا کے اس دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ ظہن یہاں تک کہ وہ "اور مذمتی کا  
 تعاقب ہے نظام ہے کہ کوئی عقیدہ کوئی تطبیق یا اس کی زبان کوئی خلا بھی نہیں رہ سکتی۔ اس کو ایک  
 مومن چاہئے اس کو آزادی چاہئے۔ اس کو اس چاہئے۔ اپنے معاشرہ کی تحلیل کی آسانی  
 چاہئے۔ اس لئے کہ اس تحریف اور تبدیلی میں کوئی عقیدہ کے نتیجے میں جو خالق اور جو مذمتی کا  
 اثر زائل ہوتا ہے اس کو اس کو خلیج اور پر نظام ہونے کے لئے ایک آواز۔ اس کو چاہئے۔  
 ایک معاشرہ چاہئے اور ایک ایسا خط چاہئے جہاں وہ آزادی کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ اس کے  
 اصول پر عمل کر سکتا ہو اس کے میں جو کہ کوئی یا بی حاصل ہوئی اس کے اس کے اس کے  
 (۱) اس استنباط میں جو قرآن کے اندر ہیں امام آبادی کی طرف سے دیا گیا۔

مسلمانوں کو اصل اسلامی تمدن سے دور کر دیا اور اپنا تمدن ان پر مسلط کر دیا۔ ان کو ان

کے لئے دگر بید بنایا۔

اسل کو اقتدار کی ضرورت ہے

اس پر میرے تعلق نظری طور پر خانہ کی طور پر پورے عالمی طور پر ان صاحب فکر ہمارے اس سے ہے  
 جو ان کی آغوش میں شیعہ مناجات پر ہمت فلاک میں غلبہ، مسلمانوں کو ہمیشہ ترجیح دیتا ہے۔  
 میری مراد یہ ہے کہ شیعہ جنت علیہ السلام کے مجاہدوں، عانی بہت رہا۔ اس سے بہتوں نے  
 ایسا غرض اسلام کی کوشش کی اور ان کی تعلیمی صلاحیتوں میں پورے عالم اسلام میں کسی کو  
 جامع تعلیم، بلکہ انظر، بلند ہمت جہاد کا سراغ نہیں ملتا جیسا کہ حضرت سید صاحب کی  
 جہاد تھی، میرے تعلق میں جماعت سے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسلام تو اللہ کی طرف سے  
 ہے اس لئے اس کی ضرورت ہے اور خدا کا یہ فرمان اس طرح ضرورت کے وقت صحیح  
 تھا، ان بھی نہیں ہے اور قیامت تک صحیح ہوگا۔

الذین لا یملکونہم فی الارض یقامو الصلوٰۃ واولو الزکوٰۃ وامنوا

المعروف ونہوا عن المنکر (الحج)

یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو حکمت میں نہ کریں تو ان پر ہمیں ہر ذوق اور ذوق اور



تیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔

آپ خیال کیجئے کہ معروف و منکر کے لئے قرآن مجید میں اور حدیث میں امر و نہی کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ استدعا اور درخواست کے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے ہیں۔ عربی زبان ایسی تنگ دامن نہیں ہے کہ اس کے اندر صرف امر و نہی کے الفاظ ہوں اور دوسرے الفاظ نہ ہوں جن میں تواضع ہے، خواہش ہے، جن میں استدعا ہے، جن میں مطالبہ ہے، بلکہ اس کے لئے جہاں کہیں بھی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ امر اور نہی کے ہیں۔ نامعلوم بالمعروف و نہیہون عن المنکر کسب خیر امة اخر جنت للنامس نامعلوم بالمعروف و نہیہون عن المنکر اور امر و نہی طاقت چاہتے ہیں۔ امر و نہی وہ مقام چاہتے ہیں جہاں سے انہما اعتماد کے ساتھ اور جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکیں کہ یہ صحیح ہے اور یہ غلط ہے۔ امر میں اور نہی میں قیہ استعلاء ہے۔ امر و نہی درخواست کے معنی میں نہیں، امر و نہی ظہور و باہر و روئے، اس کے لئے آدمی کے اندر قوت چاہئے۔ ایسا مقام اور ایسی بلندی چاہئے، ایسا اعتماد چاہئے اور اس کی ایسی وقعت ہو دلوں میں کہ وہ ہر کر سکیں اور نہی کر سکیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو قوت کی ضرورت ہے، اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے کہ ہمیشہ وہ سب نے کہے کہ اگر ایسا کر لیا جاتا تو اچھا تھا۔ ہمارا درخواست ہے اور ہم آپ کو ترغیب دیتے ہیں ہم تبلیغ کرتے ہیں۔ اپنی جگہ پر یہ مسئلہ جاری رہے گا لیکن قرآن جو معیار و میزان ہے اس میں الفاظ امر و نہی کے ہیں۔ جن میں مسئلوں کو وہ طاقت حاصل کرنی چاہئے کہ جس مقام پر ناز و کر و خم دے سکیں اور روک سکیں، اس لئے کہ فطرت انسانی تعریف تو کہتی ہے اور وہ خوش بھی ہو جاتی ہے، لیکن انسانی نسل کی بڑی اصلاح، عمل اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی جس کے نتیجے میں اقامہ الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ اور امر و اجمال معروف اور نہیہون عن المنکر کے الفاظ آئے ہیں۔

سارا انحصار شاخ پر ہے:

اگرچہ میرا ہر فکر و حرکت ایک سے تعلق ہے لیکن میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ جس شاخ پر نشیمن ہو کہو کہ شاخ کی فکر کی ضرورت ہے۔ ہمارا سارا انحصار اس شاخ پر ہے۔ شاخ اگر قائم ہے، ہری مہری ہے، استوار و پائیدار ہے تو اس کے بعد یہ مسئلہ آتا ہے کہ نشیمن کیسا ہو؟ نشیمن بلبل کا ہو یا زاغ و زغن کا؟ لیکن پہلے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ شاخ ہے بھی یا نہیں۔ اگر شاخ

نہیں ہے تو پھر وہی سوال نہیں اٹھتا تو نہیں کہہ سکتے ہیں؟

ادب و شرف جس پر نشیمن ہو گا وہ شرف ہے معاشرہ، وہ شرف ہے کسی ملک کی عاصی زلفی اشیر میں چھنے والے، بازار میں خرید و فروخت کرنے والے، کارخانوں میں کام کرنے والے اور مدرسوں میں، درسگاہوں میں پڑھنے والے، پڑھانے والے انسان، یہ عام انسان جن سے زندگی جوڑت ہے، جن سے شہروں کی رونق ہے، یہ اس آبادی ہے۔ یہ کیا ہے اس کی پسند بد کی، ناپسندیدگی کے پیرے لیا ہیں، اس کے احساسات یہ ہیں؟ اس میں فیشن کو اٹھانے، فیشن کو برداشت کرنے کی جتنی صلاحیت ہے۔ آپ فیشن زمین پر، عاقبت کی جگہ پہنچتا ہے بہتر یا نہیں، لیکن کسی شے کا پسند کو آپ تو مقرر کیا ہے ہیں، وہ شرف اس کا جو فیشن اٹھا سکتی اور زبان قبول۔ یہ فیشن نہیں زبان حال۔ اس کی پختی، اس کا ایک ایک ریشہ یہ اعلان کرتا ہے کہ ہم اس کا جو فیشن اٹھا سکتے اور ہم فیشن نہیں چاہتے تو یہ سادگی محنت بیکار جائے گی۔ مسئلہ یہ ہے کہ شرف بھی فیشن چاہتی ہے یا نہیں؟ پھر فیشن کا جو شرف برداشت کر سکتی ہے یا نہیں۔ یہ انحصار اس پر ہے کہ ہمارا معاشرہ کیسا ہے، ہمارا معاشرہ و ثقافتی طور پر اور اخلاقی طور پر کیا ہے؟ "زلفی کی خیالی چیزیں، اولین سہولت، انسانیت کی ابدی شرائط کو پورا کر رہا ہے یا نہیں؟ معاشرہ کیسا ہے؟ کہ وہی رغبت، فیشن پر ہی، اور الہامی اس کا مزاج میں کیا ہے، جس طرح اس کی پختی اور پانی سے ڈال کر خشکی میں ڈال دی جائے تو اس کا دم کھٹے نکلتا ہے، یہ معاشرہ ایسا ہے کہ اگر اس میں صلہ کی دعوت دی جائے، اگر خدا نے نوح کی دعوت دی جائے، یہ دعوت دے گا، اخلاق کی دعوت دی جائے، فتنہ و فحش سے بچنے کی دعوت دی جائے تو اس معاشرہ کا دم کھٹے نکلتا ہے، یہ پختی کا دم کھٹے نکلتا ہے، جس قرآن مجید کی آیت پر غور کریں، دعوت تو اس کے اچھے و صداقت کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے بدنام ہو جاتا ہو، ایک قاصد مسخ شدہ معاشرہ۔ اسے غریبی نے اپنے دل میں سات لہر اپنے ٹھنڈی کی ترسانی کی ہے۔

انحر جوا ال نوح من قومک انھم بنطھرون

یعنی معاشرہ جو اپنے معاشرہ کے پکار کر کہا اور بغیر کسی پردہ اور نرم و حجاب کے کہا کہ ان پانچوں کی ترسیم لوگوں کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ انحر جوا ال نوح من قومک انھم بنطھرون۔ ہم تو نبوت سے ملے کھلے ہوئے ہیں۔ ہم وہ پختی ہیں جو نبیاست

میں زندہ رہ سکتی ہے۔ یہ جو ایک روایت ہے، علمیات کی یہ باتیں بر داشت نہیں۔ ہم اس کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتے، ہم اس کے یہ مانگ آپ کو دیتے تو ہم چھپ جائیں گے یہ سچی چھوڑ کر جس معاشرہ کی یہ کیفیت ہو جائے، اس معاشرہ کی صورتوں میں داخل نہ ہو کر کھڑے نہ ہو کر کے کاغذ کے صفحات یا کسی ٹیبلٹ میں بیٹھ کر کوئی بحث، کوئی حکام بنایا جائے گا تو وہ کھاس کامیاب نہیں ہو سکتا، اس لئے یہ شخص بہر حال اس پر قائم ہو گا۔ آپ کو اگر اس شخص کو قاتل کرنا ہے تو اس کی فکر کیجئے کہ وہ شارح کس حالت میں ہے۔ اگر اس شارح نے پیشہ چلنے والے پیشہروں میں اور شخص بنانے والا ایک ہے اور میں مانتا ہوں کہ دو اعلیٰ درجہ کی صلاحیت اور پورے وسائل رکھتے ہیں، لیکن جہاں بزرگ آدمی پیشہ چلا رہے ہوں تو وہ ایک آدمی ہو لیکن ہمارا ہے یا کوئی تعمیری کام کرنا چاہتا ہے، وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کوئی عمارت اس طرح کھڑی نہیں ہو سکتی کہ اس پر مسلسل تیشے چل رہے ہوں اور کچھ ٹک میں جو بن بھی رہے ہوں۔ وہ عمارت بھی بن کر تیر نہیں ہو سکتی۔

### معاشرہ زمین ہے:

معاشرہ زمین ہے، اگر یہ زمین درست ہے، اپنی جگہ پر قائم ہے، قرآن کے الفاظ میں کتبیا مہیلا ریت کا تینہ نہیں ہے جو ہر وقت کھسکتا رہتا ہے، اب ہو آتی ہے تو اس کے زرت کوڑا کر لے جاتی ہے، اس کا کسی وقت بھی اطمینان نہیں ہو سکتا، اب آندھنی کا طوفان آئے گا تو یہ ٹیلہ نہیں پر لے گا۔ اگر آندھنی ہوس کی "ریلے" کی طرح ہے، جب کوئی چالاک آدمی اس سوسائٹی میں پیدا ہو جائے تو پوری سوسائٹی کو اپنا منہ منگاتا ہے، اس کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ یہ سوسائٹی مل جاتی ہے، اگر سوسائٹی میں اتنی بھی مدت، خطرہ کئے وقتوں کی طاقت نہیں ہے، اگر اس میں ٹیکے کی طرح جتے ہوئے پانی میں بہہ جانے کی مصاحبت ہے اور وہ ہر وقت اس کے لئے تیار رہتی ہے کہ کوئی مفید طاقت یا محنت یا فائدہ مہیا فرماتا جائے تو اس کی معاونی کرنے لگتا اور اس کی ساری سنتوں پر پانی پھیروے، جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ اس معاشرہ کا اس سوسائٹی کا خدو اس حافظہ ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

واقعہ یہ ہے کہ ہمیں کا بھی اسلامی معاشرہ دینا نہیں ہے کہ آپ اس پر چرے طور پر اعتبار کر سکیں، ابھی کل کی بات ہے، مجھے معاف کیا جائے، جس کے بعض لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ خیالات

سے متفق نہ ہوں کہ جمال عبدالناصر کا زمانہ تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مصر میں ایک شخص ایک خاندان بھی ایسا نہیں ہے جس کو جمال عبدالناصر سے اختلاف ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آواز پر ماری بجائے، اس کے پیچھے چلنے اور اس کی کار کے پیچھے خمرے لگانے کے لئے پورا مصر سست ہے، اس کو تقدس و عصمت اور محبوبیت و حبوبیت کا غلط تصور عطا کیا اور بالکل بغیر اس کی طرح صاف میں ڈھابا دیا گیا۔ اس کے بعد یہ طلسم ٹوٹا تو معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہیں۔ آج کوئی سپد جسے منہ سے اس کا نام لینے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے بعد اور بھی بہت سے معاشرے ہیں جن میں اگر کوئی شخص جو ذرا بھی اثر و دل سکتا ہو، عوام پر یا خواص پر، گروہ کھڑا ہو جائے تو پورا کا پورا معاشرہ اس کے قدموں میں پڑ جاتا ہے کہ چاہے وہ اس کو پامال کرے، چاہے زندہ کرے۔

زندہ کی مٹانے تو دور بکشی لگائے تو

یہ بڑی خطرناک صورت حال ہے۔

اسلامی شریعت کے نفاذ میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ ہو:

اس کا ہر نثر یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلامی قانون سازی کی جو بات کی جارہی ہے، اسلامی شریعت کے نفاذ کے جواز دے ہیں، ان میں سستی پیدا کی جائے۔ میں ہرگز اس لحاظ کی اجازت نہیں دوں گا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو شش کو روکنے کے حق میں نہیں۔ یہاں اس حقیقت کو سامنے رکھنا چاہیے ہوں کہ کامیابی کا انحصار اسی معاشرہ پر ہے، اگر معاشرہ اس کا استعمال کرتا ہے اور ہم نے، ہمارے دین کے داعیوں نے، مصلحین نے، صوفیوں نے، ہمارے نبی و مرسلین نے، یہودیوں نے، میں یہاں تک عرض کرتا ہوں کہ ابلاغ کے جتنے ذرائع ہیں اگر ان میں سے کسی ایک نے یہ شش کی، یہ ہم چلائی کہ پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے پوچھنے بدلیں، اندر کے احساسات بدلیں اور نیکی، خدا ترسی، خجیدگی، متانت، صبر و تحمل، شمس کی تربیلات، مالی تربیلات، یا اخلاق استحکامات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو پھر اس معاشرہ پر بڑے سے بڑا اثر ہو سکتا ہے اور وہ خلافت اسلامی کا بھی بڑا جھڑاوت کر سکتا ہے اور مجھے اس میں بالکل شبہ نہیں کہ اگر معاشرہ کی اصلاح ہو جائے اور یہ ساری طاقتیں جو اثر انداز ہو رہی ہیں اس میں آپس میں تعاون ہو اور یہ سب اشتراک عمل کے ساتھ معاشرے کی اصلاح میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو خلافت اسلام میں کامیاب بھی تھی قیامت میں نکلتا ہے، اس وقت صورت یہ ہے کہ اس کردار کا جادو چل رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں البلاغ کے ذرائع ہیں، زمین کی تحریف قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنا اللهم عذاب الیم علی  
الدنیا والاخرة واللہ اعلم واتم لاتعلمون

جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے، ان کو دنا اور آخرت میں دھندہ سینے، انا عذاب ہوگا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہ آیت ایک معجزہ ہے، جس وقت یہ آیت ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنا نازل ہوئی تھی، مدینہ طیبہ کے محدث و معاشرے میں ایک خاص واقعہ پیش آیا تھا۔ اس وقت کا لوگ اپنی مجلسوں میں چہ چہ کرنے لگے، مجلسیں تھیں، بیوی تھیں، واقعہ کتنا بڑا تھا، کن افراد سے اس کا تعلق تھا، یہ ساری چیزیں اس تھیں کہ قرآن مجید کی اس آیت کی وسعت اس سے زیادہ تھی۔ وہ قرونوں سے بڑھ کر اور تاریخی اور جغرافیائی فاصلوں سے آگے بڑھ کر کچھ اور چاہتی تھی۔ آج ہم اس آیت کی تفسیر دیکھ رہے ہیں۔ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنا۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فواحش اور منکرات کی محبت کا رواج ہو، اس کا تصور آج سماجیات، نیکی و برائی، اذیت و سکھ کے دور میں ان دلوں کے اس دور میں، کچھ زور فہم کی ترقی کے اس دور میں، لٹریچر اور فلسفوں کے اس دور میں اس کی جیسی تفسیر، تفسیر نہیں بلکہ تھوہرہ بھی جا سکتی ہے، کسی اور زمانہ میں مشکل ہے۔ مدینہ کے اس دور میں لوگوں نے ایمان بالقیامت سے کام لیا ہوگا اور انہوں نے اس کا اظہار کیا ہوگا۔ کسی مخصوص واقعہ پر لیکن آج دنیا کی ساری طاقتیں، جس طرح ان تشیع الفاحشة پر لگی ہوئی ہیں اس کا اس سے پہلے کیا اندازہ ہو سکتا تھا۔

کچھ خواست رفتاری کے باوجود دوسرا باب ہے اور خرموش  
تیزی کے ساتھ مصروف عمل ہے:

ہم نے اور آپ نے بچپن میں یہ کہانی سنی تھی کہ خرموش اور کچھوے میں مقابلہ ہوا۔  
خرموش بہت تیز رفتار، کچھ بہت سست رفتار، لیکن کچھ سختی تھا، وہ مسلسل چلا رہا اور خرموش سوتا،

نہیج یہ ہو کہ رہا ایک کچھو اس راہی خزانہ سے آئے یہ جو دنیا، آقا معظمت کے پرخص ہے، آج مقبلہ کچھوے اور خزانہ کا ہے، لیکن موجود یہ ہے کہ کچھو اپنی مست رفتاری سے ساتھ بھی ہو رہا ہے اور خزانہ اپنی معروضہ تیز رفتاری سے ساتھ سرگرم ٹھس ہے۔ آقا ہادی اور خزانہ ہفتوں کی مثال میں ہے۔ علم اسلام کی تعمیر کی کوششیں اس کچھوے کی گھڑت ہیں جو ست رفتار بھی ہے اور جاگ بھی رہا ہے۔ آپ خزانہ اور تعمیر کی طاقتوں کا مقابلہ کر کے دیکھیں، ہر جگہ یہ کچھوے اور خزانہ کی کیا فی آپ وہ بالکل قطع نظر آئے گی۔

ہر روز و شہرے میں خزانہ کی طاقتیں ہر طرح اخلاقی تارکی اور جہالت پھیلا رہی ہیں، ان کے پاس دو وسائل ہیں جو رات کو دن اور دن کو رات ثابت کر سکتے ہیں، نور کو ظلمت اور ظلمت کو نور بنا سکتے ہیں۔ انہیں تعمیر کی کوششوں کا، ان تعمیر کی اداروں کا حال یہ ہے کہ وہ دسائیں سے بھی مرہم ہیں، ان کے پاس قوت مجتہد بھی نہیں اور کشش اور بھانے والا مد قہیں بھی نہیں ہیں۔

اس وقت اسلامی معاشرہ کا مسئلہ بہت اہم ہو گیا ہے اور یہ کام خیالی جولوگوں کے فکروں میں بیٹھ کر ہے کہ افراد کا معاملہ اتنا اہم نہیں، اصل معاملہ مجموعہ کا اور اجتماعیت کا یہ دور ہے اجتماعیت کی تعمیر کا، اجتماعیت کا اثنا پر پیکندزایا گیا ہے، فلفہ سیاست، اجتماعیت و رہنمائی کے ذریعہ جمہوریت متعلق بن گیا ہے اور افراد کی اہمیت ٹکاپوں سے بالکل اوجھڑ ہوئی ہے، بعد ان کی فانی ہونے لگی ہے، انہوں نے ذہن میں یہ بات ہے کہ افراد اپنی جگہ پر ایسے ہی باقی اور مسندوں، لیکن جب افراد ایک دوسرے سے مل جائیں گے، ان کے ملنے سے، ان کے اجتماع سے جو مجموعہ وجود میں آئے گا، وہ صاف ہوگا، یعنی جتنے چاہے کتنے ہی خراب ہوں، کچھ کھائے ہوئے ہوں، گرم خوردہ ہوں، لیکن جب ٹکٹھا جلائی جائے گی، جہاز بنائی جائے گا تو وہ جہاز اچانک ایک بڑے جہاز سے میں تبدیل ہو جائے گا، اور ان طاقتوں کی علیحدہ علیحدہ جو خرابی ہے، وہ اس میں گم ہو جائے گی، اس کی ایک مثال یہ دی جا سکتی ہے کہ درجنوں ڈب تک علیحدہ علیحدہ ہو درجنوں ہیں، لیکن اگر درجنوں یونین بنائیں تو وہ پامناہت بن جاتے ہیں، چور اگر اپنا کوئی اتحاد قائم کر لیں، ہفتی چھم کر لیں تو، وچوکیدار کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں لیکن اگر ایک الگ الگ ہیں تو چور ہیں، درجنوں ہیں، یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ایک درجنوں، درجنوں

ہے، اور جزین اور جزین میں ایک میں مل کر پارساں کیسے بن جاتے ہیں۔ یہی  
رجائی جب تک فروغ واحد میں ہے تو صغریٰ، انکلیں ترقی کرنے سے پہلے تک پہنچے وہاں تک  
صغریٰ نہیں۔ یہی، اگر وہ ایک غیر مریض تھی تو یہ سو فیصد کی صغریٰ ہوتی ہے۔ دنیا کی سیاسی،  
اقتصادی، اجتماعی، تعلیمیات، سب کا حال یہی ہے۔ اور یہ، اور وہی کی تعلیموں کو دیکھتے،  
اس کے ساتھ مشرقی حکمتوں کو بھی دیکھتے کہ وہ فاسق انکلیں، فاسد امتداد، جن کے مقصد  
تجربہ، جن کی زندگی کا مقصد، جن کے غرضات، جن کے فکرو خیالات، فاسد، ان سب کو  
نے ایک اجتماعی نظام بنایا ہے، اور وہ اجتماعی نظام، قوموں کی آسمانوں کا فیصلہ کر رہا ہے۔

### اسلام کے ترکش کا قیمتی تیر:

یہاں پر اس وقت خدا نے ایک موقع میسر فرمایا ہے، لاریہاں قوموں کے مذہب میں خدا کی  
طرف سے یہ بات آئی ہے کہ اس ملک میں معاشرہ کی ایک نئی تشکیل ہوئی چاہئے اور اس ملک  
میں شریعت کا نفاذ ہونا چاہئے اور بالترقی اور اقتصاد اور اعلیٰ شریعت اسلامی کے ساتھ میں ہونا  
چاہئے۔ یہ بہت مبارک بات ہے، محض اللہ کا فضل ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض اتفاق واقعہ  
نہیں ہے، میں اتفاق کی منطق کا قائل نہیں، جو کچھ ہوتا ہے تقدیر الہی اور قضاء قدر کے فیصلہ پر  
ہوتا ہے، یہ ملک جس بلند مقام اور بلند نسبت پر قائم رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسی نسبت کا لحاظ فرمایا  
اور اس کی عنایت و رحمت کی نظر ہوئی، اس لئے میں اس موقع کو قیمتی بلکہ نعمت سمجھتا ہوں اور  
اس سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کرتا ہوں۔ میں آپ حضرات کو یہ بھی آگاہی دیتا چاہتا ہوں کہ  
جب تک ترکش کا کوئی تیر آزمایہ نہ ہوئے اس تیر کے متعلق اس قسم کا سن کچھ قائم کیا ہو سکتا ہے،  
اس سے ڈرایا نہیں جا سکتا ہے اور اس سے سید بھی قائم کی جا سکتی ہے، لیکن جب کوئی ترکش سے  
باہر نہ ہوئے، وہ استعمال ہوئے، پھر اس کے بعد صرف تعلیمت رہ جاتی ہے، تجربہ ہو جاتا ہے  
اور کچھ نہیں رہ جاتا۔ اسلام کے ترکش کا یہ تیر بلا قیمتی ہے، میں شریعت کا فائدہ ذات نہیں سمجھتا کہ  
چند صدیوں جاری ہو جائیں، شریعت کا نفاذ بہت وسیع لفظ ہے اور اس کا برا وسیع مفہوم ہے، اس  
سے میں کسی ملک کے متعلق شہادت دینے کے لئے تیار نہیں ہوں، بلکہ ان کے پورے حالات  
مقاصد کا درجہ بتاؤں گا، لیکن یہ عرض دینا میں ایک چیز یہی تھی جس کے متعلق کہا  
جاسکتا تھا کہ اگر وہ تیر ترکش سے نکلا تو پھر اس میں خیر و برکت کا دروازہ کھل جائے گا، جب تک

و اتھو، کٹش سے وہ نہیں آیا تھا، اس کے اُنے کی میدان میں پہنچیں ہوئی تھیں۔ اس وقت ملک  
 دیبا کی زبان پر خاموشی، قہر بھی نہ ہوئی، ہر رات سے عذر کے موقع بھی بہت تھے کہ ان کا  
 ہائے شریعت کا نظام اس چوری طرح نہیں رہ رہا ہے، اس کی معاویہ معاشرہ کی طرف سے نہیں رہا ہے،  
 اس سے ایسے انجمن میدان کی باطنی ہے، بالکل نہیں رہا ہے، وہ تیرہ ہزار آئے، ان کے بعد کیا  
 ہوا تھا، یہ تو ایک ہی ہوا، استعمال ہو گیا۔ یہ میں آپ سے عرض کر دوں کہ تاریخ نے تجھے  
 تاریخ کے طعنہ دہنی میں کہ تو یہ بار بار انسانی نہیں رہا، اس میں ایک تیرہ لاکھ جو بار بار  
 جائے، ہم پر جو کراہی نہ کر، پھر کراہی میں رکھیں کہ ہم وقت نہ صرف استعمال کرتے رہیں  
 لے، یہ تو ایک ہی ہوا، کمان سے نکالا، پھر وہاں نہیں آیا، یہ بہت ہی نازک وقت ہے، میں ایک  
 یہ منتخب نہیں لے، اس لئے اس میں ایک ملک کے پیشہ نشین معاویہ ہیں، ہر قسم کے  
 ہزار ہا ہوں ہیں، اس میں وہ ہوں، اس میں آپ سے پوری معذرت کے ساتھ یہ عرض کرنا  
 ہوں کہ صرف پاکستان کی تاریخ میں یہ ملک تاریخ اسامی میں ایک نازک مرحلہ آیا ہے،  
 اپنے واقعاتی آدلی اپنی سرس روک بیٹھا ہے۔

تقریباً ہر جانب بھی ہوتے ہیں، یہ کام بھی ہوتے ہیں۔ ہماری انسانی زندگی سماجی  
 کو میرا ہوا، ہر قوم کا مجموعہ ہے، انسان چھوڑ کر کھاتا ہے، پھر ٹھیک ہے، رہا ہے، پھر اٹھتا  
 ہے، قوموں کی اشتیاق بھی قومیں اور نہیں اور یہ نہ کا قانون ہے۔ یولج اللیل فی انہار  
 ریولج انہار فی اللیل ریخرج الحی من السموت ویخرج السموت من اللیل اور  
 قل اللیل ملک الملک میں یہ قیامت بیان کی گئی ہے، غلب اللیل والیہار یہ  
 اس پیچھے ہوتے رہتے ہیں، کسی تجربہ کار کامیوں کو ملنے نہیں ہے جتنا آئندہ تجربوں نے  
 ہزاروں کا ہونا ضرور ہے۔

میں آپ سے کہیں ہوں، ہر ہر ملک کا میں آپ سے کہنے جارہا ہے، اس ملک میں شروع  
 انسانی صلاحیت، وہی چاہئے کہ وہ اس کو قبول کرے، اس وقت اس کو براہ راست  
 کر کے انہیں کر کے، اس میں آپ کسی نہ وہ وہاں کوئی لہجہ ترین غذا انہی میں ہیں، وہ وہ وہ  
 اس کو پس کرے، اس کو قبول نہ کرے تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہو، اس میں معاشرہ کا کام ہوتا  
 اس کے لئے پھر شروع ہونا چاہئے، مسجدوں کے منبروں سے، ہر زبان سے، اخبار کے کاموں



سے، سنیہ پڑھن اور پڑھانے سے اور، سیانی مقررہ بین کی تقریریں میں بھی ان کو اتھرا انداز نہیں دینا چاہئے۔ قدم قدم پر اگر رشوت ہے، قدم قدم پر ہمارے زبان ترغیب دے جس قدم قدم پر تشدد ہے۔ ہمارے اپنے ساتھیوں اور ایک تحریک کے بلند والوں، شیر کے، جتنے والوں، سے آگے بڑھنے کی ہے، ان کی دہا کرنے کا کوئی چند نہیں ہے، ہمارے کارکنوں میں، دفتر کے کارکنوں میں اور ہمارے مختلف عہدوں اور محاذوں پر کام کرنے والوں میں تو پھر، جوت چاہے وہ ہے

## ایکین سے مسلمانوں کے اخراج کے اسباب :

ایکین سے مسلمانوں کے اخراج کا سب سے بڑا عیب معلوم ہوا کہ، جہاں ان سے اور بہت سی خطایاں ہوئیں وہیں ان میں اثر امت اسلامی کی کوشش نہ کرنا بھی شامل ہے۔ وہ اعمال کی طرف نہیں بڑھے بلکہ دُوب کی طرف جیتے پھرتے۔ انہوں نے وہاں کی عورتوں کی آبادی، اپنے سے مانوس نہیں کیا، اسلام کا پیغام نہیں پہنچایا۔ وہ قریب و دور میں نہیں گھسے اور اپنے ہاتھوں کو درست نہیں کیا، وہ فتنہ قیصر ادا اپنے تہذیبی اٹالی کو وسیع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ فحشاء، لیلیٰ اور شاعری اور موسیقی کی طرف ان کی بہت زیادہ توجہ متعلق ہو گئی، لیکن سب سے بڑی بدشرعی بات ان کا داخلی انتشار تھا، وہ ریبہ، مضرا اور خیالی و نامرزی قبائل کا اختلافت تھا۔

ان کی عصیبت، بصوبائی عصیبت، نسبی عصیبت اور قبضہ میں عصیبت تحت نظر کتاب و ناریاں ہیں۔ قرآن مجید میں ہمیں یہ ہدایت کی گئی

لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُنَّ، وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللُّغَاتِ،  
کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں سے، ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے زبان سے نہ لڑاؤ اور نہ دوسرے کا برا نہ سرکھو۔

یہ مشورہ فراموشی کے لئے نہیں ہے، یہ ملتان کے لئے بھی مشورہ ہے، یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے قوموں اور ملکوں کے چھڑاؤ کی کڑی ہے۔ میں نے اپنے دوستوں سے جو ہندوستان سے پاکستان آنے والے تھے، پوچھا کہ آپ ہاں رہے ہیں تو اپنے اپنے والوں سے یہ احساس برتری نکال دیجئے کہ آپ اہل زبان ہیں، آپ کی اپنی تہذیب ہے، ہاں آپ

خلاف قہد یہ کام کریں تو وہ بھی دوسروں کی تہذیب سے بڑھ کر تہذیب ہوگی۔ ان سب چیزوں کو ذہن سے نکال دیجئے، آپ وہاں جا کر پائے، سبے دانوں کے مانتو شیر، مٹھر ہو جائیں۔

پاکستان اس وقت دنیا کے نقشہ پر اثر انداز ہو سکتا ہے اور اس وقت کوئی ایسا ملک نہ ہو کہ ان کے سب یہ صحیح الت ترکیب مخلوق ہوں اور صبر کا جو باہر سے آئے ہیں یا یہاں سے رہے، اسے جس دن کو کوئی کسی سے امتیاز نہ کرے۔ یہ سب وہ حضرات ہیں جو ایمین میں تھے، وہاں قہاٹی عصیت نے گل کھلائے اور اپنا اثر دکھایا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائیت وہ بدو خدا دھرمانی طرے ان کے سر پر ننگ رہا تھا وہ اس کو بھجوں گئے، وہ آئیں میں ایک دوسرے کا تعویذ تھا ہر گز نہ زیادہ سے زیادہ ختمیت سے لینے یا اپنے قبیلے کے رفاہی حفاظت میں لگ گئے، آج پاکستان میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس سے زیادہ دوزوں محمد اس سے زیادہ موقر مجلس کوئی نہیں ہو سکتی، بس میں اپنے اس اندیشے کا اظہار کر دوں کہ آپ کی اصلاحات کی ہم ان عیسیتوں کو ختم کر دے اور ان عیسیتوں کو ختم کرنے کی صورت یہ نہیں ہے کہ ان عیسیتوں کی تباہی کی جائے۔ نہ اپنے طرز زل سے اور اسلامی اتحاد اور صل و مسادات سے جس کا ذکر کیا ہے، چہ صاحب نے، اس کے قانون و مسادات پر جس طرح کے ہم ان عیسیتوں کو ہلکے بنا کر دیں، اس سے کہ پاکستان کی جد تک بنائے، اس سے صرف اس کا مسئلہ ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت دنیا میں وہی نماز ہیں، ایک نماز ہے الی وہ آخر کا اور ایک نماز ہے اس کا اور اس میں ذرا سی بھی پناہ ہوگی تو میں تو ان مجاہد کے وہی الفاظ وہ لوں جو عین میں قائم ہونے والے پہونے سے اسلامی معاشرے کو تھاپ کر کے کہے گئے تھے، مدینہ صلیب میں جو حاشہ دین، رہا ہے وہ صرف یہ کہ مجاہدین و انصار، یہ کہ یہ تھا بلکہ وہ انصار کے دو قبیلے اس و خیرین کے مرے تھے اور یہ عربین اور انصار کے درمیان اتنی ٹنگ رہی ہیں اور اتنی آگیاں، اتنی جہاد ہے، اتنی تقدیر، اتنی آغوش آود کارش نہیں ہوگی جتنی اس و خیرین نے دین میں، اور خیرین نے، یہاں پر نہیں رہا، پئے تھے اور اب بھی ان کی آنکھوں میں خون نہاؤ، تو اور اس سے ایک ٹھہر چکا، لینے میں ان کے جذبات مشتعل ہو جاتے تھے، ایسا ہوا ہے کہ اس و خیرین دینے دے ہیں اور کسی شاہرہ بیوی سے نہیں تو بیسی اور کہیں، قال قصیدہ چہ

اور میں نے اپنے سامنا شروع کیا اور قریب تھا کہ وہ لوہیں لے کر سے نکل آئیں اور انھوں سے مصوم انسانوں کی موت چھیننے کا کوئی چکر لگا کر دلوں اندر ڈال دیا گئے۔ وہ آپ نے اس کو سلامی وحدت اور اسلامی اخوت کی طرف متوجہ فرمایا اور اعلان کیا کہ ہم نے اپنی پہلی اور معاشہ و تجارت کا پہلو ساتھ ساتھ دینی دنیا ایک طرف، ہماری طاقتیں ایک طرف، ہر نوع کی سرکاری مصلحتیں ایک طرف رکھیں۔ اس کے بعد ہی تنظیمیں بنیں، اتحاد بنیں، لیگ و کمیٹی بنیں اور ان کے متبادل میں چند بڑے آدمی کا ایک مجموعہ۔ یہ لوگ ایک وحدت پر تیار ہو رہے تھے، یہ وحدت بڑی طاقتوں کا کیا متبادل کر سکتی، انہیں اس کا بھی آگاہی دی گئی کہ اگر تم نے اپنی وحدت کو ختم کر دیا، اپنی اخوت کو ختم کر دیا، الا تعدلوں تک جسے ہی الارض و فساد کبھی ختم نہ کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو ان کی قسمت پر ایسا اثر اٹھانے والے ہیں انہیں انسانیت کی طرف سے نئی نئی باتیں سامنے آ رہی ہیں۔ انسانیت کا جو یہ انسانیت کی مساوات کا جو بھی سرمایہ تھ صرف یہی لوگ تھے، ان سے کہہ دیا کہ تم اپنی غرضی غلطی سے اسے اور تباہی و بربادی میں ڈال رہے ہو۔ ان کو صرف انہیں نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ عالم جسے ہی الامراض و فساد کبھی ختم نہ کرے گا۔ جو بڑے لوگ، آپ سے کہتا ہوں کہ پاکستان میں سرخو آٹھ اسیاں تھیں ان میں سے ایک یا جنہو ہر وقت ختم ہوتے رہتے ہیں۔ Exports پر جاتا ہے اس سے ہر وقت کوئی کام چلتے ہیں تو یہ دینی حالت پاکستان کو یہاں نہیں نکلتی۔ ان کا شریعت کا آج یہ ان کا خدا تھا، اس کا سرور تھا پھر ان کے کسی کو شے میں کوئی نہ تھا، نہ وہ اس کا نام نہیں لے سکتا کہ شریعت کو لگا دیا ہے۔

میں پورے اتفاق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہی خیمہ اسلامی اپنے اس وقت اس جہان کی طرف دیکھ رہی ہے جہاں شریعت کے تقاضے کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ یہ گھر بڑا عالم تھا، یہ گھر بڑا جہان تھا، یہ اس سے میں صرف یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ ان لوگ مرحلہ ہے اور اس مرحلہ پر آئیے اور دیکھیں کہ انہیں اپنی قوم اور اپنی انکار قربانی کا جذبہ، تمام دین و دنیا کے ملے، انہیں اپنے پس منظر والے ایسے کی بات اس پر مرکوز کر دینی ہے۔ آئیے کوئی مسئلہ سے باہر نہ نکالیں، ہندو بھارت پر پاکستان کے مسئلہ اور اس سے بھی باہر نہ نکالیں اسلام کے مسئلہ کو دیکھنا ہے، اگر آپ نے یہ شرفاہ پوری کر دی تو ہر مسئلہ کا ایک نیا سفر

پٹنگا اور ایک نئے دور کا آغاز ہوگا، جب تک یہ معاشرہ قائم ہو جائے گا تو آپ انہیں اس کو نیا بھر سکے گی ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے شہم اور مبصر آپ کے ملک میں آنے کے ساتھ کہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ساری دنیا میں بیان کر سکیں اور بتائیں کہ ہم نے ایک ایسا معاشرہ دیکھا ہے جہاں گناہ ناپید ہے۔ جہاں ہر فرد ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے جو ایک معیاری اور مثالی معاشرہ ہے، جہاں قلب کو سکون حاصل ہوتا ہے اور روت کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور جہاں پہنچ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں آگئے ہیں، اس لئے میں صرف اس طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ پتھلی پر سروں جمانے کا کام نہیں ہے کہ ایک رات میں سب کچھ ہو جائے۔ کاش ایسا ہو جاتا، آپ ان کے لئے وہ سب تیار کریں اور وہ سب قربانیاں دیں جو ایک ایسی نعمت کے لئے دینا چاہتے ہیں، پر انھما ہے اسلام کی فائدہ و ترقی کا اور آپ کے ملک کی قسمت کا۔

میں ان الفاظ کے ساتھ شکر گزار ہوں، ان حضرات کا جنہوں نے مجھے ایسا زورین موقع فراہم فرمایا اور آپ کا آپ نے یہاں تشریف لا کر میری عزت بڑھائی۔







## وسیع پیمانے پر مکاتب قائم کریں:

اس امر اہمیت یہ ہے کہ مکاتب کا جال بچھا دیا جائے۔ ہر مکتب خواہ مخواہ ہو۔ بچہ دہاں پر بالکل نظر نہ دوا کیے کا اہمیت کے لحاظ سے آپ کی نظر سے تادم کے معاملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہن بھائیوں نے اپنا فریضہ دیکھیں کیا وہ سیکھ سکتی تھیں؟ اگرچہ ان حقیقتاتِ اقبال نے سنجیدگی سے:

مہجرت افروغ سے افغانس بھی کر لیتی تھے  
بھئی برقی ٹھیکے ماتے... کھنڈر... حائف

بہن بھائیوں نے یہ خط افغانس نہیں بنے تھے جو اس کا جواب دیکھیں۔ ہاں، وہ دوش میں آئے لیکن نہیں۔ اور آپ کو یہ محسوس کرنا چاہئے کہ افغانس سے مہجرت کے محسوس ہیں، مہجرت اور ہندوستان میں ہندوؤں کی تعداد میں مسلم آبادیوں کی نسبت ان کی تعداد میں وہاں نہیں نماز پڑھنے کی اجازت ہے، لیکن اپنی تعلیم اپنے اور مذہب اسلامی مقصد پر آزادی کے ساتھ مل کر لے کر اجازت نہیں۔ اور ان اسلامی مہجرت کی اجازت ہے۔ لیکن تو انہی خیر و بد سے۔ اقوال کے بقول صدیوں سے اس کی فضا ہے ان اور اس کی زمین بے ہوا ہے، آپ کو یہ محسوس کرنا چاہئے۔ یہ ایک بھی روئے زمین اور بد فطرت کی طرح نہ بن جائے، مہجرت نہیں ہے کہ آخر آپ چنے اندر میں کرب و بے چینی کا مظہر کریں گے جو اس کے بھی متاثر ہوں گے اور بے ادبیوں کی تعداد میں آپ کو اہمیت ہم کو اور بعد میں جائیں گے، جو آپ کو اس احتجاج میں مل جائے کہ اس قدر میں کے درمیان کو چکی میوہ بہت اور آزادی کا تھکا تھکا ہے، اس کے ساتھ آپ کا فرض بننا کہ وسیع پیمانے پر مکاتب قائم کریں، اس قرن وحدیث کے فلیک طالب علمی حیثیت سے یہ کہتا ہوں کہ کسی خلیفہ کے لئے یہ ہمارے نہیں کہ وہاں کے مدارس کا ہونا۔ وہاں، شریاں، نجوم و حاسم سے ہوتی ہوں، پانچویں تھکی ہوں، اور انہوں کے جوتے دیکھتے ہوتے ہوں۔ یہ نہیں ہوتی ہوں، کامی خوشی میں ہوتی ہوں اور انتہا میں اندر سے جاتا ہوں اور وہ خلیفہ ہیں، اگرچہ انہیں دیکھ سکتا ہوں، آپ سے قیامت کے دن نہ تھاں یہ سوال کرے تو آپ کے پاس یہ جواب ہوگا کہ آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے کہ انہوں کی تعداد والے شہروں میں مسلمانوں کی تعداد سے لے کر کوئی ایک چھٹائی دیر کی بنا پر نہیں کر سکتے، آپ اس جگہ سے







اس نصاب اور اس کے علاوہ غلط فہمیوں کو دور کرنا سب سے بڑی قیادت کو جو صاحبزادوں کے لیے ضروری ہے، ایک ایسی ہی کہ وہ انھیں اب میں چلا کر دیا ہے، جو اس ملک کو قومی ایک جہتی اور جذباتی ہمت دینے کے لیے سخت مضبوط رہنمائی کی مجموعی ترقی اور ترقی میں مدد دے گا۔ اس سے اس کی اصلاح اور ترقی کا ازالہ، سب سے بڑی خدمت ہے، جو کوئی ہندوستانی انجام دے سکتا ہے، البتہ مذہبی طور پر یہ آپ کا فریضہ ہے، اس میں کوئی بائس نہ ہو کر رہائی دے دینی گناہ اور اسلام سے دشمنی ہے۔

لیکن اس کام کو جاری رکھتے ہوئے آپ کو جو کام بھی کہنا ہے جس میں ہی علمیت کے کسی قدر سہارا دہانی کے انتظامی ضرورت نہیں، آپ کو اپنے نسل کے ذہنی تھکنے اور اس میں اس کے مزید تعلق کا انتظام کرنا ہے، اور یہ مذہبی اور مذہبی تعلیم اور معاشیات کے درجہ بالا ضروری ہے، آپ کو ہر سال میں اپنے بچوں کی اس ضرورت کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا ہے جس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے، یہی آیت قرآنی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔

کا مفہوم درحقیقہ اور یہی حدیث کلکم داع و کلکم مسئول عن رعیت (ہر ایک تم میں سے ہر ایک صاحب ذمہ دہ ہے، اور اس سے اس کے مائیں اور یہ صحت کرنے کے بارے میں ذمہ دار ہے) کے علم کی تعمیل ہے، اس کے لئے آزاد مکتبہ اسلامی و شیعہ مدارس دینی، محاسن، اعلیٰ تعلیم، نظریاتی مباحث کی اصلاح، صحیح اور مفید کتابوں کی اشاعت اور ایسے بہت سے ذرائع ہر وقت ہیں، انھیں صاف مدارس و مکتبہ کا قیام اس وقت تک ضروری دیکھا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت کی نسل کی اصلاح کے لئے یہاں کوئی اور تدبیر اتنی موثر رہ سکتی ہے، اس سب کے لئے آپ نے قومی فیسر اور اجتماعی عمل کی ضرورت ہے۔

انسانیت کی تقدیر میں تعمیر و تہذیب:

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طاقت کے بعد (جو اصل طاقت ہے)، دنیاوی طاقت ہے۔ سب سے بڑی طاقت جو زندگی کے پیچھے کھڑی ہے وہ اس کے جوئے ہے، جو مختلف وقتوں میں دنیا میں تہذیبیاں لاتی رہتی ہے، پھر نروں دہانی جہ سے کھڑی ہے، اور یوں کے رخ و لہر دیتی

ہے، مخلوقوں کے چرخ فلک ماریں گے۔ ان اوقات کوئی نہ تصور بھی مشکل ہوتا ہے، وہ چرخ  
میں ملے جاتی ہے، وہ ٹھکانی کی جگہ ہے، اس قید کے ورہ پڑا دی، وہ گناہوں کی ٹھکانی۔  
قوموں کی ہراسناکی کی تہذیب والی مہی ہے، مذکورہ کی گناہوں کو اس کا موقع دیتے رہے، وہ  
اپنی مسامحت کا اظہار اور زندگی کا تقاضا ثابت کرتے ہیں، ان کوئی نے گناہ کرنے کی جگہ ہے  
لے لے لے، وہ اس کے عاقل اپنی زلی خدان کو اس کا ظلم و ستم دیکھ کر کے زندہ کی گئی  
اور ان کے گناہوں سے توبہ کی گئی ہے۔ ان کا نام ہے تہذیب و بدل جاننا۔

ان الله لا يعبر معشره حسی بعروا ما انفسهم

اللہ تعالیٰ حق تو مہربانی نہ کرتا، اس کی توجہ نہیں کرتا، یہ سب وہ لوگ خود اپنی جہ سے نہیں دیکھتے۔

ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ حق تو مہربانی توئی نصرت میں ہوتی ہے، نصرت نہیں بھیجتا، اور اس کی  
تہذیب نہیں بدلتا، جب تہذیب کے وہ گناہ کے حالات میں تبدیل کی جے ان کے گناہ کی تہذیب کو اس کی نصرت  
خداوند کی سے توبہ کی درجہ سے لے گناہات کا فیصلہ نہ کرے۔

ووشما وکاید جس سے برکت کھل سکتا ہے:

”خبر بات اس کے کل وہ وقت اس کی زیادہ دیکھ رہے ہیں، ان کے معنی ہیں ان کی ایک نشو  
کا یہ کہ توئی ہے، دوسرے قصوں کو بدل سکتی ہے، اور ساری وہ دونوں کو دور کر سکتی ہے، اس نے  
سے زمین وہ گناہ کی بھی قید نہیں، اور وہ گناہ کی بھی شرف نہیں، وہ وہاں وہ گناہ کی ہے، یہ  
قلم کھل سکتا ہے، وہ بدل سکتی ہے، اور ان کی فیصلہ اور اس ملک کے مسلمان یہ فیصلہ نہیں  
کہ ان والی آئینہ گناہوں کے متعلق کا جو فیصلہ اور ان کی تعلیم کے مسئلہ اس پر مسئلہ یہ وغیرہ  
بہ نسبت، یہ عزت، یہ خوش حالی اور جہاں پہاڑی سے زیادہ عزت ہے، وہ یہ مسئلہ، یہ ان میں جس  
وہ کہ ہے، اس کے لئے ان کو یہ توبہ کی اپنی ہوئی جس کی اس جمہوری ملک کے اندر وہ وہ حق  
کے ماتحت کچھ نہیں ہے، اور جو اس ملک کے حقیقت پسندوں پر، اور دنیا کے دوسرے ممالک پر  
طاقت کرے کہ مسلمان وہاں دین و ایمان، اور اپنی اولاد کا اسلام پر قائم رہنا، یہ چیز سے زیادہ  
مہربان ہے، یہ کہ مسلمان کو خراب، کسی جہاں ان کے کسی معاہدہ اور جہاں کسی جہاں ان کے کسی  
شریعت کی اور ان کے بغیر ہو سکتا، لیکن اس کے لئے ان کی وہاں ہے، ان کی جہاں اور ان کی

وہ نظموں کی قربانی کی ضرورت ہوگی، اس قربانی کے بغیر کسی قوم کی مچھولی قوم کا کوئی برفانی ہے۔ اُنی قہار، اس کی کوئی مچھولی ہی چھٹی نظرانی اور حقیر سے حقیر مٹا بھی مٹھو نہ نہیں رہتا (ایک ملت کا مستقبل اور اس کی شہرگ، اس کا ورید دیات کیسے محفوظ رہ سکتی ہے اس کا صرف ایک ہی حل ہے، اور وہ ہے ملی عزیمت اور احتجاجی فیصلہ اور جس اسی کو دور کی آخری دوا سمجھتا ہوں اور قول کے لفظ میں اپنی حذرش کو متھ کر لیتا ہوں۔

فوجی ستہ مرہ نور آئندہ کا ہمال، جلال  
کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تقسیم  
تھیم میری نوواں کا رز کیے جوئے  
دراے تھیں جس اہل دعویٰ کی تھیں



حضرات! انجمنی سرائیں صدی ستائیں کا رخ آپ نے دیکھا ہے۔ اس میں شہر اسلام  
درہشت محمدی کا تاریخ ساز عہد آفریں انقلاب فکریہ، فکریہ واقعہ پیش آیا اور میں سمجھتا ہوں  
کہ نئی زبان میں اس کی فصاحت کی میرا بی بی، ان کے لئے مکے سے الفاظ انجمن ہیں۔ آپ میں  
سے جو وہ اس وقت کی تاریخ ساز، کچھ جی، واقفیت رکھتے ہیں اور جنہوں نے بحث کی معاشرہ  
اور اس کے قفس کے عہد (جس کو جو ملک کے پیش و پیش خطہ سے تعبیر کیا جاتا ہے) کی تاریخ پر مبنی  
ہے وہ جانتے ہیں کہ انقلاب کوئی ملک بھی یا نہیں تھا چاہا خدا شام، خدا اتریں، ان حیات سے  
اور ایک حد تک پاکستان کے تپاے جاتے ہوں۔ انجمن کی حیات سے ملانی اور وہ انسانی پر مبنی  
انجمنیں چڑھ رہی تھیں، اس لئے کہ ان کا انٹر نیشنل فرامین کا تابعدار اور خف جہد کے انسانی پر  
یہ انٹر نیشنل انجمنیں ہو گئے۔ ان کے انٹر نیشنل انجمن (انٹر نیشنل) کے سامنے ہوتی تو انجمن  
میں ہوتا کہ جن سے انجمن، جن سے انجمنوں پر جن سے انجمن، انجمن کے سامنے انجمنیں

پڑھتے ہیں، بعض اوقات ان کے خاندان پر بھی ان کا اثر نہیں ہوتا۔ ان کے لئے نذرانہ والے قرعے رشتہ دار بھی پہلے لڑایا کرتے تھے کہ مرید نیک نہ نہیں کے قوانین نہیں لے؟ ان کے مسائل کا حل، ان کی خواہشات نہ۔ ان کی ہر ایک خاص مرحدہ پہنچ چکی ہے، ان میں سے بے نیاز ہے۔ وہ ان سے بے نیاز نہیں ملتی، مگر یہ اپنے گوشہء فیت میں بیٹھ ہوئے ہیں۔ اپنے دنیاویات میں لگے ہیں۔ انسانی دامن میں غور کرنے اور تہ تک پہنچنے کی فکر نے جو فطری صلاحیت رکھی ہے وہ اس وقت تک بیدار نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے سامنے کوئی حقیقت برقی واقعہ پیش اور حقائقہ واقعہ میں نہ آئے اور اس سے پہلے پہنچ نہ کر دے۔ یہ نوع انسانی کی ہر قسمی بے نیازانہ و غرورانہ تعلقات سے منقطع ہونا ہے، ایک چوہہ سناٹا ہے، وہ بعض اوقات غور و بین کے طبع نہیں دیکھا جاتا۔ زندگی کا چہرہ جس طرح پس دم تھا، چہرہ بارانہ زندگی کا چہرہ جس طرح گھوم رہا تھا، گھومنا۔ ہر ذوالکافی تھے ان کا اقتدار ان طرح کا تھا کہ کوئی چیز انکی نہیں تھی نہ ان کا شیوہ نہ کر رہا۔ اور اندر ان کے ضمیر کو پڑنے اور بلائے اور کچھ کر اس کا جواب دینا ہوتا۔ اس کی توجہ نہ ملتی تھی کہ یہ کیا، اور یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ بات جب دیتی ہے جب فی امت کی سچا پرانی عاصیہ دعوت کی سچا پرانی اور ایک ایسے ماحول کی سچا پرانی جس میں حقیقت انسانی کی پوری نمائندگی ہو اس میں ہر طبقہ کے لوگ، دلوں، ہر پیشہ کے لوگ ہوں، ہر سطح کے لوگ ہوں، ایک بے حد وادھویں آتا ہے اور وہ ایک نئی زندگی کو تجر پہنچ کر رہا ہے۔ یہ دنیا غور کرنے پہ مجبور ہوتی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس مقدمہ کے لئے ایک مدت سامنے کافی تھی۔ قرآن نے صفحہ کتابت میں کہ اس امت کی حیثیت کسی دعوت کے آئینے سے تو نہ رہے، اس پر چہرہ کر محل کر لینے والوں کی نہیں تھی۔ یہ امت اللہ کے فیصلہ کے مطابق دنیا کے منظر عام (نہ لکی اسٹیج) پر لائی تھی جو حال اللہ الیکٹری (ادارہ برائے مشعل) کی حیثیت سے نہیں، بلکہ یعنی ایک حاکم و تارخی عامل کی حیثیت سے کام کرنے والی تھی۔

یہ وہ واقعہ تھا جس نے دنیا کی تاریخ نہیں دنیا کی تقدیر بدل دی، ایک نئی امت مسیحی مٹی، جس نے ماری دنیا کو تہ کیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایک۔ کے متعلق وہ مٹی کی جا سکتی ہے، وہ کے متعلق، چار کے متعلق، پچاس کے متعلق، یہ لاکھوں انسان چند اصولوں اور چند عقائد کے قائل ہوئے تو اپنی سابقہ زندگی کو بالکل بھول کر اور اس کو ترک کر کے انہوں نے زندگی کا ایک



مومن جس سے دنیا آتشا ہو چکی تھی دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اب حکمرانی اللہ کی ہے، اب حکمرانی شریعت اسلامی، شریعت محمدی کی ہے۔ اب حکمرانی انسانیت کی خیر خواہی کی ہے، اب حکمرانی آخرت کے یقین کی ہے، اب حکمرانی ائمہ و قربانی کی ہے، اب حکمرانی زہد و اخلاص کی ہے۔ اب حکمرانی خواہشات کی نہیں ہے، اب حکمرانی ایک بالاتر طاقت کی غلامی کی (اساس پر قائم) ہے۔ وہ ”عظیم مسلسل“ جو ”محنت افلاک“ میں کوئی تھی، اب دکانوں میں بھی اس کا نفیٹ جانے لگا اور مکانوں میں بھی۔ وہ عبادت گاہوں تک محدود نہیں ہے۔ بازاروں کی مشغول کر دینے والی قضاؤں جگہ میراں جنگ تک کے رستہ میں بھی سنی جاتی ہے۔ وہاں بھی یہ امت جو نماز کی پابند ہے، صلوٰۃ الخوف پڑھتی ہے، ہاں بھی اپنے اللہ کو نہیں بھولتی۔ ان کے خلفاء و حکمران وہ ہیں کہ روم و ایران کے صدیوں سے بننے والے غزوات ان کے قدموں کے نیچے ہیں، لیکن کیا مجال جو اپنی ذات پر کچھ فوج کر لیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کی اہلیہ محترمہ کہتی ہیں کہ بچوں کا بہت دنوں سے منہ میٹھا نہیں ہوا۔ منہ کا مڑا خراب ہے۔ آپ جب خلیفہ نہیں تھے اور آزار پیشہ (تجارت) کرتے تھے تو ہم مختلف قسم کی چیزیں پکاتے اور کھاتے تھے۔ اور جب سے آپ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی ہے اور روزیہ مقرر کر دیا ہے، ادا و ادا مگر تنوع اور مختلف مڑوں سے محروم ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”مسلمانوں کا بیت المال اس لئے نہیں کہ ابو بکر کے گھرانے کا منہ میٹھا کرے۔“ اہلیہ صخب نے کہا کہ ”اچھا مگر خود ہم اپنی خوش انتظامی اور کفایت شعاری سے اس روزیہ میں سے کچھ بچا کر آپ کو دے دیں تو آپ اس سے وہ سامان لا سکتے ہیں جس سے میٹھا تیار ہو سکے؟“ انہوں نے کہا۔ ”اس میں کیا رنج ہے؟ یہ تو تمہاری سلیقہ مندی کی بات ہے۔“ زود بہ محترمہ نے ایک ایک دو دو درہم جمع کرنے شروع کیے۔ اس سے تم میں انہوں نے گھر کا انتظام کر لیا، اس کے بعد انہوں نے کہا۔ ”نیچے یہ آپ کے بیت المال سے نہیں آیا ہے، جو کچھ ہم کو ملتا ہے اسی سے ہم نے بچایا ہے۔“ انہوں نے ان کی تعریف کی اور پیسے لے لئے اور بیت المال کے ذمہ دار کو بلایا اور کہا کہ ”تجربہ نے ثابت کر دیا کہ ابو بکر کے گھرانے کا ترازو اس سے کم پیسے میں بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ تو بیت المال میں جمع کر لو اور آئندہ اتنا کم کر کے بھیجا کرو۔“

حضرت عمر بن عبد العزیز ایک رات سرکاری کام کر رہے تھے۔ شمع جل رہی تھی اور وہ

کا تہمت کھولے ہوئے اپنے کام میں منہمک تھی۔ ایک دم سنان کے دوست آئے۔ السلام علیکم، ولایکھ اسلام۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان سے اس ملک کا حال پوچھا، جہاں سے وہ آئے تھی۔ یہ بھی خلافت کا کام تھا اور غایت کا فرض ہے کہ وہ تمام ممالک محروسہ کے حالات سے واقف ہو، شیخ جلتی رہے۔ اسے میں نہیں نے کہا کہ ”کیسے، بچے خیریت۔ یہ ہیں؟“ مگر میں سب آرام ہے، کوئی بیمار تو نہیں؟“ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فوراً شیخ بھلا دی۔ دوست نے کہا: ”یہ کیا کیا؟“ عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ ”مسلمانوں کے بیت المال کی شیخ اس لئے نہیں ہے کہ مگر کے گھر کے لوگوں کی خیریت پوچھی جائے۔ ایک ایک آدمی کا نام لے کر اس کا حال پوچھا جائے۔ اس کے لئے بیت المال کا تیل نہیں ہے، اب جب میں سرکاری کام کروں گا جب جلاؤں گا، اگر میرے گھر کی باتیں آپ کو کر لی ہیں تو میں گھر کی شیخ منگوانا ہوں۔“ یہ دو مجلسیں آپ کے سامنے دی ہیں ورنہ خلافت راشدہ اور عہد اولی کی تاریخ میں درجنوں مثالیں ہیں۔

یہ چیز دیا کے بادشاہ ہوں کو بھی معلوم تھی، قیصر بکسری کو بھی معلوم تھی، قیصر نے اپنی فوج کے کمانڈر سے پوچھا کہ ”میں فوج پر فوج بھیجتا ہوں، ملک پر ملک بھیجتا ہوں، آواز وہ کار بجزل جنہوں نے گل ایران کو شکست دی تھی اور اس کے قلب تک پہنچا، جسے میں مان کو بھی، معذرت ہوں، لیکن یہ فوج شکست کھا کر آتی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ یہ فوجی ہیں یا جن؟“ یہ فوج وگ ہیں؟“ کمانڈر نے کہا کہ ”سرکار! شکر آپ ناراض نہ ہوں، تو میں صاف صاف بتاؤں“ ”تیسرے نے کہا:“ ضرور بے تحلف کہو!“ اس نے کہا کہ ”ان کی حالت یہ ہے کہ رات وہ رات بے معلوم ہوتے ہیں (اس لئے کہ ان کے یہاں سطوات میں تھی، رات کو تو وہ عبادت گزار نظر آتے ہیں اور دن و شب سوراہ رات کو کھینچے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان دن شب سالن کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ بھی نہیں جانتے کہ تلوار کس طرح بھری جاتی ہے۔ ان میں ان کو گھوڑوں کی چنیر پر کھینچے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا نام بھی لینے کی ان کو فرصت نہ ہوگی۔ آپ رات کو مسجد پہلے جائیں، ان کے قرآن پڑھنے کی دھن میں آپ کاں پڑی آواز نہیں سن سکتے، ان کا حال یہ ہے کہ یہ اپنے مفتوحہ علاقہ کی کسی معمولی سے معمولی چیز کو بھی بغیر دام دے کر نہیں لے سکتے۔ مگر ان کے امیر کا لڑکا بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹنے بغیر نہیں چھوڑتے۔“ قیصر نے کہا: ”اگر تم نے ان کا حال سنا، شیخ بیان



حاصل ہو اور وہ عزت و احترام میں نگاہ سے دیکھ جاتا ہو اور اس کی بابت نہ نئے کی صورت میں عقوبت و قصاص کا خوف ہو اس لئے بھی ایسی ہی عزت یا ست کو جو اس شخص کو انجام دینے سے بچنے کی گنجی ہے، یہی الہ اور قوت کی ضرورت ہے۔ یہ تھا کہ اس واقعہ کی وجہ سے اس واقعہ کی اعجاز نمائی اور اس واقعہ کی یوں بھی ہو جو اہستہ نبوی اور امت میں یہ مسلمانوں کے گھوڑوں کی شکل میں چھٹی صدی میں پیش آیا۔ یہ چیز تھی جس نے ساری دنیا کو غور کرنے پر مجبور کر دیا اور انسانی انکشاف اسلام کی طرف متوجہ ہو گئی۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج بھی دنیا کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایمان عمود نہایت دنیا کے سامنے ہو، ایمان کا نام سچا جس کے اندر اضطراب ہے۔ اس کے اندر احترام ہے، اور تعجب ہے، اس کے اندر ہوش بھی ہے، جذبہ عزت بھی ہیں، اس میں تعجب بھی ہے، ذرا عزت بھی، عالم و مخلوق کی تفسیر بھی ہے، عالم و جاہل کا فرق بھی ہے، اس کے اندر عزت بھی ہے، عزت میں رجوان بھی، بچے بھی، زندگی اپنی تمام مخلوقوں کے ساتھ، تمام نعمات کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ مطلق جو اس زندگی کا نمونہ ہو، اس میں ہر صف میں با عزت و مقام ہر شخص کو مل سکتا ہے۔ اور دنیا کی عداوت کے لئے ضرورت ہو، اپنی طور پر، اخلاقی طور پر، تمام اس کی بھی صلہ دیتے رکھتا ہو، ایک آزادانہ، با عزت اور با وقار، حاکم و ملک ہو، ایک وسیع زندگی اس میں دو سب کچھ ہو، زندگی کے ہر گوشہ میں، لیکن وہ ایک صدی کا ہے، معاشرہ ایک ایسا مانوں رکھتا ہو جس میں دولت ہی سب کچھ نہیں، اوصاف چیز اللہ کی رضا و آخرت کا نفع و اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل ہے۔ اس معاشرہ پر تعجب نہ ہو، بلکہ اس معاشرہ نے تمدن اپنے زمانے کے نیچے رکھ دیا، تمدن میں کام کرنا، وہ جس کا راز کب نہ ہو، اس معاشرہ نے زندگی کی آسائشوں کے سامنے سیر نہ لائی ہو۔ اس نے زندگی کی آسائشوں کو اپنا تابع بنا رکھا ہو، اور کسی حد شرمی سے کسی وقت تیار نہ کر سکتا ہو۔ اس کے یہاں کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا۔ اس کے یہاں رشوت کا جوہر ہی نہیں ہے۔ اس کے کسی کو کسی طاقت سے غلط فیصلہ پر آمادہ نہیں کیا جاسکتا، اس کے دوا میں کام کرنے والے کام پر نہیں ہیں، وہ دوا سے آنے والے نہیں ہیں، وہ دوا حق اپنی فتح و ہیں اصول کرنے والے نہیں ہیں، وہ ان کو کسی کمزور سے کمزور پر ظلم ہو تو وہ طاقتور دوا ہی بن جاتا ہے، ان کو کوئی بڑے سے بڑا طاقتور ظلم کرے تو وہ کمزور سے کمزور انسان سمجھا جاتا ہے، جیسے حضرت ابو بکر صدیق نے کہا کہ "تم میں سے بڑے سے بڑا قوی میرے نزدیک کمزور ہے۔"

جو ظلم کرنے کا اور قہر میں سے سب سے زیادہ تیز اور طاقتور ہے اگر اس پر ظلم ہو۔"

یہ وہ آئینہ ملیں جو سماجی اور ایب صدائے معاشرہ بنے جس کے لئے دنیا ترس رہی ہے، تڑپ رہی ہے۔ اس وقت اگر کوئی خدمت انسانیت کی ہو سکتی ہے تو یہی ہے کہ ایک آزاد طاقتور ملک کی سطح پر آپ اسلامی زندگی کا مظاہرہ کریں۔ یہ وہ چیز ہے جس کے اندر ہزاروں جنس لاکھوں مہمناک ویاں کی کشش ہے۔ جس کے اندر وہ امر ہائی ۱۰۰ جو ذہنیت ہے جو امر ہے۔ اور اس کو بھی سوچنے پر مجبور کر دے گی۔ ہماری آپ کی سب کی سب چیزیں کی صفوں میں ہے اور ہم سب چیزوں میں ان کے محتاج ہیں لیکن اگر ہم ایسی زندگی کا نمونہ پیش کریں تو ان کی کمر نہیں اٹھاسے۔ ہمارے سامنے بھگت جا نہیں گی۔ وہ اپنے یہاں پر ان کا ان کے بدلے نہیں لے سکتے، وہ شرب نہیں چھوڑ سکتے، وہ جو ان کی چیز کے، وہ ظلم توں نہیں بند کر سکتے اور آپ۔ یہاں یہ سب چیزیں ایسے ہیں یہ وہ خدمت ہے جو پاکستان آپ کو ملے گی۔

حضرت! مجھے ایک آزاد و قدر ملک میں جو پتہ نہ ہو جس سے وہ انسانیت سے ہے، پوچھیں سے ہے، حکومت اور اصولی اللہ کی اس چوٹ سے ہے تو توں کو پوچھیں گے کہ یہ اور ان کو کو کھلائے کر رکھ چکی ہے۔ مجھے یہ پوچھنا ہے کہ یہ شخصیت مثلاً اس سے ہے۔ آپ جانتے ہیں اور اسامہ کی تاریخ جانتا ہے کہ یہ زمانہ میں اسلامی حالت کو نہ پوچھنا ہے چھ دو منہ پر متوں سے نکالنا۔ آپ عربی جدید کی تاریخ پڑھیں ان کی تعلیم اور ان کو پتہ ہے کہ یہ اللہ کی نام آپ کے سامنے آئے گا، جنہوں نے علامہ مکی کو بھلائی ہوئی دہوت دی۔ آپ بدو انسان کی تاریخ پڑھیں گے تو حضرت صادق کے ہر سامنے میرے ہر کے متعلق الیاء نے کہا ہے۔

ظہار از بظاہر و صفاق از دین

نکاح آمم، نکاح مہر، نکاح مہر

مذہبی اختلافات کو دھوئے کر اگر ایسی پروا نہ دے کہ ملک میں اختلافی سیاسی انتشار پیدا کرنے اور بظاہر وید وین کے جعفر و صفاق اس زمانے میں بھی ساتھ آسکتے ہیں اور پوچھنا کہ دیشہ میں جس جعفر نے ضمیر اور صداقتان تہ ہے۔ یہ بدو اور ان کے یہ بھی انتشار ہے۔ جو ملک کے وسیع تر مفادات کو بھول جاتا ہے اور اپنی پوری کے مفادات کو سامنے رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر ہم دیشہ سے تو عربیانی تعصب اور اس کی تعصب سے ہے کہ زبان کا جو اس کی صوبے پر سوار ہو جائے اور کسی صوبے کا ریت بن جائے اور اس کے سامنے پوری قوم کو مجبور کر دے اور

پوری قوم کو اس کی قربان گاہ پر قربان کر دینے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ یہ حقیقی خطرات ہیں جو آپ کے ملک و اور پیش ہیں۔ آپ دنیا کو دیکھ لیں کہ افراد ہی نہیں، ہونٹوں تک الہ ناپا ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جن کے پاس طاقت ہے، جن کے پاس وسائل ہیں، جن کے پاس اتنا بڑا وسیع ملک اور مملکت ہے اور اسلامی تعمیرات پر عمل کرتے ہیں کہ اسلام کی تعمیرات پر اس نے نہ توئے اور میں، اس عہد انقلاب میں بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ سماجی قانون نافذ ہو سکتا ہے اور معذرت کے تمام شہری اس کو دل و جان سے قبول کر سکتے ہیں۔ اس کو کامیاب یہ صورت کر سکتے ہیں۔ (دوسری طرف) اسی کی پیش قدمیوں میں ہوئی چاہیں، تعمیرات میں ہوئی چاہیں، ان کی بنیاد پر ملک اور اعتماد اور نئے نقش میں بنانا نہیں کرنا چاہئے۔ آپ اپنی توانائی ضائع نہ کریں۔ میں سمجھا رہا ہوں کہ آپ کو یوروپ اور امریکہ وغیرہ سے لے کر جانا چاہئے۔

تو یہاں کہ آپ ہنگامہ بھی وقتاً بوقت

نہیں مصلحت سے خالی یہ بیان مریض

یہ نہ دیکھنے کہ میرا کس جماعت کے سر بند بھٹا ہے اور کس بدعت و کمریٹ ملتا ہے۔ اس کی فکر نہ کرنا میرا کام ہے۔ اس پر عزت کا تعلق بھی ہاتھ سے لے لیا جائے۔ غلام مارو نظر نہ کر کے شہر کی طرح پر کام نہ لیجئے۔ رضائے الہی، منکوت دینی، دولت کے تقاضے، دنیا نے، دولت نے پیش نظر خطرات کو سامنے رکھ کر اخلاص، ایمان سے کام لیجئے اور صرف اللہ تعالیٰ سے اجر کے طلب اور امیدوار، اور قوامیں اللہ تعالیٰ سے اللہ سے لے کر لے لے۔ بولے والے اور حق و انسان کی کوئی اپنے والے اپنے، اچھے کہ اللہ تعالیٰ کی احسان سے سرفراز فرماتا ہے۔

وقل عملوا فسیرى الله عملکم ورسوله ولسومنون ولسردون الى

عالم الغیب وانشیادہ فینکم بدکتہ تعملون ○

اور ان سے کہہ دو کہ عمل کرو اللہ اور اس کے رسول اور اللہ تعالیٰ کے عالم غیب میں تم کو دکھائے گا۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جاؤ گے، پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو (سب) تم کو دکھائے گا۔







عمر حاضر نہیں تھا، عربوں میں ایک واحد محفوظ تھے مگر پیسہ نہ، حول ہر سامانی نہیں تھی۔ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ضرورت تھی کہ ایک پورا معاشرہ ایک عمل اور وسیعہ حول قائم ہو۔ ایک صاحب اقتدار موشہ کو مسیح عقیدہ، مسیح عمل، مسیح اخلاق اور مسیح طرز زندگی کی داعی ہو اور اس کا نونہ بن کر دنیا کے سامنے آئے۔ اس دنیا کی پہلی بدستور تھی جس کی وجہ سے ہدایت کا کام چل نہیں رہا تھا، انسانیت معطل اور مفلوج ہو کر رہ گئی تھی، اس پر فتن کا ایسا حملہ ہوا تھا کہ دو ٹوٹے ٹکڑے کو ملا دیکھتے تھے اور صحیح کو صحیح سمجھتے تھے وہ انسانیت کے مستقبل سے بے لگن مایوس ہو گئے تھے اور کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی غار کی گہرائی میں اپنا زیہان اپنے سینے سے لکے ہوئے اور اس پر اُجھڑا ہوا امن کے پتے بنے ہوئے کہ ہوا کا کوئی جھجھکاؤ اس شمع کو بجھانہ۔ جیسے اس نے قوموں کے چراغ بجھا دیئے ظلموں کے چراغ گل کر دیئے (۲۰) کرتے تھے کہ ہمارے چراغ ہدایت کو بھی ہوا کا کوئی جھجکاؤ گل نہ کرے۔ لڑشتم کو تحقیق آدم پر بڑا اعتراض تھا، وہ کہتے تھے "ان جعل فیہا من یفسد فیہا ویسعد" (انسان کو دنیا تو دینا ہی تھی، مگر اس کا جواب دینے اور رکھنے والا ہے، اس میں فساد پر یا نجات کا اور خون بہانے کا) اس اعتراض کا جواب دینے اور انسان کی ضرورت اور فاقہ دور کرنے کے لئے دنیا میں کوئی دھڑ نہیں ہو رہی تھی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت فرمائی اور آپ کی بعثت کے ساتھ ایک اور بعثت فرمائی۔ بہت سے لوگوں کے لئے یہ تعبیر بھی شریعتی ہو اور شاید کچھ دلچسپی پیدا کرنے والی ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت "بعثت مقررہ" تھی جیسا کہ حکیم اسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے "حجۃ اللہ ابلاغ" میں لکھا ہے کہ بعثت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اکبری بعثت (بعثت اعلیٰ) نبی کی بعثت، دوسری "بعثت اقلیٰ" یعنی نبی کی بعثت کے ساتھ قیام امت کی بعثت۔ آپ کی بعثت کے ساتھ قیام نبی کی بعثت کی نفی اس لئے دنیا کی سربراہی دنیا کی خواہش کرنے کا جذبہ اور اس کا غم و فساد اس حد تک پہنچ گیا تھا اور دنیا کا مستقبل غم سے اتنا دوچار تھا کہ افراد کی ہی اس صورت حال میں کوئی تہریلی نہیں دیکھ کر لگتی تھی، اس کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک طرف تو محمد رسول اللہ ﷺ کو بعثت فرمایا، دوسری طرف ایک چری امت کو بعثت فرمایا، اس کے لئے قرآن مجید میں جو الفاظ آئے ہیں ان کی بعثت ہی سے تعبیر کی جاسکتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَكَذْلِكْ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

اور انہی میں سے ہم نے تم کو ایک معتدل جماعت بنا دیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔

کے خصوصاً مخرجت ناس نامزدون بالمعروف ونہیون عن المنکر

وَقَوْمٍ بَالِغٌ

مومنو انجانی امتیں یعنی قومیں و قوموں میں پیدا ہوئیں تم نے ان میں سے ایک جماعت کو ایک

نورانی صراطِ مستقیم میں قرار دیا۔ یہ امتی ہے جس میں مراعات پائی ہوئی ہے۔

”خبریت مان میں“ کو لکھا جاتا ہے۔ یہ امت کوئی یہ نہ ہو اور وہیں تھی جیسے انگلی کی حوال

ہوئی ہے، یا صحیح، امت سے میں کہ ان کے انجمن جہاں ”خبریت مان میں“ کیوں نہ ہیں

”اعتقاد“ یا یہ ہمیں لی نسبت اللہ پر وہ امتی کی امر قبہ بعد نورانی صراطِ مستقیم ہے۔

خبرانی پڑائی نہیں ہے۔ اخباری فعلی خبرانی سے اخباری صراطِ مستقیم ہے۔

یہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

نے اپنے آپ کے دین کو قائم رکھا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں امتی کی حوال دیا ہے

نے اور اس کے چھپے رہنے کے لیے یہ انتظام کیا۔ آپ اللہ کے ساتھ ایک پوری امت کی

یہ امتی کوئی۔ صحابہ کرام بھی اللہ کے دین کو قائم رکھتے تھے اور اپنے دین کو اللہ کے

ساتھ رکھتے تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے حضرت رسولی صراطِ مستقیم پر چھپنے لگے

پھر انہیں کوئی چیز نہیں رہی۔ ”تم اپنے حوالہ سے نہیں کر رہے یاں ہیں“ انہیں کچھ

نہیں تھا۔ ”اللہ اللہ اللہ اللہ“ انہوں نے یہودیہ کیا ہے کہ یہ لوگوں کو اللہ کی

سے انہوں نے اللہ کی اور اللہ کی اللہ کی اللہ کی اور اللہ کی اللہ کی

ہے۔ اس وقتوں سے انہوں نے اللہ کی اللہ کی اللہ کی اللہ کی

مرد سے انہوں نے اس وقتوں سے انہوں نے اللہ کی اللہ کی

میں یہ عرض کرنا چاہتے تھے کہ ”اللہ کی اللہ کی اللہ کی

اللہ کی اللہ کی اللہ کی اللہ کی اللہ کی اللہ کی اللہ کی

انہوں نے اللہ کی اللہ کی اللہ کی اللہ کی اللہ کی

آپ نے معلوم کرنا کہ اللہ کی اللہ کی اللہ کی





اس نے زمانہ ماضی میں جو انقلاب برپا کیا اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اگر مستند تاریخ نہ ہوتی تو دو باتیں یقین کرنے والی نہیں ہیں، جو بحیرہ نبوی علیہ السلام میں اور صحابہ کرامؓ کے حالات میں چمکتے ہیں مگر تم اللہ کے لئے کسی محمدؐ سے محمدؐ و خطہ کو معین کرنے پر آمادہ کہ وہاں معیاری اسلامی زندگی پائی جاتی ہے، وہاں پوری نہیں ہوتی، وہاں دھوکہ دہی نہیں ہوتی، وہاں فسق و فجور نہیں ہوتا، وہاں دولت ہی کو اور دنیاوی کامیابی ہی کو حاصل کامیابی نہیں سمجھتے۔ یہاں آکر ہمارا سر جھک جاتا ہے، ہمارا منہ بند ہو جاتا ہے۔

حضرات امیرت کا ایک معر ہے، ایک بڑا غلطی و تاریخی سوال ہے کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک (جو مشکل سے دو سال ہیں) جس تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے اور عرب قبائل نے جس تعداد میں اسلام قبول کیا کہ "یدخلون فی فی ذہن اللہ اللہ اجمع" کا منظر سامنے آ گیا، وہ مکہ معظمہ کی پوری حیرت انگیز زندگی میں اور مدینہ طیبہ کی آنکھ برسی کی زندگی میں (صلح کے دو برس پیشی کر رہے ہیں) دیکھنے میں نہیں آتا، اسیرت کا غور سے مطالعہ کرنے والے چوتھے ہیں کہ دو برس کے اندر جزیرۃ العرب میں جس تیزی کے ساتھ اسلام پھیلا ہے اور جس کثرت سے لوگ جلتہ نبوت اسلام ہوئے ہیں پورے انیس برس میں نہیں ہوئے۔ اس کا کیا جواب ہے؟ امام زہریؒ جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں اور روایت حدیث کے ایک بڑے ستون ہیں، اور جن سے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں روایات کتب صحاح و سنن میں مروی ہیں، انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ اس دو برس کے اندر جتنے لوگ مسلمان ہوئے دو انیس برس کے اندر نہیں ہوئے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد کفار عرب کو اور خاص طور سے کفار مکہ کو مدینہ طیبہ کے مسلمانوں سے اپنے مہاجر بھائیوں سے ملنے کے آزادانہ مواقع میسر آئے اس لئے کہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ کوئی کسی پر حملہ نہیں کر سکتا، کوئی جنگی کارروائی نہیں ہو سکتی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عزیز اپنے عزیزوں سے ملنے آئے، بھائی بھائیوں سے ملنے آئے اور قریشی ان قریشیوں سے ملنے آئے جو یہاں ہجرت کر کے آ گئے تھے۔ مکہ سے شام اور شام سے مکہ آتے جاتے لوگ اپنے مہاجر بھائیوں سے ملنے آتے اور ان کے گھر مہمان ہوتے تھے، ان کو ان کی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا تھا، جس کے نتیجے میں ایمان ان کے دل میں اتر جاتا تھا، وہ سمجھتے تھے کہ



پھر انہوں نے خود جواب دیا کہ کوئی چیز تلاش کرنے سے بھی نہیں معذور ہوتی، ایک ہی غذا ہم کھاتے تھے، ایک ہی طرح کا کپڑا ہم سب پہنتے تھے، آپ کو معلوم ہے کہ عرب کا لباس ایک تھا، یہ پاکستان کے سے دس اور ہندوستان کے سے پچاس لباس نہیں تھے، سارا عرب ایک طرح کا لباس پہنتا تھا، شٹلیں بھی ان سب کی ایک تھیں۔ عرب سن جیٹ انقوم دانہ می رکھتے تھے۔ عربوں کے نام بھی عام طور پر ایسے ہوتے تھے کہ آج بھی اگر کوئی دیکھ لے تو مسلمان ہو جائے گا، وہ چیزیں جو اسلام نے حرام کی ہیں پہلے سے ان کی فطرت سلیم ان سے ماہم کرتی تھی، وہ خنزیر نہیں کھاتے تھے وہ غیر مرغوع چیزیں بھی نہیں کھاتے تھے، یہ ساری چیزیں ہمارے لہو رنگے درمیان مشترک ہیں، پہناؤ ایک، کھانا ایک، زبان ایک، لہجہ ایک، آب و ہوا ایک، دھن ایک، قوم ایک، پھر کیا بات ہے کہ یہ فرشتے ہیں اور ہم جانور، ہاں ان کو جواب ملتا تھا کہ یہ اسلام کا کرشمہ ہے، اس سے وہ مسلمان ہوتے چلے چارہ ہے تھا اور یہ حالت ہوئی تھی کہ جیسے تسبیح ٹوٹ جائے تو دانے ایک کے اوپر ایک گرنا شروع ہوتے ہیں، دونوں کی بارش ہو جاتی ہے، اسی طرح اسلام لانے والوں کی بارش ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے وحی کے الفاظ میں اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے

”بعد خلون لی دین اللہ افواجہ“ (اسلام میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں)۔

میرے بھائی اور بزرگوار آج کرنے کا کام یہ ہے کہ آپ پاکستان میں ایک اسلامی معاشرہ قائم کریں، جس کے دیکھنے کے بعد سیاح یا نووارد کہے کہ ہم نے کیا اچھا، کیا پاکیزہ معاشرہ نہیں دیکھا۔ لیکن اگر یہ نہیں ہے، اگر آپ کے اندر بھی دولت کی لافنی ہوئی ساری خرابیاں موجود ہیں، آپ کے اندر بھی حق کے خلاف کہنے اور چلنے کی صلاحیت موجود ہے، آپ بھی حقیقہ پر پیسے کو ترجیح دیتے ہیں؟ آپ پیسے کو صداقت پر ترجیح دیتے ہیں؟ آپ پیسے کو انصاف پر ترجیح دیتے ہیں؟ آپ کے اندر بھی وہی نسلی تعصب، خاندانی تعصب، صوبائی تعصب اور لسانی تعصب ہے جو دوسرے ملکوں کی مختلف قوموں، نسلوں اور مختلف زبانیں بولنے والوں میں پایا جاتا ہے تو دنیا کی کوئی قوم اور کوئی ملک بھی آپ کو خرید سکتا ہے اور آپ کو اپنے اغراض کے لئے آلہ کار بن سکتا ہے۔ پاکستان کو تباہ کرنے کے لئے بھی اس کو یہاں لوٹا مل جائیگا، مگر آپ یقین ماننے کہ ہم اسلام کی صداقت، نیا پر تازہ نہیں کر سکتے اور ہم اسلام کی نمائندگی کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ ہم نیا کو مانچیں کریں گے، ان سیاحوں، مسوڑخوں اور مصوروں کو ہمیں کریں گے جو پاکستان آئیں گے، وہ دیکھیں گے کہ یہاں وہ سب پنچہ ہو رہا ہے جو کسی غیر اسلامی ملک میں ہوتا ہے، بلکہ بعض ترقی یافتہ اور آزاد ملکوں کا سیاسی شعور اور شہری احساس

ذوالدارق بہت ہی سختیوں سے ان کو دھکتا ہے۔ یہاں اب بھی نہیں ہے یہ معیاری زندگی اور آئیڈیل معیار وہ جب تک آپ دنیا کے سامنے پیش نہ کریں گے، آپ ان قربانیوں کی قیمت ادا نہیں کر سکیں گے جو اس ملک نے تیرے سلسلہ میں دی تھی ہیں اور وہ قربانیوں کی صرف آپ نے دی ہیں بلکہ انہوں نے بھی دی ہیں جنہوں نے ان قربانیوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، ان کے حصہ میں صرف قربانیاں آئیں۔ آپ کے حصہ میں قربانیاں بھی آئیں۔ قربانیوں کے انعامات بھی آئے۔

اس وقت اسلامی سب سے بڑی خدمت اور دنیا کی سب سے بڑی ضرورت اسلامی معیار ہے اور ایک پورے ملک کی سطح پر نہیں، گھر گھر کی سطح پر نہیں، مساجد کی سطح پر نہیں بلکہ ہزاروں کی سطح پر اور بین الاقوامی مجموعوں کی سطح پر، ایک خطہ ایسی قوم سے تمہاری ہو جہاں یہ اسلام کی سطح زندگی آنکھوں سے دیکھی جاسکتے۔ اس کو چھو اچانک، اس کی بات نہ کی جائے، یہاں سے نہیں، حکومت سے نہیں، مہتمم اور اسی سے نہیں، ہاتھوں سے نہ کیا جائے، میں کیڑے بڑے چھوکتا ہوں، تمہارے اس کی ذمہ داری نہیں ہوتی ہے، میں نہ کوئی چھو ہوں مجھے اس کی ٹری گھوس ہوتی ہے مای طرح اسلامی مسکن کی جو نیکی ان کی ذمہ داری اور گرمی، اس کا گہرا، اس کا سوز و درد، انہوں نے یہ جو سکے، قلب اس کی شہادت دے، دماغ اس کی شہادت دے، آنکھوں کو ان کی شہادت دیں۔ وہ شہادت ہو کوئی جھل نہ سکے۔

یہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ" اور اسی طرح سے اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے۔ ایک توازن اور معتدل امت تاکہ تم دنیا کے انسانوں پر گواہ بنو۔ آپ "شہداء علی الارض" بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپ اپنے ہر تعمیر کرنے کے لئے اپنی دکانیں، اپنی تجارتیں کامیاب کرنے کے لئے اپنی نفس آٹے بوجھنے کے لئے زمین پیدا کئے گئے۔ آپ خدا ہی انسان ہیں ویسکون الرسول علیکم شہداء اور اس کا معیار اور اس کی جانچ کرنا ہے انبیاء علیہ السلام کے رسول اللہ ﷺ نے آپ کے ہر شہادت کا جو فرض انجام دیا اور جس وجہ کے آپ پر شہادہ تھے اس کے برہنہ شاہان آپ انہوں کے سامنے شہادت دیں۔



## ملی وحدت اور اس کے تقاضے

یہ تقریر احمد علی خان قاضی مدظلہ کے صدر عظیم محمد سعید صاحب کی دعوت پر "شام بھر" کے جلسہ منعقدہ مولانا ابوالکلام آزاد میونسپلٹی میں ۱۳ جولائی ۱۹۷۸ء کو کی گئی۔ ابتدا میں قسیم محمد سعید صاحب نے خیر مقدمی اور تقاضائی تقریر کی۔ آخر میں کلمات تشکر مولانا جلال عباس صاحب فرمائی گئیں۔ (کن راجہ عالم سلاوی) نے ادا فرمائے۔ اس سشن اور سٹڈنٹس جیس میں ہر شعبہ نمائندگی سے متعلق اسباب اور مزاحمہ شخصیتیں تھیں۔ ماسٹرن میں سٹڈنٹس نے ان اسباب و ذرائع کی بھی ترقی جو اس تقریر کو سننے کے لئے روز دراز کا سفر کر کے آئے تھے۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونعوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا  
ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل الله فلا هادي له ونشهد  
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان محمدا عبده ورسوله صلى الله  
تعالى عليه وعلى آله واصحابه وسلم تسليما كثيرا استغفر

لفظ وحدت میں ایک قسم کی مقناطیسیت ہے:

حاضرین کرام! میں عظیم محمد سعید صاحب کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے ایک  
ایسے چہرہ اور برگزیدہ مجمع سے خطاب کرنے اور اپنے خیالات پیش کرنے کا ایسا شستہ اور  
شائستہ موقع مہیا کیا، ایک نووارد پر (جس کے قیام کے دن گئے پچھتے ہیں اور جو شہر کے اعیان  
اور معززین اور اعلیٰ فکر کے نام و مقام سے پورے طور پر آشنا نہیں ہے) پر ایک طرح کا احسان  
ہے کہ اس کے لئے ایک منتخب جگہ پر ایسے ممتاز حضرات جمع کر دیئے جائیں، جن میں سے اکثر  
سے نہ اہل لیٹراچر اور ان کے لئے سفر کرنا بھی حق بجانب تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس سے مقرر  
یا مہمان کی ذمہ داری میں بڑا اضافہ ہوتا ہے کہ وہ اس نعمت سے کہاں تک فائدہ اٹھا سکے گا اور  
اس وقت کو کہاں تک کام میں لاسکے گا اور فکر و خیالات کا جھوم جذبہ کی فراوانی اور تشکر و  
اقتان اور احساس ذمہ داری کی یہ ملی جلی کیفیت اس کو اپنے دل کی بات مناسب اور موزوں  
طریقہ پر کہنے کا موقع دے گی یا نہیں؟

اس ماحول کے انتخاب پر بھی حکیم محمد سعید صاحب کو اور باتوں کی باتوں نے ایسے دور میں جو بہت سی انگلیوں، منہ کیچوں، چہ نمائیوں اور مختلف و مختلف اعتراضات کا دور ہے۔ ایک ایسے ماحول میں ایک ایسے ملک میں جو اس خدو سے نزار چکا ہے، اور پھر یہ خدو اس کے سامنے ہے، اس موضوع کا انتخاب کیا۔

حضرات! دینیہ میں جو لفظ اور جو مضمون بہت محبوب و قبول ہیں اور جن کے حفظ و صورت میں ایک کشش اور متناطیبت ہے ان میں ایک لفظ "وحدت" بھی ہے۔ اور ان کو غلط نہ وحدت سے جیت ہے، اس لئے کہ یہ اس کے دل کا نقشہ اس کے دل کی آواز اور خدا کی مرضی ہے۔ انسان کو انسانوں کی اس دنیا میں رہنا ہے، اس کو زندگی سے لطف اٹھانا ہے، اس کا باطن کو سنو کرنا ہے، اور اپنی ملاحقوں کا اظہار کرنا ہے۔ خدا کی طرف سے جو جو چیزیں کو غلط نہ ہیں، اس کا اظہار کرنا ہے، اس لئے اس کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنے کی ضرورت ہے۔

**وحدت میں وحدتوں سے نکرائی ہیں:**

لیکن، بنائی، دین چاہتی ہے کہ ان وحدتوں نے اب تک دنیا اور تعمیر کے بنائے تجارب کا کام کیا ہے، یعنی، اپنے حراج، اپنی فطرت، اپنے دھنوں اور معافی کے خلاف کردار اور الہ ہے، وحدت اس لئے تھی کہ لوگوں میں محبت و اتحاد پیدا کرے۔ خیر، ان کا جذبہ پیدا کرے، پانچویں و دہائی تھیں، یہ ان کے نہیں وحدتوں وحدتوں سے نکرائیں، ان میں طرح و چشموں و شستوں سے نکرائی ہیں، حدتوں غایتوں سے نکرائی ہیں، اسی طرح وحدتیں وحدتوں سے نکرائیں، حالانکہ کوئی چیز بھی ایک دوسرے سے نکرائے نہیں وحدت کو وحدت سے نہیں نکرائے جاتے، اس سے پتا چلا کہ اپنی فطرت سے عرف اور دنیا و نفس، دوسری وحدت وحدت سے نکرائے، تخریب طریق سے نکرائی سے، اعتماد و تکرار سے نکرائے، ان میں جمعیت جمعیت سے نکرائے، وحدت وحدت سے نکرائے یہ ایک انوکھا تاجر ہے جس سے عالمی انسان کی تاریخ و تعداد پندرہ سو سال ہے، یہ ایک دل خراش اور طویل داستان ہے۔

مجھے یہ ہے کہ اس کا قلعن وحدتوں کی بنیاد سے ہے۔ وحدت اس بنیاد پر ہے؟ اگر وحدت کسی منہ کیچہ پر ہے، اگر وحدت کسی چوریاں جذبہ پر ہے، اگر وحدت احساسات پر ہے، اگر وحدت تعمیر انسانی پر ہے، اگر وحدت اس میں حلق گیری، برتری اور سروری حاصل کرنے کے لئے

ہے تو ایسی وحدت کو کسی اور وحدت کو قرار نہیں کرنا چاہئے، کہ ایک بنیام میں دو مکمل اور میں نہیں رہ سکتیں، اس لئے جب آپ انسان کی تاریخ پر محسوس کرتے ہیں تو وہ سب کی تاریخ پر محسوس کرتے ہیں۔ آپ کو یہ پوری تاریخ ایک رزمیہ جنگ کی ایک مربوط داستان نظر آئے گی، جس میں خون کی ندیاں بہ رہی ہیں، انسانوں کے سروں کے منہ بٹنے جا رہے ہیں، مکوں کے چراغ گل کئے جا رہے ہیں۔ کھیتیاں جلائی اور پامال کی جا رہی ہیں، بلکہ تہذیبیں پامال کی جا رہی ہیں۔ اور سب ان کے وجود و اسباب کا (تخلیفہ) تاریخ کی ہے۔ (دوسرے) آپ سراخ لگا کر سنے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک ایسی وحدت نے فشو ورنہ پایا تھا جو دوسری وحدت کو فنا کرنے میں اپنی زندگی کا راز سمجھتی تھی۔

### محض وحدت کوئی معنویت نہیں رکھتی:

وحدت کا محال لفظ بالکل کافی نہیں۔ اب قوموں کے تجربے نے نوع انسانی کے سلسلے اور طویل تجربے نے بتا دیا کہ محض وحدت کوئی معنویت نہیں رکھتی اور کسی بات کی مناسبت نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وحدت کس بنیاد پر ہے؟ اس وحدت کی اساس کیا ہے؟ وحدت کے مقاصد کیا ہیں؟

نوع انسانی کی تاریخ میں سب سے پہلی جو وحدت نظر آتی ہے وہ گھرانوں کی وحدت ہے۔ قبیلہ کی وحدت ہے، قوم و نسل کی وحدت ہے، ذم و نسب کی وحدت ہے، پھر اس کے بعد آگے بڑھ کر دنیا نے جب ذرا اور ترقی کی تو زبان کے اشتراک کی وحدت ہے جسے ہم انسانی وحدت کہتے ہیں، پھر تہذیبی و ثقافتی وحدت ہے، ان وحدتوں میں سب سے زیادہ جس وحدت سے امید ہونی چاہئے تھی وہ تہذیبی و ثقافتی وحدت ہے کہ تہذیب و ثقافت کو سر دم آزادی اور درجہ آزادی سے کیا تعلق؟ تہذیب و ثقافت کے معنی یہ ہیں کہ غلط فہمیاں رفع ہوں، آدمی، آدمی کو سمجھے، اس کے ساتھ انصاف کرے، اس کی مجبوریوں معلوم کرے، اس کی کمزوریاں معلوم کرے، اس کے لئے اپنے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو، اس کے ادب و شاعری سے واقفیت کا ذوق پیدا ہو، تہذیب و ثقافت کی وحدت۔ کے اندر جا رہیت کا پہلو اور اس کے اندر انسانوں کو ذلیل کرنے یا انسانی تہذیب کے خلاف حملہ آور ہونے کا پہلو تو ہونا ہی نہیں چاہئے تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ انسانوں کی زندگی مختلف قسم کے تناقضات (CONTRADICTIONS) کا

مجموعہ ہے، اس کو سمجھنا بڑا مشکل ہے، ہمارا موجود علم نفسیات بھی اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ انسان کے اندر ایک دوسرا انسان پیدا ہو جاتا ہے، انسان کے کچھ ایسے مقاصد ہیں جتنے ہیں جو دوسرے انسانوں کے لئے مہلک ہوتے ہیں۔ ان مقاصد کی تعمیر بعض اوقات دوسرے انسانوں کے مقاصد کے طے پر ہی ہو سکتی ہے، ماں کے کھنڈروں پر ہی یہ عمارت تعمیر ہو سکتی ہے۔ کوئی فلسفہ زندگی ایسا ہو جو انسان کی تباہی اور انسان کے مفتوح ہونے اور شکست کھانے ہی سے بچتا ہو، جبر، پھلتا اور پھولتا ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

### وحدت کا اسلامی تصور:

اسلام نے ان مصنوعی وحدتوں کے معاملے میں دو حقیقی وحدتوں کو تسلیم کیا اور ان کی دعوت دی ہے۔ یہ دنیا کی معصوم ترین، غیر معترت ترین، مثبت اور تعمیری وحدتیں ہیں، ایک وحدت انسانی اور ایک وحدت ایمانی وحدت انسانی تو یہ کہ پوری نسل انسانی ایک آدم کی اولاد ہے اور حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ایسے مجزاۃ الفاظ میں اس پر صبر لگا دوں کہ اس سے زیادہ انسانی مساوات کا کوئی منشور یا چارٹر نہیں ہو سکتا، آپ نے فرمایا کہ "ای دیکم و احدا وانی ایکم و احدا" اے انسانو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، وحدت اب اور وحدت رب دو وحدتیں ہیں جو ہر انسان کو ملتی ہیں۔ اس کے جسمانی وجود کا آغاز ایک انسانی وجود سے ہوتا ہے، بڑا ہو، چھوٹا ہو، کسی زبان کو بولنے والا ہو، کسی طرح کا انسان ہو، سب کا سلسلہ نسب ایک انسان پر ختم ہوتا ہے اور وہ نسل انسانی کے باوجود آدم ہیں اور ان دیکم و احدا تمہارا پیرا کرنے والا اور پرورش کرنے والا بھی ایک ہے۔ ان دو مختصر فقرہوں میں وحدت انسانی کا وہ اعلان کیا گیا ہے جس سے زیادہ وسیع، گہرا اور جس سے زیادہ قابل فہم کوئی امتحان نہیں ہو سکتا، یہ دونوں وحدتیں جو انسان کو ملتی ہیں انسان کو ایک دوسرے سے منسلک اور وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ نسل انسانی کا مورث ایک اور نسل انسانی کا خالق، مربی اور رازق ایک، اس لئے ہر شخص ایک دوسرے کا بھائی ہے اور دو رشتہوں سے بھائی ہے، ایک باپ کے رشتہ سے اور ایک پیدا کرنے والے کے رشتہ سے، باپ کا ذکر پہلے اس لئے کیا کہ یہ حقیقت سب سے زیادہ عام فہم ہے اور اس کو سب مانتے ہیں، زبان نبوت نے اعلان کیا کہ نسل انسانی کا مورث اعلیٰ ایک ہے جس کا پیدا کرنے والا اور اس کی پرورش کرنے والا بھی ایک ہے اور اس کی پرورش کا سلسلہ

جاری ہے۔ یہ وہ وحدت انسانی ہے جس کا اعلان جیمہ اللودارغ کے موقع پر کیا گیا۔ یہ ایسی عالمگیر خطبہ تھا جس کی مخاطبہ پوری نوع انسانی تھی یہ ایک شہادت تھی جو ایک نبی و سرہا ہے اور ایک طرنا کا اعلان تھا جو خاتم الانبیاء کریم ہے۔

### ایک نئی وحدت:

چھٹی صدی مسیحی میں ایک نئی وحدت کی بنیاد ڈالی گئی، اس وحدت کی بنیاد اللہ کی وحدانیت کے عقیدہ، نوع انسانی کے ہمدردی کے جذبہ، عدل و مساوات کے اصول اور انسانوں کی خدمت کے علم و ارادہ پر تھی۔

اس جماعت کی جس وقت مدینہ طیبہ میں تشکیل ہوئی تھی تو وہ سنی بھر جماعت تھی، مہاجرین و انساب کے مابین سے نکلے اور مدینہ پہنچے تو ان کو وہاں کے اصل باشندوں اور خزانہ سے ملایا گیا، اور ان دونوں کے درمیان واقعات (بھائی چارہ) کا رشتہ قائم کیا گیا۔ اس لئے کہ یہ عرب الدیار تھے یہ کہیں ظہرتے، ان کا گھر یا نہیں تھا۔ یہ آپ بالکل نیا رشتہ اور نئی برادری تھی جس کی بنیاد محض عقیدہ ہو متصد پر تھی۔ آپ میں سے جو لوگ یرت پر گہری نگہ رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس کی بنیاد تمیز و وحدت اور معاشرت کی وحدت پر بھی نہیں تھی، نہ بات کی وحدت تو تھی لیکن مکہ اور مدینہ کی زبان اور لہجوں میں اتنا اختلاف تھا جو ایک کو دوسرے سے دور رکھنے کے لئے کافی تھا۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ تھوڑے فاصلہ پر زبان بدل جاتی ہے اور اس میں بھروسہ مصیبت پیدا ہو جاتی ہے جو مستقل دوزبانوں کے بولنے والوں کے درمیان ہوتی ہے، جس کا تجربہ جیسا کہ پاکستان میں ہوا میں سمجھتا ہوں دنیا کے کم مظلوموں میں ہوا ہوگا۔

مکہ اور مدینہ کے معاشرہ اور تمدن کو مدینہ پر سیرت کا مطالعہ کرنے والوں نے جیسا متحد سمجھ ہے صحیح نہیں ہے، سیرت کا یہ مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے معاشرے اور تمدن میں اتنا فرق تھا اور مکہ کے قبیلہ قریش میں اچھا خاصا احساس برتری (Superiority Complex) پایا جاتا تھا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ جس وقت بدر میں تین قریشی سورا مشیر، شیبہ، در ریبہ آئے تو انہوں نے دعوت مبارزت دی کہ ہمارے مقابلہ میں کسی کو آتا چاہئے۔ تین خدا کی شکل کرائے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ تم شریف آؤ دینی ہو لیکن ہمارے جوڑ کے۔ جو لوگ ہیں ان کو بھیج دو، اس سے ان کی قبائلی نخوت کا اندازہ ہوتا ہے



ان اشعار کو پڑھ کر ان کے مدخل دشمنوں کو بہ اور ان کی جاہلی فحوت کو زندہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ سیرت کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک ایسے ہی موقع پر (یہودی سازش کے نتیجہ میں) قریب تھا کہ کھوار میں پیام سے نکل آئیں اور یہ دونوں قبیلے ایک دوسرے سے گتہ جائیں کہ انحضرت ﷺ عین موقع پر تشریف لے آئے اور آپ نے آگ کے شعلوں کو ایمان اور محبت اسلامی کے پانی سے سرد کر دیا اور فتنہ بھڑکنے نہیں پایا۔ (۱)

بہر حال اس کا پورا امکان تھا کہ بجائے اس کے کہ ایک نئی طاقت انہرے ایک نیا اقتدار نہ برپا ہو جائے، اور اس کے بہت سے اسباب تھے، جیسا کہ عرض کیا گیا، خود یہودیوں کا وجود سب سے بڑا مدخل (FACTOR) تھا، قریب کا۔ قریب کی ان کے اندر خفیہ مساخیت ہے، دنیا کی کمزوریوں میں ہے، اور آج تک ان کا یہ جو رہا باقی ہے، اس لئے اس کا بھی خطرہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے درمیان کوئی رقابت پیدا کریں گے اور ایک کو دوسرے سے ٹکرائیں گے۔

کہ منظر کی زندگی کا دار و مدار تجارت پر تھا اور مدینہ کی زندگی کا دار و مدار زراعت اور باغبانی پر تھا، یہ دونوں شہروں کی جغرافیائی خصوصیات کا نتیجہ تھا۔ گھر کی معاشرت میں بھی فرق تھا جس کی طرف حضرت عمرؓ نے بھی ایک مرتبہ اشارہ کیا تھا۔ (۲)

### عقیدہ اور مقصد کا اشتراک:

اس کے پہلے مجھے معلوم نہیں کہ ایسے منظم اور واضح طریقہ پر دو ممالک عین صر کے درمیان کسی عقیدہ اور مقصد کے اشتراک پر ایک نئی برادری کی بنیاد ڈالی گئی ہو، یہ برادری تھی ان ایمان والوں کی جو وحدت انسانی پر اور وحدت ربانی پر یقین رکھتے تھے، اور وحدت عقیدہ اور وحدت مقصد پر جمع ہوئے تھے، ایک نئی طاقت اس دنیا کو بچانے کے لئے پیدا کی جا رہی تھی۔

عدوی لحاظ سے قلیل و اختیار، مقصد کے لحاظ سے عظیم و جمیل:

یہ چھوٹی ہی برادری جو وجود میں آ رہی تھی اس کی حقیقت کیا تھی؟ اس سے انفرادی تعداد کیا تھی؟ قرآن کریم نے اس کی تصویر خوب کھینچی ہے۔

(۱) امام غزالی، سیرت ابن عباس، ص ۵۵۵۔

(۲) کتاب صحابہ میں حدیث ۱۱۱۰۔

واذکروا اذا انعم قليل مستضعفون في الارض مستضعفكم الناس  
(اور وہاں یاد کرو جب تم مظلومی تھے، انکے دوس پائے ہائے۔ تم کا شر سے بے قلیل  
مستضعفوں کی الارض اور تمہیں وہی ناظر میں نہیں رہا تھا، تم ہی شہر و قلعہ میں نہیں تھے،  
تو دور تھے کہ اس طرح قلیل جیسا مال کو کوشت کا نمہ اے چائی ہے اسی طرح تمہارے دشمن تم  
جواز ارض سے جانیں اور تم، بھوکا نہ کھو۔

حالات یہ تھے لیکن یہ مسلمانوں کو پوزیشن دیا ہی تھی؟ ان کو مدت میں یا مطلق کیا؟ اسب  
بھی میں اس آیت کو یہ کتابوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہوں، اس میں وحدت کو یا فرض و واجب  
و یاض اس کا کام نہ مشکل، بلکہ اور غمیز تھا کہ خدا کی مخلوق اس کی یا وقت کی حد سے  
توئی فرماتا ہے: الا تفلحون لیکن فہم فی الارض وفساد کبیر۔ سبب تشرین والفساد  
اور تم نے اس کی وحدت کی بنیاد ان اور اس وحدت، متفکر نہ کیا تو کیسے فہم کی الارض  
و فساد کبیر زمین میں کتنے ظلم و انصاف ظلم و پاؤں۔ یہ اللہ کا حکم، اس کو تیرے اعداؤں  
کو اس جہاں میں ہی حقیقت یا حق، اس میں ایک بیان اس سندر میں اس قدر جلیب  
حقیقت تھی، یہ مہاجرین و انصار اور وحدت کا علم انہیں سے کس جہت تھی، ہر خدا کو یہ مہاجرین  
کی اور انصاف سے کہتے تھے؟ لیکن خدا کو اس وحدت سے جو دوسری بات اور یہ وحدت خدا کی  
انسانی تہذیب، اس دنیا کی جاننے سے تھی، اس کی تھی اس کی غیر اس کو یہ مہاجرین اور انصار  
یہ یہ، اس کے ان لوگوں کے بوجہ اور خود مطلق سمجھتے تھے اور یہ یہ کہ یہ ہر اور ہی ہو گا  
اور ان نے اپنے اندر کیا جو ہر وحی سے خدا کی شہادت سے یہ نئی قلیل اور مہاجرین اپنے  
(MERIT) اور وہ علامت کے لئے سے نفی تھی، ہمارے اور موش ہے، جو کتب دیکھتے کہ اس  
کے اندر کی جوش و جذبہ اس کے اندر انہیں نے اس کے اندر انہیں اور انہیں اور انہیں  
نے اور انہیں اس شہادت میں ان کے، اس میں انہیں میں انہیں ہے اور انہیں اور انہیں اور انہیں  
پہلے اور انہیں حقیقت معلوم ہوتی ہے، انسانی مہاجرین کے لئے، انہیں جہاں میں  
نام برے اور انہیں انہیں سے نمہ کے لئے، انہیں کے لئے ان میں تھی ہے تھی و ہے  
تواری ہے، وہی اس آیت کی حقیقت کو سمجھ لیتے تھے، اور اس وقت نے یہ ہی تھے اور جہاں  
وہاں کے، ان میں یہ بات سمجھ میں نہ آئے، انہیں کہ انہیں لسی جھوٹی جہاں میں انہیں اور انہیں



بارہا ہے۔ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر تم نے یہ برادری قائم نہ کی، اس وحدت کو مضبوط نہ کیا تو تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر فتنہ وفساد کے شعلے دنیا میں اٹھیں گے اور پوری دنیا کو جلا کر خاکستر بنا دیں گے۔ اس جلتی ہوئی آگ کو جس نے ساری دنیا کو اپنے لیٹ میں لے لیا تھا، آپ ساتویں صدی مسیحی کے نقشے میں دیکھیں، جغرافیائی نہیں بلکہ ان کی باہمی آویزشوں اور ان کی جنگوں کے نقشہ میں ان کے احساس برتری کا اور ان کے نشقوت کا دنیا پر جو اثر پڑا تھا، اس کو اقبال نے اپنے خاص انداز میں اس طرح بیان کیا ہے۔

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں  
مبار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک  
تاریخ اہم کا یہ پیام زلی ہے  
صاحبِ نظر! نشقوت ہے خطرناک  
اس تلی سبک سیرور میں گہر کے آٹے  
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک

چھوٹی سی برادری پر سارے عالم کا بوجھ:

اس نشقوت نے دنیا پر کیا اثر ڈالا تھا اس کے مقابلہ میں یہ ایک جوجھوٹ سا پورا تیار ہو رہا تھا۔ مدینہ کی سرزمین میں چھوٹی سی برادری قائم ہو رہی تھی۔ ایک نئی وحدت کی بنیاد پڑ رہی تھی، اس پر سارے عالم کا بوجھ ڈال دیا گیا۔ الا تفعلوہ اگر تم نے اس وحدت کے استحکام میں وحدت کی چیزوں کو گہم کرنے میں اور اس وحدت پر یقین کرنے میں، اس وحدت سے نشقوت، محبت کا تعلق رکھنے میں اور ان محبت کے ورد کی آگ اپنے دلوں میں محسوس کرنے میں کمی کی، اگر تم نے اپنے مفاد کو دیکھا، اپنے جماعتی مفاد کو دیکھا، انفرادی مفاد کو دیکھا تو پھر دنیا میں فتنہ، فساد کا سلاب ہو گا اور پھر انسانیت کی قسمت میں دوائے ہلاکتی ویرانی کے کچھ نہیں ہو گا۔ میں جب بھی ان الفاظ کو پڑھتا ہوں تو لرز جاتا ہوں کہ کتنی چھوٹی اور کمزور جماعت پر کتنا بوجھ ڈال دیا گیا، جو اپنی تعداد میں کمی اور اپنی بے یقینی میں اتنی چھوٹی تھی کہ شاید اس کو اگر خود دین سے نہیں تو لگاؤ دین سے دیکھنے کی ضرورت تھی۔ اسی جماعت کے متعلق لکھا جا رہا ہے: لا تفعلوہ و تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر کہ دیکھو خبردار اگر تم نے اس نئی وحدت کے مستحکم کرنے میں

دارالحی کر مری، کھانی تو کچھ انسانیّت کی نعمت میں شامل ہے، شقاوت اور بدخلقی کے پنوں کا لکھا نہیں۔ پھر تو یہ مدتیں مل و نہ مل کر ڈھانچائیں گئی، یہ وحدتیں نہیں وشتیں ہیں۔ نوع انسانی کی قدرتی کی سرشتیں ہیں، ان میں سے ایک کی حیات دوسرے کے لئے پیام موت بن گئی ہے، ولیک کہ نوع انسانی کی حیات پختہ و نرساں، انجھو مہائے انسانی کے لئے موت کا پیغام ہے، اسی وحدت کا تسلسل اور نتیجہ ہم اور آپ ہیں۔ آج بھی دنیا میں وحدتوں کے نام سے وشتیں کو فرمایاں، آج بھی عدالت کے نام سے فرقے کا فرمایاں، آپ جس سے پوچھیں گے وہ اس کی تعریف وحدت میں کرے گا، یہ ملک ہے، یہ فاضل و عارف ہے، یہ فلسفہ و عقائد ہے، یہ وہ ازم و مکتبہ کی وحی وحدت کسی دوسرے وحدت کی رو سے نہیں، ہر وحدت نے اپنی زمین کی اولیٰ کے لئے شرط حیات قرار دیا ہے کہ اس کے علاوہ ساری وحدتیں منقرض ہوں، اس لئے اگر کوئی وحدت دنیا کے لئے رحمت کا پیغام نہیں ہے تو وہ وحدت انسانی و ہر وحدت ربانی ہے۔

زبان کی وحدت کے تباہ کن نتائج:

یہ زبان جو بڑی معصوم چیز ہے اس سے پہلے بھڑکتے ہیں۔ یہ زبان جو دلوں کو ملانے کے لئے، دلوں کو خوش کرنے کے لئے، محبت کے شربت سنانے کے لئے انسان و قریب کرنے کے لئے اس کو آواز دینے کے لئے ہے، یہ زبان جو بندہ و عبادت کی تڑپ دینی کے لئے استعمال کی گئی، راز ہائے فطرت کو عیوں کرنے کے لئے استعمال کی گئی، یہ زبان جس نے ہر انسان کو مست کر دیا، پیچھے رہنے پر ڈال دیا، دلوں کو جوڑ دیا، جس نے محبت کے دریا بہا۔ یہ زبان لاکھوں انسانوں کی برادری کا باعث ہوئی ہے۔ یہ زبان ہوتے جس کے نام پر زبان والے فتنے لگتے، جو لوگ زبان رکھتے تھے، جن سے پاس واپسی ہی فطرت کی وی ہوئی، زبان تھی جتنی ان کا ظہور کے پاس تھی، لیکن یہ زبان فی نام نہاد و عدوت، زبان کا بڑا برا اہتمام، زبان کی عصبیت نے ان انسانوں کو جن کی زبان سے محبت کے سوا اور کئے سالواتی اللہ فیہ انکار۔ جنہیں نے خدا کی یاد میں پوری پوری راتیں بسر کر دیں، خاک و خون میں تر پیا ہے، یہی زبان، جب ایسی مصنوعی وحدت کو بنیاد بنتی ہے جس کی اللہ کی طرف سے کوئی سند نہیں، انزال اللہ بہان سلطان تو وہ جو خبر و اس کی محتوی پر پانی پھیرو، سینے والی اور قلم دینا کے اصلاحی اور فطرتی پیچھے رہنے والی تخریبی حدت بن جاتی ہے۔ وہ تہذیب کے ذہنوں کو آن کی

آج کے زمانہ کو کہتی ہے۔ اس زبان کی وحدت نے دنیا میں وہ دھڑکلی اٹھائے کہ انسان بالکل تصویر خیرت بن گیا ہے۔ آپ کو اس کا ثوب تحریر ہے۔ یہ دھڑکاپ بھی معذور ہے نہ کوئی چوہا کہ انسان زبان کو چلیا دینا کراس ملک میں تفریق و انتشار اور "حمیت چوبینہ" کا زہر پیدا کر دے۔ اپنے بیانی مقاصد کی تکمیل کے لئے اس کو کام میں لائے۔ یہ زبان آج بھی نہ جگہ جی سرور اور آسپستی ہے نہ تیز رفتور، چٹکری کی تواروں نے انہی مویا۔

## تہذیب کی وحدت کا انجام:

اسکی تہذیب۔ جس کا پیغام حق نہیں ہے کہ انسان تہذیب ہو، انسان کے اندر اپنی کمزوریوں کا احساس ہو، دوسروں کے کمزاریوں کا اعتراف ہو جو یہ جہاں، ہر صحن پر فرشتہ ہو جو فتنے کے ہر نمونہ پر تحسین اور تفریق کے چھوٹے برساتے، جو اپنے شہر پر مست ہو جائے، جو ہر قوم کی زبان پر اور اس کی عوامی اور صافی کے ہر نمونہ پر مسرور ہو، اس کو اپنی ملکیت سمجھے، تہذیب کا خاصہ یہ تھا کہ انسان کے ہر کام کو اپنا سمجھا دے، اس سے اپنے تعلق اور اپنی قدر کا اظہار کیا جائے۔ جب تہذیب خدا کی، جہاں اور تفسیر اس کی رہنمائی سے شروع ہو جائی ہے تو وہ تہذیب تہذیب نہیں رہتی۔ وہ اپنے حق میں خود کو تہذیب ہو، دوسروں کے حق میں تہذیب ہو جاتی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ تہذیبیں تہذیبوں سے کس طرح ٹکرائیں اور کچھ بچنے سے نکلے؟ اپنے ظلم نمونے دکا ہے کہ وحدت باقی ہے، مگر اس وحدت میں ان دو حدتوں یعنی وحدت پرستی اور وحدت انسانی میں سے کوئی وحدت نہ ہو تو یہ وحدتیں، جہاں کے نورانیہ مہربان بنائیں اور پھر جو کے اس کے ان کے اپنے دل کے اور ان کے لئے جو کہیں اپنے حقوق پر رانجے جاتے اور ان وحدتوں سے غرض کا سامان مہیا کیا جائے ان سے اپنے جذبہ کی تسکین کی جائے، بجائے اس کے وہ ایک تہذیب بن جاتی ہیں، ایک ایسا دھڑکاپ اور مسرور پر مسرور کیا جاتا ہے، یہ تہذیبیں انسانوں کی نہ رست کوئی کام نہ جیتی ہیں۔ یہ کیا کوئی کچھ ہے جو با۔ یہ چکا ہے۔

## دو عظیم جنگوں کے اسباب:

آپ شہر سے بہت سے ایسے حوادث ہمارے کے انہیں نے، ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۵ء کی جنگ اور دوسری جنگ عظیم کو دیکھا ہوگا، بعض ایسے دنوں کے جنہوں نے صرف دوسری جنگ عظیم کو دیکھا



آپ کے ملک میں امرئی بھڑکے یہ تہذیبی ہتھیار۔ یہ برائی یہ افاقی تہذیبوں کے ادیان و ملتوں  
مراٹھ کے گام۔ مگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ ہماری تہذیب، تہذیب مسلمانوں کی امداد سے پیسے کی  
تہذیب کو زندہ کرے جسے تو پھر اس ملک کا خود اپنی جاننا ہے۔ (اس معنی میں کہ اس ملک کی  
نئی ریت ٹھیک) اس لئے کہ اس ملک کے مختلف خطہ برتری میں کوئی چیز مربوط کرنی ہے وہ وحدت  
نمائانی ہے، وحدت عقیدہ ہے۔ وحدت امرئی ہے، اب امریوں کی مسئولیت اعدائوں میں نہیں ہے  
کے ترشے ہوئے ریت جس کو اہل کہتا ہے:

ترن رنگ و بو کو تو سر ملات میں لم ہو جا

یہ امرئی ہے دیتی یہ قوم اپنی نہ اگلائی

یہ باتیں رنگ و بو اپنا اثر سمجھتے ہیں اور اپنے غم میں قزاق ہیں تو اس ملک کے لئے ہتھیار  
دیتی ہے۔ ترکی میں سلطانہ بیوٹی تہذیب کے حیا کا جذبہ پیدا ہوا تھا جس کا داخلی "خدا کو کا نب"  
تھا اور اس کے سب سے بڑے بیرونی اثر ترک تھے۔ اسی طرح ایران میں بھی، قبل اسلامی  
تہذیب کے احیاء کے بھی اسی باتیں ہوتی ہیں۔ آپ کے اس ملک میں کسی سو پہ میں قدیم  
تہذیب کے حیا کو کوئی جذبہ پیدا ہو جائے اور تحریک چل جائے تو پھر پاکستان کے لئے یہ  
ہتھیار ہے۔ جس یہ عرض کروں گا یہ نہ وحدت برائی اور وحدت اسلامی میں جو رہے۔ اس  
چناوہ ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی "محدث" پیدا ہوئی تو اس سے اور ملک کا شیرازہ منتشر کر دے  
گی۔ ماضیوں تک دوسرے سے گمراہی میں کی اور جاہلی مسیحیتیں اور پادروں کو جو چاہیں گی۔ جس کو  
اسلام نے فتح لیا تھا:

الذھل المذھل کفر و اھی قلوبھم الحمیة حبیہ النجاہلیہ

بس اہل کفر نے اپنے دلوں میں اہمیت سمیت ہا بلیدہ ہو کر گمراہ کر لیا۔

تخصیرت ھیں نے شاید کسی مسئلہ اور کسی صورت پر اتنی سخت زبان استعمال نہیں کی، مجھے

آپ یہ کہنے کی اجازت دیتے کہ زبان نبوت سے شاید یہی مرتبہ ہے سخت لفظ نکلے جو اس چلی

عصبیت کے بارے میں آپ کی زبان سے نکلے تھے۔ اس لئے کہ آپ ھیں کو اللہ نے جو

بصیرت عطا فرمائی تھی اور وہی الہی کی مدد و ہدایت تھی نے آپ کا شرع عند فرما تھا تو آپ پر

حقائق منکشف کر دیے تھے، یہ تو ہمیں اور ملتوں کی تاریخ آپ کے سامنے تھی، اس کی بناء پر



جب سامنے سے سڑکتے ہیں تو کہتے ہیں: (ا) اچھی طرح پانچ دنا سو فی سہ ماہی ہے، اس نے لغویہ کی زبان پر رقم وصول ہوئی۔ وہ اپنے بھائی منصب کی طرف دیکھتے اور کہتے ہیں کہ اس پر۔ جہتی قمر ہے جو امیر یہ بھی کہ میری رعایا میں رائے اور تھان میں شخص کو بدلت دیتے ہو۔ تو انہوں نے جو کہ قمر میرے جہتی نہیں، میرا بھائی یہ ہے جو قمر کا باندھ رہا ہے۔ اس عقیدے کی بناء پر۔ کہ وہ قصور و حدت کے اس مرتبہ میں کو مل دیا تھا، اس کے مقابلہ میں زبان کی وحدت کا اس معطوفہ بند آپ دیکھتے ہیں کہ یک زبان بن گئے اور اس کو آپس کے تعلقات کا کیا حال ہے، کیا ان کی زبان نے حد کے کوئی کام کیا تھا، کیا اس نے ان کو غلبہ دیتا اور اپنے ذاتی اغراض سے بالاتر رہتا ہے، درحالیہ اس نے اصلاح انسانیت کا بند بے پیدا کیا ہے، کیا وہ دوسری زبان والوں کے مقابلے میں صف آرا ہونے سے قرضت پاتے ہیں تو آپس میں شہید مقرر ہو جاتا ہے، کیا وہ ایک دوسرے کی عزت کو اس احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس سے اپنے ماں و باپ کی عزت و آبرو کو دیکھتے ہیں۔ اقبال نے کہا ہے

یک از یک زبانی بہتر است

یک زبان ہونے سے ہر شخص چلے۔ ایک دل ہو گا پھلنے اور زبان ایک دل نہیں کرتی۔ صرف فنی دولی نام کرتی ہے، دوسروں کے مقابلہ میں زبان کی دہائی دے کر یہ زبان کا حوالہ دے کر وہ ان کا حق کو محقق کرتی ہے جس سے ان کو حق مل کر رہے ہیں۔

آپ کو وحدت اسلامی کا منصب حاصل ہے۔

اللہ نے اس وحدت اسلامی کی نعمت ہی آپ کو عطا نہیں کی ہے، آپ کو ان کی دعوت دینے کی رسم و رقی بھی عطا نہیں کی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ ان کے سامنے حضور پیش کریں کہ وحدت اسلامی کے قمر سے ہر وقت نیا دوتے ہیں۔ انہی کو وحدت اسلامی کو دیکھنا ہے تو وہ یا مستان و دیکھے، یہاں کسی ایسی وحدت کی اجازت اور اس کے لئے آپ کو کسی قسم کی کوئی مہجوت نہیں دینی چاہئے جو آپ کو ایک دوسرے سے جدا کرے اور یہاں وہ مشکلات اور وہ مسائل ہیں اگر کہ میں داخل کسی بندہ سے بڑے یہ ہر قسم کے اور کسی بڑے سے بڑے قائد سے پس نہیں، یہ اللہ کی نعمت کی بڑی نالہ دہی ہوگی کہ جس بنیاد پر یہ ملک و معاشرہ قائم رہا ہے وہ بنیاد منہدم یا کمزور ہو جائے۔ یہاں مسلمان کس کشمکش میں آئے گا کس نام پر آئے گا کس پر یہ





خدا کی بستی و مکان نہیں

[illegible]

الحمد لله حميده وسعته وتوكل عليه وعوذ بالله من شرور انفسنا  
ومن سيئات اعمالنا عن يمينه الله قائل شمل له ومن بصلته الله هادي له وسعيده  
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وسيدنا محمد عبده ورسوله صلى الله  
عليه وسلم وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كبيرا

یہ دنیا ایک متحدہ وقت ہے۔

حضرت امام باقر (ع) فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے رب سے ملے گا وہ اس کے لئے ایک نیک کام ہے۔

اس محفلِ اوقاف کا شہرہ آفاق ہونا کہ اس نے جنگِ یہاں دعوت دے کر دینی عزت افزائی کی۔ فقہِ حنبلی یہ دعوت ملی تو میں یہ سمجھا کہ ایک محدود تعداد میں وہ حضرات ہوں گے جن کا مقصد اوقاف سے ذرا دور متعلق ہے۔ ان سے تعارف ہوا کہ میں محفلِ اوقاف کی کارکنانِ دینی ہوں اس لیے سرگرمی کے جو یہاں ہیں ان سے وقتیت حاصل کرنے کی سہولت حاصل کروں گا اور اپنی معلومات میں اضافہ کروں گا لیکن جب یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ آج کل تقریباً اور اس زمانہ کا دستور ہے کہ جو وہاں میں سرگرمی ضرورت ہے۔ انہیں دیکھا جاوے کہ اس موقع سے اس قابلِ قدر محفل کا یا تحقیق ہے یا نہیں میں نے فوراً ہی اس تعلق کا افسانہ تراشا کہ اقیامت میں ہماری پڑتال بھی نیکہ اشاروں میں ہے۔ اس کی مثال بھی حقارت میں ملے گی کہ وہاں ہیں جو اس ملک کے مقصد سے اقبل ہوں اور اقبل سے تہ صبر و محنت۔ ان لوگوں سے سب کچھ سیکھ لوں گا۔ اس نے وہ بھی دیا۔

ان وقتوں کا حال یہ ہے کہ یہ ایک ایسا شعبہ وقت ہے جس نے ساری دنیا کو  
تسلیم کیا ہے۔ آج کل کے حالات میں بھی اس نے اپنا اختیار برقرار رکھا ہے۔  
اس کے مقصد میں اس نے ہر طرف سے ہر ایک لمحہ اور ہر ایک وقت کو اپنے لئے استعمال کیا ہے۔



”آخر جست“ کا لفظ بتاتا ہے کہ یہ امت کسی مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے، انسانیت کی حفاظت اور خاطر کائنات کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے خلقِ اللہ کی حیثیت سے اور حدیث میں اس سے بھی زیادہ واضح اور صریح الفاظ ہیں کہ فرمایا: ”انما بعثتم میسرین و لاجہ نیحوا معسرین“ اس میں بدعت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ تم بھیجے گئے ہو، تمہیں مقرر کیا گیا ہے، تمہیں نامزد اور نصب کیا گیا ہے، تمہاری ایک حیثیت مشقین کی گئی ہے اور تمہاری دُیوئی لگائی گئی ہے اور ”میسرین“ سہولت پیدا کرنے والے کی حیثیت سے مشکلات پیدا کرنے والے کی حیثیت سے نہیں۔ اگر ایک چھوٹے سے چھوٹا وقف ضائع ہو رہا ہو تو حکومت اس کی امداد ہوتی ہے، حکومت اس کی مدد بن جاتی ہے، وقف کی حفاظت کے لئے خواہ وہ مسجد کی شکل میں ہو چاہے تھیم خانہ کی شکل میں، خواہ کسی جانبہ اور کی شکل میں ہو، حکومت اپنے ہر سہولت امداد سے اور تمام وسائل سے کام لیتی ہے اور آپ کو دن رات ان واقعات سے واسطہ پڑتا ہے۔

**خدا کی بستی دکان نہیں ہے:**

لیکن کسی قابلِ رحم حالت ہے اس وقف کی جس کے حوالی غلط تصرف کر رہے ہیں، بلکہ اس کے مالک بن بیٹھے ہیں اور مالک بننے کے باوجود اس سے ساتھ دھنوں کا سا سلوک کر رہے ہیں، قبرستانوں کا جیسا سلوک کر رہے ہیں اسی قبرستان کا وہ حشر نہیں ہوگا جو اس محمود جہان کا حشر ہوا، اس آبادی کو ہر شاندار قبرستان بنا دیا گیا۔ بقول اقبال:

”جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ“

آپ کے اسی شہر کے شاعرِ عظیم نے اہلِ یورپ کو خطاب کر کے کہا تھا۔

”خدا کدہ بستی دکان نہیں ہے“

آپ کسی مسجد کو قمار خانہ بنائیں، لیکن دوسرے زمین جس کے متعلق بنایا گیا تھا۔ جعلیت لی الارض مسجداً و طہوداً میرے لئے پوری زمین مسجد بنا دی گئی ہے۔ اس مسجد کو فرنگیوں نے قمار خانہ بنا دیا۔

میں سمجھا کہ یہ موضوع مقرر کرنے والوں نے چمکی زبان کا ثبوت دیا ہے اور اس وقف سے اس بڑے وقف کی طرف توجہ دلائی ہے، ایسا آپ کے موضوع سے بالکل غیر متعلق نہیں ہے، آپ اس دنیا کی حالت پر نظر ڈالیں اور دیکھیں اس دنیا کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے، جن کو



جہاں یہ مسئلہ نہ اٹھایا جائے۔ وہ عداوت اس وقت نہ میں رہے ہوں۔ عداوت جو تو انہیں ہو  
 اس وقت نہ ہو فیصلہ کرے۔ اس میں وہ جھگڑیں ہوئی چلیں ایک صف عداوت۔ ایک طاقت اور  
 یہ سبھی انہوں نے سمجھا۔ کسی انسانیت کے یہی نمونہ کے ساتھ ساتھ رہے۔ انہیں تو وہ جتنا  
 فیصلہ دار اور وہ جتنی اس کو صفحہ کے اقتدار تھے۔ ان کوئی معصومانہ ملک اس پوزیشن  
 میں نہیں ہوا انسانیت کی اور ان کے لئے اپنے ملک پر جو ظلم اور جو دورِ وحش ہے اس کو وہ نہ  
 سمجھے۔ اس وقت اس پر یہ ہے کہ اس مقدس ملک میں جو ایک وقت کی  
 حیثیت تھی۔ حیثیت کی برتری ہے اور وہ اس کی کوئی دینی مثال نہیں ملتی اس  
 مقدس امانت میں خیانت کی جارہی ہے۔ یہاں ہی یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ اس کی انہی  
 اس کی جھگڑیں اور جھگڑاؤں۔ یہاں ہی ایک ہے اس مقدس وقت کو جس نے تمام نے  
 ساتھ دیا۔ آج مجھ میں مختلف مافی میں اس کا بار بار نفع کے لئے ہے۔ اس کا ایک مرتبہ  
 کہہ دیا۔ کافی تھا۔ لیکن تفصیل کے ساتھ یہاں کہہ دے کہ اس میں اس قدر کافی ہے کہ  
 اس میں اس قدر چھائی۔ آج ان کا شرمیہ ہے۔ یہ کیا صورتوں میں ہے۔ قلم کی بنا پر جو  
 اس نے مختلف اور روشنی کا ذریعہ بنایا۔ اس میں اس کی پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے  
 یہ ہے کہ اس میں اس کی پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے  
 پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے  
 مختلف ہیں اس بات کی سادہ سادہ ہے۔ اس کا وہ تھا ہے۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے  
 میں ایک حقیقت ہے کہ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے  
 کے ساتھ میں جو کہ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے  
 آج دنیا کو حال یہ ہے کہ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے  
 میں نہیں۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے  
 کو اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے  
 دیکھو اور ان سے کہہ دیجئے کہ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے  
 ملاحظہ فرمائیے اور اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے پوزیشن کا ہے۔ اس میں اس کے  
 کے پاس یہ مسئلہ نہیں ہے۔











جہاں ان ماعظمت کی بتلیوں کی درملانہ نریام کی آواز پہنچنے کی دس گے اس آواز کے بارے میں اللہ سے دعا ہے اور ان بڑے کی احتیاط سے ساتھ استعمال کرنا چاہئے۔  
ان غلام کے ساتھ میں آپ کا شکر یہ دکر کرتا ہوں کہ مجھے آپ نے اتنے قابل قدر،  
کائنات اور ملام، اخصیاء، ائمہ مساجد اور ایسے محکمات مسلمانوں کے سامنے اپنے خیر امت پیش کرنے کا موقع دیا۔

عالم اسلام کے متعلق یہ فرض کرنا بشارت بھی ہے، ناخوشگواری بھی، اور ناک بھی۔ میں اپنے  
معدود تاریخچی، عالمی و علاقائی بنیاد پر کچھ لکھا ہوں کہ حملہ تاریخ کے بعد سے شاید کہ اسلام پر وہ سخت  
وقت اس سے پہلے نہیں آیا، اس وقت عالم اسلام میں جتنی حکومتیں قائم ہیں، جتنے آزاد مسلم  
ممالک پائے جاتے ہیں، عالم اسلام کے جو ذخائر ہیں، جو وسائل اور امکانات پائے جاتے  
ہیں وہ اس سے پہلے کبھی عالم اسلام نے پاس نہیں تھے۔ بعض چیزیں جو جتنی نظام میں اور دنیا  
کے تمدن اور ترقی کے تمام ممکنہ شہر گم کا جامہ زیبی ہیں، وہ چیزیں اس وقت عالم اسلام کے پاس  
وافر مقدار میں موجود ہیں، بہت سے شعبے ایسے ہیں جن میں معاصر ترقی یافتہ دنیا کو عالم اسلام  
کی احتیاج ہے اور ان میں اسلام سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا لیکن (ان میں سے) اقتصادی،  
ادبی، پہلوؤں سے قطع نظر کر کے) اس وقت عالم اسلام کی سب سے بڑی آزمائش اور عالم  
اسلام کے لئے سب سے بڑی تشویش کی بات اس کی معنوی طاقت کی کمی ہے۔ آپ سب  
حضرات اہل نظر والی علم ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ تاریخوں نے عالم اسلام کی پوزیشن بلا دی  
تھیں۔ نبیوں نے عالم اسلام کو سوت و دیات کی کشمکش میں جپٹا دیا، یہ تھا سوت کے منہ میں



آنکھیں نہ اس کی وجہ سے بند کیا تو دین کے ماننا اسلام پر یہ تشریف لایا کہ اگر آپ صحتی دین ہیں، اب صحتی قسمت اسلام سے ولیدہ ہوئی ہے۔ آپ نفس صحت سے تماموں کا شہرہ جانا ہو چکے ہو تا دین کی طرف سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی سلطنت کا نام نہیں لہذا دین ہوں، اس کے فرقہ کا نام نہیں ہے۔ یہ دین تو اس کے بیچے کا نام جو دل ابدین کیلئے اس کے بیچے کا نام ہے۔ ابدین جہان کی اور اس کے بیچے کا نام ہے۔ ابدین شہر جس اور اس کے بیچے کا نام ہے۔ ابدین دین ہے۔ یہ بعض اتفاقی امر نہیں ہے۔ تاہم دینوں سے اپنی تفریق کو اور اپنے مستحقوں کو اپنے تعلق کو برقرار رکھنا دین کے ساتھ وابستہ کرنا اور مسلمانوں کو یہ یقین دلانا کہ ہم آپ صحتی دین ہیں، ماضی، حال، مستقبل۔ یہاں سے اپنے اس شہر میں ایسا تاریخی حقیقت بیان کی ہے کہ

ہے عین یو رتس زاتار سے انسانے سے

پاسوں مل سے بعد کو صحتی ہے

یہ تشریف دینوں کے اس دینی انقلاب کا نتیجہ تھا کہ اب سب سے آدھی کا نام ہو، ہر صحت

(۱) تفصیلی کے لئے ملاحظہ ہو: تاریخ اجماع و حریمیت، حصہ اول، ص ۳۰۳-۳۰۴

زیر عنوان "انکار دینی علماء اور اس کے اسباب"

اور شہرہ پر یہ کام دین کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اس کی نسبت دین ہے۔ یہ ہے۔

آپ نے ۱۹۱۰ء میں ابدین کا قہر پنا صاف دیکھا۔ ان کے یہ قہر و تہذیب پوری تاریخی شان کے مسلمان کو یہ دینی تعلق تصور کی شان ہے۔ یہ ان پر قابض تھی، وہ محض ان کے ایک قہر و مسلمان ہوئی، اس شان کے برسرے شہر کی حالت میں ۱۹۱۰ء سے یہ کہ "میرا یہ نام زیادہ عزت و مقام ہے یا آپ؟" تو انہوں نے نہایت عجیبی سے جواب دیا کہ "اس کا فیصلہ انکی نہیں، دیکھنا۔ اس نے کہا کہ یہ طلبہ تاجروں کے کہا کہ انہوں نے ان تہذیبیوں پر ہوا تو میں زیادہ عزت و احترام اور اللہ کے لئے دین کی تہذیب ہو تو یہ لڑا جھگڑا ہے۔" اس پر فیصلہ اس نے، اس پر تشریف دیا کہ اس انسانی، انسانی، انسانی، یہ اکل انسانی نہیں تھا، بلکہ یہ انسانی بھی نہ تھا، کوئی خاص قوم اس لئے نہیں تھی، اس لئے کہ اس وقت فیصلہ ہوا تھا کہ ان مسلمانوں نے یا یہ عرب مسلمان، ان میں آج وہ لکھے کہ میں زیادہ عزت و احترام کی تو ان تمام کے کل تھے اور ان سے بڑے وہ ان کو تو یہ ان کا نام دینا دینے کو لڑا جھگڑا ہے۔ یہ وہ عزت و

بے قران کایہوں فکر و مشہد پر جاتا۔ فی الواقعہ نے Preaching of Islam میں بھی اس کو  
ایک اور سے کتب میں پیش کیا ہے اس کے بعد ہے کہ انہوں نے یہ جواب دیا کہ اگر ہمیں  
ایمان کی دولت نصیب نہ ہوگی تو یہ تو یہ نہایت بڑا اور بے فائدہ تھا اور یہ سچہ حیدر قیاس اور  
اسلامی عقیدہ کے خلاف تھا ہے لیکن بعد میں ہماری رائے اور آئی مآخذ میں یہ واقعہ اس طرح  
بیان کیا ہے کہ یہ سچہ کہ جس نے بیان کیا۔

تو اس وقت کہ اس واقعہ کے پس ایف کوئی حالت تھی وہ وہ حقیقی معنوی طاقت تھی اور اس نے  
اپنے کام لیا اور جیسا کہ خود آواز دے گا اس وقت اس سے یہ وہ ناکامیوں میں اس اور  
ناقصہ یقین ہے۔ پھر کوئی تھی کہ تاریکی ہے۔ اسلام کا احتجاج کریں گے۔ اس کے سامنے  
اس کی مذہب کے خلاف مسئلہ نا تو اب سے پہلی امید و محنت تھی اس نے کہاں لے کر  
مراسم میں یہ ساری حیرتیں اٹھیں ان کے لئے اس نے کہا ہے کہ وہ اس کے لئے اپنے لئے راجہ  
ہو اور اس نے اس کے لئے چلنے پھرنے کی۔ میں اس وقت جو بات آپ نے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ  
ہے کہ وہ وقت واقعہ وہ کوئی چیز ہے۔ وہ اس میں ایک خاص طرح کی زندگی اور بصورتہ عالی کا  
واقعہ ہے اصل چیز نہیں ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ اس نے اس کے لئے وہ واقعہ ہے۔ اگر حاشہ  
مستند ہے وہ حاشہ وہ ان کی زوال کی کارکنوں سے ہے۔ اس کے لئے وہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ  
نہایت سے وہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ  
واقعہ کے مطابق فی حقیقت میں اس کے لئے وہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ

میں مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ وہ کوئی واقعہ ہے۔ اس نے بعد میں اس  
اللہ بن عمری کہ وہ اب کہیں ایک نے یہاں اسلامی سلطنت کو متعلقہ یہ وہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ  
ہندوستان مسلمانوں کے زیر نگین آئے یہ یہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ  
نے کامیابی کی۔ اس کے بعد حلیوں نے حکومت کی اس کے بعد تعلق آئے۔ اس کے لئے وہ حاشہ  
ساری آئے۔ اس کے بعد حلیوں نے حکومت کی اس کے بعد تعلق آئے۔ اس کے لئے وہ حاشہ  
رکھے تھے۔ ان کے درمیان کچھ تہذیبی اختلاف بھی تھا اور کچھ زبانوں کا فرق بھی تھا لیکن  
اس وقت پر صلح کا مسلم معاشرہ اس پر ہے۔ اس کے بعد حلیوں نے حکومت کی اس کے بعد تعلق آئے۔  
یہ ہے اس کے لئے وہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ وہ ان کے لئے وہ حاشہ

نہیں آیا۔ آخر مسلم معاشرہ اس قابل نہ ہوتا تو فوراً وہ برہمنی عنصر اور وہ غریب مسلم طاقت جو تاک میں تھی غالب آجاتی کیونکہ اس کو وہ سب قوتیں حاصل تھیں جو بڑی وسیع حکومتوں کی بنیاد رکھتی ہیں۔ اس کا مذہب اس ملک کا اصل مذہب تھا، اس کی تہذیب اس ملک کی اصل تہذیب تھی۔ مسلمان نووارد تھے، لیکن جس چیز نے "اشنالی سلطنت" کو کھلی طور پر "انتخاب سلطنت" میں تبدیل نہیں کرنے دیا وہ کسی خاندان کی قابلیت نہیں تھی، وہ مسلم معاشرہ کی قابلیت تھی کہ خاندان پر تلے رہے لیکن ایک ہی مسلم حکومت رہی، ایک ہی آئین (اسلامی آئین) رہا، ایک ہی عائلی قانون (شرع (محمدی) رہا، ایک ہی تہذیب رہی۔ یعنی عربی، ہندوستانی، ترکستانی، ایرانی تہذیب کا آمیزہ جس پر اسلامی مچھاپ غالب تھی، وہ بار کی زبان ترکی رہی یا فارسی اور دربار اور دفتر کی زبان فارسی رہی اور دین و علم کی زبان عربی۔ ان میں سے کسی چیز میں کوئی تغیر نہ ہوا۔

آپ حضرات کو غور کرنا چاہئے کہ کسی ایک خاندان کے زوال کے بعد کتنا بڑا موقع تھا کہ فوراً ہندو عنصر غالب آجائے اور اس کی جگہ لے لے یعنی جب خاندان غلاماں کا زوال ہوا اور سلطانہ رضیہ تخت سلطنت پر بیٹھی (اور اسلامی حکومتوں کی تاریخ میں یہ بڑا نازک مرحلہ تھا) میں سمجھتے ہوں کہ پوری اسلامی تاریخ میں ہندوستان جیسے وسیع خطہ میں ہندوستان کی جیسی وسیع صورت حال میں کسی خاتون کا تخت سلطنت پر آنے کا بہترین موقع تھا کہ یہاں کی غالب اکثریت اس موقع سے فائدہ اٹھالے اور صدیوں کے لئے اسلامی سلطنت کا چراغ گل ہو جائے، وہ کیا چیز تھی جس نے سلطانہ رضیہ کی حفاظت کی اور اس کی بعد چھٹائی خاندان ہی کے ایک فرمانروا کو جو چیز تخت سلطنت پر لائی اور اس کے بعد چھٹیوں سے حکومت ملے، خاندان کی صرف منتقل ہوئی۔ عبوری دور بڑا نازک ہوتا ہے۔ اس عبوری دور میں بہت سے عناصر کو موقع ملتا ہے کہ وہ اپنا کام کر لیں، لیکن ایک دن کے وقفہ کے بغیر یکے ایک ٹھنڈے کے وقفہ کے بغیر ایک مسلمان فرمانروا خاندان کی جگہ پر دوسرا مسلمان فرمانروا خاندان آ جاتا ہے۔ کیا یہ ممکن تھا؟ کیا ہندوستان کے غیر اسلامی عنصر میں حوصلہ مندی کا جذبہ اور ہندوستان کے اپنے ملک ہونے کا احساس اتنے معدوم ہو گیا تھا کہ وہ صورت حال سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا؟ ایسا نہیں تھا۔ آپ تاریخ فیروز شاہی کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایسا بار بار ہوا ہے کہ غیر مسلموں نے سازش یا کوشش کی ہے کہ وہ حاوی ہو جائیں لیکن ایسا نہیں ہونے دیا گیا۔ یہ کس بات کی دلیل





خلفاء ہوں میں نہیں کہنے دیتے تھے، غلط ہے۔ امیر خسروؒ حضرت کے بڑے معتقد اس کے ساتھ سلطنت دہلی کے ایک بڑے رکن رہیں تھے اور شاعر ہونے کی وجہ سے وہ بہت سی فرائض میں سے واقف ہو جاتے تھے جن سے انتظامی لوگ جن کا تعلق صرف انتظامی امور سے نہ واقف نہیں ہو سکتے تھے۔

مفسرہ معاشرہ کا صحت مند رہنا اور اپنے اسلامی حقائق کو اسلامی سیرت و کردار کو قائم رکھنا اور گریہ نہ ہونا یہ سلطنت کے استحکام کے لئے سب سے بڑی ضمانت ہے اور عام اسلام کے استحکام اور قوت کا سرچشمہ اسلامی معاشرہ کی قوت ایمانی، جمیعت اسلامی اور اس کی اخلاقی بلندی ہے۔ کسی ملک کے لئے سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ وہ اپنا کام معاشرہ کو پتہ ہو جائے، معاشرہ کا اس صلاحیت سے محروم ہو جائے جس سے کہ وہ صاف افرامہیں کرتا رہے اور ضرورت کے لئے ہتھیار ہے بڑے خطرہ کی بات ہے۔ اگر ضرورت کسی شخص کو یا ایک پیرملا کی ہے تو وہ مہیا کرے، اگر ضرورت ہے ایک مفتی، اور قاضی کی جو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے تو مفتی اور قاضی مہیا کرے، اگر اس ملک کو دانشوروں کی ضرورت ہے تو دانشور مہیا کرے۔ جب کسی معاشرہ سے یہ صلاحیت مفقود ہو جائے تو پھر سلطنت کا وہ معاملہ ہو جاتا ہے جس کو اقبال نے اپنے مشہور شعر میں بیان کیا ہے:

حکومت کا کیا رونا کہ وہ ایک مادی ہے جسے قہر

نہیں دینا کے آئین مسلم سے کوئی چارہ

وہ ہوندا ایک دانشور، شاعر اور فلسفی ہیں جس لئے وہ کہتے ہیں:

مگر وہ ہم کے موتی کرتیں اپنے آباء کی

جو دیکھیں ان کو یورپ میں توں دوتا ہے کی پارا (۱)

لیکن میں اس سے آگے بڑھ کر کہتا ہوں۔ یہ بات حق تشویش کی نہیں ہے کہ نام اعلیٰ

آفس لائبریری میں ہندوستان کے مخطوطات اور کتابت و دیکھیں اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ہم

(۱) "میں کاغذی سیوا کسی انتہا پر جا سمیت کے ساتھ کامیابیت کو چند اظہار میں سمیٹتے ہیں۔ تمام اعلیٰ

درجہ کی قوت رہن کی آہری نگار اور مطالعہ کا دار و نقوش، مجال سے مجال سے ہوتے رہے۔ شاعر و نقاد و محقق

۲۰۰ سے ۲۰۰ سے مستحق کو یہ مسئلہ بہتر ہے

(۲) "پاکستان کے علم و ادب کا خطاب بہ نوجوان اسلام"



سے جیٹر یہاں ۷۸ء میں آیا تھا؟ اس کے بعد میں اب آیا ہوں۔ اس مختصر سے وقفہ میں بھی مجھے بڑا فرق نظر آیا۔

اس وقت ملک کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ اس ملک میں مصداق معاشرہ کی کوئی شخص کی ہو اور مہم چلائی جائے۔ اس وقت ملک کی بنیادی ضرورت اسلامائے معاشرہ ہے۔ دولت میں ہوسا بہت کا جذبہ اور دوز پیدا ہوئی ہے۔ اس سے اس معاشرہ کو بچنے کی ضرورت ہے۔ یہ اس وقت کا اہم ترین کام ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے، فذکرہ فان الذکر ی تنفع العوالمین کہ کسی فرد اور گئے ہر کسی دور افتادہ بھائی کے کہنے سے اور نہ اردوین سے نیک خیال ابھرتا ہے۔ اس بناء پر میں عرض کرتا ہوں کہ خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد اس سے بڑا مالدیٹس ہوگا کہ پاکستان انتشار کا شکار ہو۔ میں ہر چیز کو اس کے مقابلہ میں جانوی سمجھتا ہوں۔ پاکستان مستحکم رہے۔ پاکستان اپنے اسلامی اخلاق کو رد اور اتر سکے۔ یہ ملک کی سب سے بڑی اور پہلی ضرورت ہے۔ اس کے بعد کے سارے قبے تادی اور لٹی دوجائے ہیں۔ وہ ہا اکل عاشق کی باتیں ہیں۔ موت و حیات کا فیصلہ کرنے والی جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان باقی رہے۔ پاکستان تنقلم رہے۔ پاکستان انتشار سے محفوظ رہے۔ پاکستان اپنا حقیر شہر نہ سکے۔ اس کے لئے سلطان معاشرہ کی ضرورت ہے۔ یہ انقلابی زوالی جو تیزی کے ساتھ آ رہا ہے۔ روکا جائے و افراد زر کے بدترین نتائج و اثرات جو ہمارے معاشرہ پر مرتب ہوا ہے۔ میں اس میں کسی مہم میں ہر ایک ملگایا جائے۔ مسجدوں کے گیمروں سے یہ صدالہند کی جانے سیاسی انجمنوں کے انجمنوں سے اور اس نئی مقرر اسلامی طور کی تنظیموں کے پلیٹ فارم سے بھی یہ بات کہی جائے۔ پاکستان کو بچانے کے لئے اس وقت وہ چیزوں کی سخت ضرورت ہے، آئندہ تو اس کو عطا کی اور مذہبی انتشار سے بچا جائے جو اس کے لئے سخت خطرناک ہے مختلف گروہ بن گئے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان پر ان کی جماعت کا اقتدار ہو۔ اصل میں طبع نظر صرف یہ ہے کہ اقتدار اعلیٰ پر جو بھی غائب ہو وہ ہم سے پوچھ کر کام نہ کرے اور نہ کو یہ معلوم ہو کہ اس مسلک و خیال کے لوگ یہاں زیادہ قابل اثر و اور قابل اثر ام سمجھے جاتے ہیں۔

۱۰۔ سنی انتشار سے ملک کو جو قسمت پر پہنچایا جائے۔ کمروری کو برداشت کیا جائے۔ مہم گروہوں کو برداشت کیا جائے۔ لیکن پاکستان نے اس کا کام کو اس کی وحدت کو اور اس

کی سلیبت کو ہرگز خطرہ میں نہ ڈالا جائے۔ سب کو امداد کیجئے اور اپنے ذمہ داروں کی غلطیوں کو برداشت کیجئے۔ دیکھئے میں اس گروہ سے تعلق رکھتا ہوں جو خلافت اموی کو معیاری نہیں سمجھتا اور یہ تاریخی مطالعہ بھی سچی بتاتا ہے، لیکن میں اس کو مسلمانوں کی بصیرت سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں نے خلفائے بنی امیہ، پھر خلفائے بنی عباس کو (جو خلفائے راشدین کے معیار کے برابر نہیں تھے) حکومت کرنے کا موقع دیا اور روز بروز ان کے خالق خروچ نہیں کیا، نہ ہر مرتبہ حل من جدید، حل من جدید؟ کا نعروں لگایا، اس کے نتیجے میں اتنی بڑے مصلحت بنی کہ اسلام کی اشاعت ہوئی اور اس پر بغیر تک اسلام کی شعاعیں پہنچیں۔ اس میں صرف ایک ہی جاتی کا اشتباہ ہے اور وہ سید امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان سے تعلق برہم کہوں گا کہ ان کا اقدام صحیح تھا اور جب اس طرح کے حالات ہوں، جن کے برداشت کرنے کی (اور بڑے اثر و نفوذ کی بصیرت) بالکل گنجائش نہ ہو، تو اہل عزیمت و بصیرت کے سامنے ان کی مثال اور ان کا نمونہ ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہا۔

حضرات! تاریخ بتاتی ہے کہ بہترین جمہور جنوں کے زمانہ میں بھی جب معاشرہ کرپٹ ہو گیا، فاسد ہو گیا تو اس نے ان جمہور جنوں کے چراغ گل کر دیئے اور ان کے لئے بہتے امرکانات کا سیلابی کے ہو سکتے تھے سب فتنہ کر دیئے۔ معاشرہ صحت مند ہے، معاشرہ اخلاقی معیار رکھتا ہے تو بہتر سے بہتر ریاست قائم ہو سکتی ہے، بہتر سے بہتر انتظامیہ بن سکتی ہے، لیکن معاشرہ اگر اپنی خصوصیتوں کو کھو چکا ہے، تو کوئی بڑی سے بڑی جمہوریت بھی کامیاب نہیں ہو سکتی اور کوئی ساری بھی اس گوسال میں روح نہیں چھو سکتا۔

میں اپنے محترم دوست ڈاکٹر انعام اللہ خان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری عزت افزائی کی اور ایسے موقع جمع کے سامنے اپنے خیالات و تجربات پیش کرنے کا موقع دیا۔ میں آپ سے اپنی صاف گوئی و درازنہی اور جسارت کی معافی چاہتا ہوں اور آپ سب کا اس اعزاز و توقیر کے لئے شکر گزار ہوں۔

## انسانی معاشرہ میں عدل و احسان (انصاف اور نیکی) کی اہمیت

یہ تقریر ایمین، بھدرستان کے اس جلسہ عام میں کی گئی، جس کا انعقاد نومبر ۱۹۹۳ء بروز جمعرات شہر کی ایک عام شاہراہ (سڑک) پر کی گئی تھا۔ ورہس میں بڑی تعداد میں شریکین تھے۔  
و ترجمہ عام زیر مسلم کی شریعت تھے

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من ضرور انفسنا ومن  
سبئات اعمالنا من يهتد الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له . واشهد  
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له . واشهد ان سيدنا ومولانا محمد عبده  
ورسوله . اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم . ان : الله يا امر بالعدل  
والاحسان وايناء ذى القربى وينهى عن الفحشاء والمكرو والنهى يعظكم  
لعلكم تذكرون . (سورۃ نحل ۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان کا اور اس قربت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں، اور کھلی  
برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں، واللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے  
ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔ کی تلاوت کی اسی واپسی تقریر کا موضوع بنایا۔

بھرے بازار اور شاہراہ عام پر کی جانے والی بات کی اہمیت و تاثیر  
میرے بھائی اور دوستوں ہم لوگ اس کے عادی ہیں کوئی باں یا بہت پر سکون جگہ پر تقریر  
ہو، جہاں آکر کوئی سوئی بھی گر جائے تو آواز آئے، اور سب دُک کان لگا کر سن رہے ہوں، لیکن  
میں بہت خوش ہوں کہ آج میں بازار میں جا رہا ہوں، میرا خیال ہے کہ یہ سب تک کوئی  
بات بازار میں نہ آئے بازار میں اس کا چہ چاند ہو، اور بازار میں کوئی دُک لیس، اس کا

اعتبار نہیں، اس وقت بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہم مدرسوں میں مسجدوں میں اور ہمارے بہت سے بھائی مندروں میں چاٹ شالوں میں بات کرتے ہیں لیکن انکی حیثیت ایسی ہے جیسے سمندر میں بولی جزیرہ ہو، وہاں آپ جو چاہتے کر لیجئے، سمندر کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہوگا، یہ بولی جہاز پر آپ اڑ رہے ہوں، وہاں باتیں کر رہے ہوں، اور آپ خوش ہو رہے ہوں کہ ہم نے آئی اونچائی سے یہ بات کہی ہے کہ اب یہ بات ضرور دنیا میں چل جائے گی، تو جہاز تو چلے گا مگر آپ کی بات نہیں چلے گی، اس لئے کہ آپ کی بات اس جہاز کے اندر گونج کر رہ جائے گی، اب بھی دنیا سے بچائی تم نہیں ہوتی، انھیں بات کہنے کا جن خم نہیں ہوا، مگر وہ بولی جہازوں میں کہی جائے گی، یا کسی گنبد اور اونچے محل میں کہی جا رہی ہے، اور دنیا میں ہر جگہ بات ہے، باتیں بڑی اونچی اونچی کہی جاتی ہیں، لیکن اونچی جگہ سے کہی جاتی ہیں، اونچے ہی ٹوٹ کہتے ہیں، اونچے ہی ٹوٹ مٹتے ہیں، اونچی جگہ پر کہتے ہیں، مگر ہم آپ جو زمین پر چلنے والے ہیں وہ اس سے متاثر نہیں ہوتے، اس لئے وہ بات ابھی عام زندگی کی سطح پر نہیں آئی، میں پڑھنے لکھنے والا آدمی ہوں، ایسی جگہ بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہوں، جہاں مجھ پر نہ مار سکے، مجھے یہاں بازار میں کھلی سڑک پر گھبراتا چاہئے، حماۃ منرب (DISTURB) ہونا چاہئے تھا، مگر زندگی نے مجھے کچھ سبق دیا ہے، اس کی بنا پر میں خوش ہوں، اور میں چاہتا ہوں کہ یہ سلسلہ جاری ہو کہ جو باتیں مدرسوں اور مسجدوں کے اندر کہی جاتی تھیں، کبھی ریڈیو پر کہی جاتی ہیں، وہ بازار میں کہی جائیں۔

ہندوستان کی آزادی کی تحریک بس تک کہ ہاں میں رقی، لاہور، ریڑ میں رقی، اور ا۔ کارلس کے درمیان رقی، دانشوروں، فلاسفر اور تھینکرز (THINKERS) کے درمیان رہی، ہندوستان اس سے کس نہیں ہوا اور نہ انگریزی سرکار اس سے کس ہوئی، لیکن بس پبلک چلے ہوئے گئے، بس پارکوں میں وہ بات کہی جانے لگی، بس برسر بازار وہ بات کہی جانے لگی، تو ہندوستان کی برطانوی حکومت بل گئی، جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی فکر وہیں سورج ڈوبتا نہیں ہے، اگر یہاں ڈوبا تو کہیں نکلا ہوا ہوتا ہے، تو سڑکوں اور بازاروں میں چلے، جوامی جھنڈوں پر اچھا کات، یہ بہت اچھا سلسلہ ہے۔

معتدل و پرسکون (NORMAL) حالات و قضا کی ضرورت

اس وقت دنیا کو آتش فشاں کے دبانے پر ترقی ہے، جہاں پھٹ جانے والا مادہ ہوتا ہے، مگر یہ بھی یہی بات آپ سے کہتے ہیں، ذرا آپ سوچئے وہی وقت آپ لوگ بہت شائستہ (چٹکوں) کو بہت اطمینان سے میری بات سن رہے ہیں، اگر کوئی پانی پر نئے گھٹے تو آپ کا بھی بیٹھنا مشکل ہے، اسی طریقہ سے اگر کوئی جانور آ جائے، ہاتھ ایا ہے؟ انہی بات ہو، نہ آپ کی بات ہو، خاشاک کی بات ہو، آتش کی بات ہو، تو بھی کی بات ہو، نصف کی بات ہو، رب نامی حالت میں کہی جاتی ہے، کئی جاتی ہے، اور باطلی حالت نہ ہو، اور غیر مقدس AGNIORMAL احکامات ہوں، بخشا باطلی جاتی ہو، بجلی پھٹ رہی ہو کہ یہ لڑی ہے کمری اور باطلی ٹرنٹ رہے ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ٹوٹے ہائے گا، اور یہی سوسا و دھار ہوتا رہا، تو کوئی دنیا کے بڑے سے بڑا اثر بھی اس طرح آئے اور کہے کہ میں تمہیں بڑی نکتہ کی باتیں سناؤں گا، وہی سنے کیسے یا نہیں ہوگا، دیکھنا تو اس کی فطرت ہے، انسان، ریل، طاقت، میر جب اس کی طبیعت کو سکون ہوتا ہے، کوئی اثر نہیں ہوتا، کوئی خطر نہیں ہوتا، اور بہت زیادہ خطر نہیں ہوتا، بہت زیادہ جھوک نہیں ہوتا، بات تو اسے ملتی ہے، اور مانتا بھی ہے، اور کوئی اندہ کی پریشانی ہو، یا ہمار کی پریشانی ہو تو پھر یہ جسے رکات کر رکھ، بچنے، انسان مانتا نہیں، ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اس ملک، ہندوستان ہی میں نہیں، ساری دنیا میں، ہر مل کے لوگوں، تاکہ کمر کرنے والوں کو کام کا موقع ملے، پڑ جانے والوں کو پڑ جانے کا موقع ملے، انگریزی کو اس کو ہر جگہ کی خدمت کا موقع ملے، انڈیا میں، انہیں شاعری کا موقع ملے، جو رشتہ ہیں، ان کو اپنے آرٹ میں اپنے کمال دکھانے کا موقع ملے، اور انڈیا میں، ان کا رشتہ ہیں، ان کو تحقیق کرنے اور، ہر جگہ کرنے کا موقع ملے، اور ہر جگہ کے لکڑی بچے کے جو بڑے بڑے شاہکار دنیا میں تیار ہوئے یہ سب مائل حالت میں ہوئے، انہی شخص کے پیٹ میں اور وہ اس سے کچھ کہہ دیا ہے گا؟ کچھ بلا ہائے گا؟ آپ جیسا مانتے ہیں اس پر صرف کر رہے ہیں، اس کو قائل کرنے کی کوشش کیجئے، پیسے میں اور جیسا کہ بات ہے، ہوتا ہی ہے، آپ اپنے کام کیجئے، آپ تو شعر سنئے، ان کے اس سے ناسخ لے گا، اور وہ افسوس لے سکے گا؟





بھائیو! ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ کام ہیں، یہ کام حسب ہوسلیں کے قوان کا تحفظ PROTECTION ان کی گارنٹی اس وقت ہے، جب عام فضا ATMOSPHERE درست ہو۔ جب کہ ہمارے آپ کے بازاروں کی زندگی ابھی: وہ بازار میں جو ٹوک آتے ہیں، دکانوں پر بیٹھتے ہیں، سودا خریدنے آتے ہیں، ٹھکرے جاتے ہیں، یہ جب اچھے آدمی ہوں گے، بھلے آدمی ہوں گے، خدا سے ڈرنے والے اور انسان سے محبت کرنے والے ہوں گے تو پھر اس کے بعد ہر اچھا کام ہو سکے گا، ہندوستان میں سینکڑوں یونیورسٹیاں ہیں، لیکن روز جھگڑا ہے، لڑکے پڑھنا نہیں چاہتے، نیچر پڑھنا نہیں چاہتے، وہ ڈگری چاہتے ہیں، یہ تو اچھا جانتے ہیں، ان یونیورسٹی والوں سے پوچھئے، وہ فریاد کرتے ہیں، اس صاحب کہاں کا پڑھنا، کہاں کا پڑھنا؟ نہ ہمیں پڑھانے کا شوق ہے، نہ انہیں پڑھنے کا شوق، اور ہمیں پڑھانے کا شوق ہو بھی تو ان کو پڑھنے کا شوق نہیں، وہ تو ڈگری لینے کے لئے آتے ہیں، وہ تو کہتے کہ ہماری حاضری لکھ لیجئے بلکہ یہ مطالب ہونے لگا ہے کہ بغیر امتحان کے ڈگری دے دی جائے، بی اے ہو گیا، ایم اے ہو گیا، ایل ایل بی ہو گیا۔ کہتے ہیں امتحان کو ختم ہی کر دو۔

### خود غرضوں اور دولت پرستوں کی سنگدلی اور انسانیت کی پامالی

بھائیو! سامان ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، اصل میں من ہے، اصل میں آدمی کی رون ہے، وہ اگر صحیح ہو جائے، کانسنس (CONSCIENT) اس کا صحیح ہونے والا، وہ چیزوں کا صحیح طور پر استعمال کرنا سیکھ جائے تو تھوڑے سامان بھی بہت ہے، بلکہ سامان کچھ بھی نہ ہو تب بھی کام چلا لے گا، خدا کے پیغمبروں نے بہت تھوڑے سامان کے ساتھ بہت بڑا کام کیا، آج اتنے سامان کے ساتھ کچھ نہیں ہو رہا ہے، بات کیا ہے؟ ہمارے اوپر ان چیزوں کی حکمرانی ہے، وہ چیزیں DOMINATE کر رہی ہیں، ہم پر حکومت چلائی ہیں، جو انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں، اور وہ انسان کی ضرورت پوری کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہیں، انسان ان کا خدام بن گیا ہے، اب انسان ان کے پیچھے آنکھ بند کر کے ایسا پڑا ہے کہ آدمی اپنے جیسے انسانوں کو دندا ہوا، ان کی لاشوں پر چلتا ہوا، وہاں پہنچنا چاہتا ہے، آج یہ حالت ہو گئی ہے کہ بہت سے آدمی ایسے ملیں گے کہ جنہیں معلوم ہو جائے کہ چیرا اس کے بغیر نہیں ملے گا، ترقی کے بغیر نہیں ملے گی کہ آرمیوں پر پاؤں دھکتا ہوا چلا جائے، کسی کے پیٹ پر اور کسی کے پیٹ پر اور کسی کے منہ پر تو بہت



ہم کی کرنا بھی سنی ہے، اس کو دیکھئے، اس کو دیکھئے، اس نے کہا کچھ سیرے کو دیکھئے، سیرے، چوتھے، اخیر میں وہ جب اس کے پاس آیا تو وہ مر چکا تھا۔ وہ بھی مر چکے تھے، وہ سب تو مر چکے لیکن اخلاق کو زندہ کر گئے، اور تعلیم دے گئے کہ اللہ کے بندے، شہر مر، اس طرح کرتے ہیں کہ جان دے دیں لیکن اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیں۔

## خود غرضی ساری خرابیوں کی جڑ ہے

حضرات! آج دنیا کی ساری خرابی یہ ہے کہ آدمی اپنا کام نکال لینا چاہتا ہے (سحاب کہتے تھے ہماری بو، بی کی زبان میں "انوسیدھا کر لینا" چاہتا ہے، پچا ہے کسی کی جان جائے، چاہے کسی کے بچے مر جائیں، بس اپنا انوسیدھا کرنا ہو، سارا فساد اس وقت ہی وجہ سے ہے، ریلوں میں کیا ہو رہا ہے؟ ڈاکے پڑ رہے ہیں، ٹھکوں میں کام نہیں ہو رہا ہے، آدمی کو اپنا حق نہیں مل رہا ہے، کوئی کام وقت پر نہیں ہو رہا ہے۔ ڈاک نہ ملنے چو پٹ، اور ٹیلی فون کو تو پوچھتے نہیں، وہ تو بالکل متیاس، اور ریلوں کی بری گت ہے، نہ وقت کی پابندی نہ کسی کے اندر ذہنی کا احساس، نہ مروت آدمی کا شعور اب کیسے یہ کارخانہ چلے؟

## کیا انسان ہی مارنے کے لئے رہ گیا ہے؟

میرے دوستوں بھائیو! آج انسان آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے، آدمیوں کو مارنے والوں سے پوچھتا ہوں، ذرا بتاؤ تم نے اپنی زندگی میں کتنے بچھو مارے ہیں، ذرا لکھ کر مجھے دو، ایک بچھو نہیں مارا ہوگا، ایک سانپ نہیں مارا، دوگنا ایک بھینز سے کاٹا ہوگا، تو کیا آدمی ہی رہ گیا مارنے کے لئے؟ خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے ہو، کیا آدمی بچھو سے جی لیا گھبرا، سانپ سے بھی گیا گھبرا ہے، کتنے چو ہے مارے جی بنا، بچھو؟ چو ہے بڑا نقصان کرتے ہیں، آپ نے کتنے چو ہے مارے؟ یہ جو نہ تھیں، اور خان بنے ہوئے ہیں، ہر مہتر بنے ہوئے ہیں اور جن کے ہاتھ انسانوں کے خون سے سرسبز ہو رہے ہیں، انھوں نے کتنے سودی جانور مارے ہیں؟ ایک نہیں مارا ہوگا، آدمی مارنے میں شہر ہیں، اور شہر مارنے کے لئے ٹی، شرم آتی چاہئے، کسی کے بارگ میں جا کر ایک بھول کو مسلح معلوم ہو جائے گا کہ تمہارا کیا مشہر ہوتا ہے؟ بارگ کے مالک ایک بھول خراب کرنے اور قید کرنے کا ہوا کرتا ہے، اور تم بکا زور دیا، مری، یہاں کیا اللہ میاں اپنے اس چمنستان میں یہ پلٹ کر دے گا کہ وہ پلٹے اور تم بکا زور دیا، مری، یہاں

جا کر بھی دیکھ لو، چار کھڑ توڑا، دیکھو نہیں کیسے آتے ہو، اور بھی تمہارا دوست رہتا ہے لیکن وہ لو  
 لکے کا نہیں، تمہیں نہیں پھوڑے گا، تمہارے کھڑے نہیں توڑ سکتے ہو، اللہ میاں کے  
 بنائے ہوئے ہے بھول، اللہ کے بنائے ہوئے یہ کھداتے دنگ میاں کے بنائے ہوئے شیش ٹکڑ  
 دنگ میاں کے بنائے ہوئے یہ تان ٹکڑ، انیس پر ڈھرتانی ٹکڑ قربانوں کا بیج ٹکڑ یہ اس کا بنانا  
 ہے انسان کا، انسان کس کا بنا ہوا ہے، خدا کا، پھر اس کا بیج ٹکڑ کی یہ حقیقت ہے انسان کے  
 سامنے، غدیوں کا بیج ٹکڑ، تم توڑو، ذرا توڑو کے تان ٹکڑ پہ توڑ تمہارا توڑ دیکھو، کروہن  
 تمہاری پالی جاتی ہے نہیں؟ پتہ پیس کے جو آؤ وہ قدر ہے، پس، جو خود توڑ رہے ہیں، ان پر  
 نہیں، تھکا، تھکا، اچھو، پس دنگ میاں کی، دلی، دلی چیزیں ہی نہیں سستی ہیں کہ ان کی دلی  
 قیمت ہی نہیں، جب چاہیں تو توڑ کر کے راجہ و صاف بن لو، لکھا، اتارنے کا دیکھو، کوہن کر  
 کے، رشوت لے کر، کامیابی کر کے، ملک رہتے گا نہیں، یہ ہے اس کی حقیقت پر امر کیا ہو،  
 چاہے وہ، زمین اور صاف بات، پتا کھ، آخر توڑو، دلی دوسرا منہ بنی ٹکڑ ہے؟ پتا کھ  
 اپنے آخر، بے ہمتا، پتہ ہر کوئی نہ لو۔

رہنما بکرہ جاہلیت کا نام کیوں زندہ ہے؟

ہندوستان میں معلوم نہیں کتنے راجے تھے اور پتے کے فکر بکر جاہلیت کا نام زندہ ہے،  
 معصوم ہوتا ہے کہ ان میں انصاف تھا، اس زندہ کے مطابق ان کو زندہ کی ہی، اس کے مطابق  
 انہوں نے انصاف کیا، ہم نے تاریخ میں پڑھا بھی ہے کہ، و منصف تھے اور بہت اچھے رہنما  
 تھے، حسب ہی ان کا نام بھی زندہ ہے، ان کے ان شہر میں آپ کے کوہن، دال کا آپ یہاں  
 کی فضا کو درست رکھتے رہتے کہ اچھے ٹوک اپنا کام کر سکیں، بلکہ پڑھ سکیں، پیام دے سکیں، لکھا  
 سکیں، پڑھ سکیں اور اس ملک کی خدمت کر سکیں اور خاندان کی عبادت کر سکیں، جب نہیں فساد  
 ہوتا ہے، تو صدیوں میں ان کی بھی نہیں دیکھتی، نماز بھی نہیں، دھنکی، لوگ جوتے ہوئے اُڑتے  
 ہیں، اگر بے نتیجے نہیں

# شرفا اور اونچے گھرانوں کی خاص یہ ریاں اور ان کے لئے ترقی کا واحد راستہ

مکتبہ مولانا ابوالحسن علی Nadwi دہلی ۱۹۶۳ء اور دارالاسلام، کراچی ۱۹۶۵ء تالیف کی تھی  
شہداء: مولانا ابوالحسن علی Nadwi دہلی ۱۹۶۳ء

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور الفساق ومن  
سبائ الاعمالنا من يهده الله فلا مضى له ومن يضلله فلا هادي له . والشهد  
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له . والشهد ان سيدنا محمدًا عبده  
ورسوله . اعاهد .

میرے بھائی اور دوستوں! آپ حضرات بہت دیر سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور غلامِ کرام  
اور قرآن مجید کی شرحیں اور خدمت کرنے والوں کی تقریریں سنتے رہے ہیں، اب بظاہر کسی  
تقریر کی ضرورت نہیں لیکن اس خیال سے کہ کچھ چند چیزیں جانا چاہیے، وہاں کچھ نہ کچھ میں  
عرض کر رہا ہوں، آپ لوگوں کو کہیں خیال نہ ہو کہ میں آ کر میں نے کیوں خاموشی اختیار کی اور  
کچھ نہیں کہا؟ ذرا نگاہیں یہاں سے متعلق ہے، وہ آپ کو معلوم ہے، پہلے پورے رہنے والوں  
کی دعوت پر ہی ہم لوگ آتے ہیں اور یہیں کچھ نہ لیا جائے یہ مناسب نہیں، اس لئے میں مجبوراً  
بیٹھ گیا، اور خود ان کے فضاں سے آپ کی جمہوری قرآن وحدیث کی باتیں اور نہ رسول کے  
اقوال سے بھر چکی ہے۔

## خواص کے ساتھ خصوصی معاملہ

میں صرف انہی بات سے کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون امت امرودہ کے  
ساتھ ایک ہے، اور دوسری قوموں کے ساتھ الگ ہے، اور ہم آپ سب بھی ایسا کرتے رہتے  
ہیں، مثلاً مکتب میں کئی نئے دفاتر بنائے جائیں، تو ایک لڑکا جس نے دو کھانے نہیں کیں، پاس

پڑوس کا آگیا ہے، کسی نے بھرتی کر دیا ہے، اس کے خاندان کو بھی، ہم نہیں پہچانتے۔ اس سے کسی قسم کا جذبہ بات خاندانی الگا دیکھیں، وہ اگر کسی پڑھتا تو استاد دوسرے کے جو مذہب دیتے ہیں، وہ طرز دے جاتے ہیں، اور چشم پوشی کرتے ہیں، مگر ان کی بھی کر دیتے ہیں، بھاگ جائے تو بھاگنے دیتے ہیں، لیکن گھر کا کوئی لڑکا، کسی معزز گھرانہ کا جن کا اس مدرسے کے قائم کرنے میں خاص ہاتھ ہوتا ہے، ان کا بڑا احسان ہوتا ہے، یا مدرسے کے پڑھانے والے استاد وغیرہ ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ایسے گھر کا لڑکا بچہ کتب میں داخل ہوتا ہے، تو اس کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوتا، ہر سبق یاد کرے، اچلو چلنے دو وقت پورا کر کے چلا جائے، یا بھاگتا ہو، چوری کی عادت پڑ جائے تو ایسے ہی منہ پھیر لو، آنکھ بند کر لو، یہ نہیں ہوا کرتا، پھر اللہ تعالیٰ کا اس امت مرحومہ کے ساتھ بھی ایسی معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اپنا جو قانون بنا دیا ہے، عزت کا اور ترقی کا، اس قانون پر چلے بغیر اس کی عزت اور ترقی نہیں ہو سکتی۔

### نزدیکیاں رابیش بود حیرانی

پھر اس امت مرحومہ میں بھی جن خاندانوں کے افراد کو، عموماً میں صدیق اکبر کا خون ہو، فاروق اعظم کا خون ہو، سیدنا عثمان غنی کا خون ہو، سیدنا علی مرتضیٰ کا خون ہو، حضرت انس کا خون ہو، مہاجرین کا خون، اللہ تعالیٰ ان کو اس طرح کی دھمکیاں دیتا، ان کے لئے قانون یہ ہے کہ دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں، یہ سمجھیں کہ اگر کسی کے لئے کوئی بات ایک مرتبہ ضروری ہے تو ہمارے لئے چار مرتبہ ضروری ہے، اگر کسی کے لئے فرض پڑھ لینا کافی ہے تو ہمارے لئے عشق پڑھنا بھی اور تفکیر چھنا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ ”نزدیکیاں رابیش بود حیرانی“ جو جتنے نزدیک ہیں جن کا جتنا قرب ہوتا ہے، ان کو اتنی ہی احتیاط کرنی پڑتی ہے، دیکھئے نا، بادشاہوں کے دربار میں جس کو پاس کر لی جاتی ہے، اور جو بڑے عہدہ دار ہوتے ہیں وہ کبھی بھی بیٹھ جاتے تو انہیں سکتے، اور دوسرے آواز پس میں باتیں بھی کر سکتے ہیں، بڑھکھو بھی سکتے ہیں، لیکن جو بادشاہ کے قریب بیٹھا ہوتا ہے اس کو اثر تکلی معصوم ہوتی ہے تو ہاتھ نہیں ہلا سکتا۔

بارہ گنا بڑا فاتح لڈ مارا ہے، اس نے ہندوستان میں سب سے زیادہ مضبوط، سب سے زیادہ لمبی عمر کی سلطنت قائم کی، اس نے کہا کہ میری زندگی میں سب سے بڑے دشمن اور نازک وقت وہ گزرے ہیں، ایک دن وقت جب میں ایک سفر میں آیا، پھر چار مرتبہ لڈ مارا،

میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ ایک سناپ اپنے منہ سے دوئے میرے منہ کے قریب پھینکا، جیسے وہاں اسے تپ بڑا تر پڑا، اب میں اگر حرکت نہ کرتا ہوں تو مجھے اس کی گاہ معلوم نہیں منہ میں چلا جائے؟ اور اسی حال پر رہے تو بھی پھونکنے کا نہیں جس میں نے ہمت کی اور اپنے منہ سے اس کے منہ کو دبا دیا، وہ دے دے رہے اس کو کچا ہو گیا اور اٹھ کر اس کو دہا کر پھینکا اور مارا۔

اور وہ اقتدیر میں وہ بہرورد تھا اس وقتوں نے طبع سے ہوئے تھے، مجھے اس زمانہ میں روکی نہ مری تھی، کھلی کا شدید تقاضہ ہو رہا تھا، وہ میں کہہ نہیں سکتا تھا کہ پاؤں وہر رہے تھے، اس کے دانت یا خارش ہو، اس کے ضبط کرنے میں جو یہی کی حالت دہی ہو میں ہی جانتا ہوں، آپ وہ کہنے سننے بڑے بادشاہ نے تھی بڑی پانی نہیں سر کی ہیں، اور یہی نہیں فوج سے جو خدا سے وہ وہ پارتو ہے، وہ ان وہ واقعوں کو آ کر رہتا ہے، بہت کیا ہے؟ کہ نہ بہت ایک قوم کی آئی، کے لئے صرف وہ نہ تھی نہیں تھیں، وہ ایک ذرا آدمی کے لئے فیہ سستھن ہے، اور بڑے قریب کی ہمت ہے، کھینا نہ کوئی قریب کی بات ہے، "نہ شہانہ غارتی، نہ قاندا، نہ طبع اسوں سے نہیں ان کو کیا تھا کہ میں اس وقت وہ رہا رہا ہوں، یہ میرے لئے مناسب نہیں۔

بھاریا کہیں نہ لائی نہ دانتوں، کے ساتھ اقتدیر کی معاملہ ہے، ان کی، ان کی نصی اور ان کی امری، نہ قدری، نہ بھی اتنی بڑی چیز نہیں ہے جتنی ناتہ دی، "نہ انی شریعت کی ناتہ دی، اس پر پٹ پٹا، جس پر سن کے، انوں نے اس طرف نے مرکز دینے ہیں، اس پر وہ دھکی بھی نہیں دیا، اس پر وہ چاہنے کا نقصان بھی نہ رہا، بہت کریں، پہنچنے کے لئے ذرا ماضی بھی نہ سول لیں، یہ دینی علم حاصل کرنے کا یہ ٹیک وید رہنے کا ذاتی بڑی محفوظ نہ ہوئی، ذاتی بڑی آمدنی نہ ہوئی، جو وہ مردان ہے رہے انوں کے دینا کا را، نہ حقیر نہ کیا، تو میں نے نہ قدری و اللہ مخالف نہیں رہا۔

## شرقا کی بستیوں میں فلاکت کیوں؟

استو، بھائیو! میں ملک ملک چلا ہوں، اور ہندوستان کا تو چپ چپ تقریباً چلچھ دو رہے، میں نے ہر جگہ شرقا کی بستی میں غارت، اٹھم، دھو، جھارے، نہ ان کی بعض بعض بستیوں میں

جہاں ہمارے بزرگ تھے اور جہاں ان کے مزارت ہیں، اور بڑے بڑے اولیاء اللہ تھے، ان سے  
 ہیں، آج وہاں جائے تو ایسی یہ معلوم ہوتا کہ فاکٹ برقی ہے، اور فلاسٹک اینجینئرنگ، معلوم ہوتا  
 ہے کہ تحت ہی الٹ لکھا ہے، ایسی شرفاء کی بستیاں ہر رے اور دھ میں بہت ہیں، بات یہاں ہے، محض  
 اللہ کی شریعت کی نافرمانی اور دین کو بے لگنے باعث ترقی نہ سمجھنا، باعث کامیابی نہ سمجھنا، یا کو  
 اپنے لئے باعث کامیابی سمجھ لینا، یہ بات اللہ تعالیٰ کو جانے کی ہے معلوم ہوتی ہے، جسے جو  
 سمجھا کہ مہنگی اولاد دھوں، اور اپنے آپ کو اشراف کہیں، ان کے لئے تو باطل کا قابل برداشت  
 ہے، ان کا اثر ضروری ہوتا ہے، ہمارے اور آپ کے لئے ترقی کا راستہ دین اور علم کا راستہ ہے،  
 اس میں جبر آسانی ہمیں تھوڑی محنت سے ہوگی، وہ دوسرے راستوں میں جبری محنت سے بھی  
 نہیں ہوتی۔

تاریخی بستیوں اور اونچے خاندانوں کی خاص بیماریاں اور کمزوریاں

یہ آپس کی کھچا کھار، ان بستیوں اور خاندانوں کی وہ بیماری ہے جس نے اشراف میں  
 اکثر یہ منہیت پکھی، گھر گھر لائی، جمائی بھائی سے دل، مناف نہیں، شرفاء اور خاندان لوگوں  
 میں یہ عادی ایسا پائی جاتی ہیں کہ اس کا عشر عشر (دسواں حصہ) بھی ان لوگوں میں نہیں ہے  
 جنہوں نے سو برس سے اسلام قبول کیا ہے، دوسو برس سے اسلام قبول کیا ہے، وہ خوب پھل  
 پھول رہے ہیں، ماشاء اللہ بڑے تھک، متفق ہو کر رہ رہے ہیں، ان کے اندر ملاحظہ قرآن کا رواج  
 ہے، ہم دین حاصل کرنے کا شوق ہے، میں نام نہیں لیتا، تو قسم ہوتا کوئی میب نہیں، صحابہ کرام  
 سب نو مسلم تھے، یہ حضرت معلوم نہیں سو برس، دوسو برس، چار سو برس سے اسلام لائے ہوں  
 گے، اور بڑے اہل اللہ کے ہاتھوں پر معلوم ہوتا ہے، ماشاء اللہ لائے ہیں، لیکن ان کے خاندانوں  
 میں ایسی برکت دیکھی، شریعت کا احرام، نماز کی پابندی، ماشاء اللہ اولاد میں بھی برکت جو  
 ہر رے یہاں شرفاء کے یہاں نہیں ہے، اور پھر اس کے ساتھ ساتھ حقہ قرآن کا رواج، ایسے  
 ایسے جید علماء، بزرگوں میں ہیں کہ سادات اور شیوخ میں ان کا آدھ بھی کوئی نہیں، بڑے  
 بڑے محدث، بڑے بڑے عالم، کیا بات ہے، انہوں نے اللہ کے دین کی قدر کی، شریعت کی  
 قدر کی، اور وہ فہمائیت کہ ہر ایک کہتا ہے، ہم چرمین دگر نیست۔ وہ بات ان کے اندر نہیں تھی یا  
 کم تھی، لہذا تعالیٰ نے اس کی برکت سے یہ نعمت و برکت ان کو عطا فرمائی۔





وَلَا يَأْتِلُ إِلَيْكُمُ الْفَتْلُ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُوتُوا إِلَّا إِلَى الْفَرِيقِ وَالْمَنْكُورِ  
وَالْمُهْجَرِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (سورہ نور ۴۲۰)

اور جو لوگ تم میں سے صاحبِ فتنہ اور صاحبِ مہجرت ہیں، وہ اس بات کی قسم نہ کھائی کہ  
دشمن، اوروں، مہجرتیوں اور وطن چھوڑنے والوں کو یکسو کر دیتے ہیں۔

ہم کو اللہ تعالیٰ نے کچھ عطا فرمایا ہی ہے، اور کچھ دعا فرمایا ہے، ان کو اس بات میں کمی  
نہیں آتی، چاہئے کہ وہ اپنے قریب ہماروں کو دیکھیں، اور لیصع حواہ راہ ان کو چاہئے  
کہ انہیں ان کی کوئی بات نہ دینی چاہئے، اور مخالف کر دیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو ہند کر  
دیہ تھا، وہ پانی سر دیا، اور مخالف کر دیا، اور کہا کہ جنگ میں یہ ہتھیاروں کے ساتھ مجھے مخالف کرے،  
پیشہ مجھ سے اس کی ضرورت ہے۔ خدا مجھے مدد فرمائے، اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، وگرنہ،  
سیدہ زہرا کا، اور بچہ، سیدہ رضی اللہ عنہا میں آتا ہے کہ "لیس الاصل بالحقائق ولكن الواصل  
الذي اذ قطع رحمه وصل ارشده ملائک وجوز لے ادا ہوئی ہے، جو ہند دینے والا  
ہو، ہم نے اپنی رشتہ جوڑ دیا ہے تو ہم بھی جوڑ رہے ہیں، اصل رشتہ جوڑنے والا وہ ہے جس کا  
رشتہ توڑا جائے تو وہ جوڑے۔

شریعت پر عمل نہ کرنے کی بے برکتی

۱۰۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پیغمبروں کو حق دیا، جو وہ چاہیں، جس کا جو حق ہے، اس  
کو وہ چاہیں، اور میں غلامی کی چیز سے بڑھ کر بے برکتی ہے۔ آپ ﷺ کے کہ بہت سے  
عالموں میں نہایت بڑی چیزیں اور بڑی چیزیں ہیں، لیکن فدا کرتے ہوئے ہے۔

تیسری بات جو مولوی محمد امین رحمہ اللہ صاحب نے کہی کہ پیغمبر کی تعلیم کا اہتمام کرنا، یہ نہ سمجھنے  
کہ ان کو کوئی تعلیم ہی تو یہ کھوے جائیں گے، یہ ہمارے کام نہیں آئے گا، انھوں نے کھول  
کھول کے دکھایا کہ میں ہمارے نام لے لے کر ایک ایک آدمی کا ذکر کریں گا اللہ نے اس پر کیا فضل فرما  
رہا ہے۔

خیر میں پھر کہہ چکی کہ شرفاء کی ہستی میں اس وقت تک برکت، خدا کی رحمت، اور ہر  
چیز میں کامیابی نہیں، وہ سب کچھ کہ اللہ کی بھیجی ہوئی اور رسول بھیجی ہوئی جہنمی شریعت کا

استراہم بن کیا جوئے، چنتا ہو سکے اس کی پابندی کریں، اللہ کے دین کے بارے میں ہمارے اندر غیرت ہوئی چاہئے، جس کو تبلیغ کے سوا ان سے کوئی مصیبت نہیں، اللہ کے دین کے بارے میں وہ باقی رکھنے کے لئے ساری دنیا میں ایک کوشش ہے، اس میں آپ دھریں۔

**عربوں سے عبرت لیجئے:**

انہی میں یاد رکھیے کہ آپ دونوں کی فلاح دین پر چلے بغیر نہیں ہے، اس یہ سچی بات ہے۔ من حیث ایک - موصوفاً یا تھا کہ عربوں نے کوشش کی تھی، اور جان و زر کوشش کی تھی کہ وہ دین کے راستہ سے ہلکے دین کے خلاف راستہ اختیار کر کے کامیابی حاصل نہ کریں، تو اللہ نے ان کو نہ ملے بلکہ اس نے اور ایسے دین کے صدیوں سے ایسے ذلیل نہیں ہونے تھے، مجھے اسی زمانہ میں جانے جاسوق ملا اور میں نے وہاں ہندو میں، مکہ معظمہ میں خطاب کیا، اور کہا: تمہو مجھے غم کا سبب ہو جائیں، اور اپنی کامیابی ہو جائیں، تجربہ سچی کامیابی نہیں ہو سکتی، اللہ کی کامیابی کا پتہ نہ کر سکتے اور نہ کر کے لائیں گے، اور دین ہی کے دروازہ پر تم کو ڈالیں گے، اور تمہو ملے گا تو حسین کی بھیک ملے گی، حسین کی خیر امت ملے گی، تم سو سر کے ہو جاؤ، تم کا سبب نہیں ہو سکتے، ہم نے کہا کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں مقدمہ بھی ہے کہ تم، دین کے راستہ سے پاؤ تو چوہ پاؤ، سبکی میں آپ سے کہتا ہوں، اور ان سب لوگوں سے کہتا ہوں، جن کے پاؤ اجداد میں اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی ہمتیاں پیدا کیں، اور جن کی ہمتیوں میں دین کا بہت کام ہوا، جیسے اچھے لوگ پیدا ہوئے، تمہاری فلاح دین کے اوپر چلنے میں ہے، دوس باتوں کی پیچاس کی یہ ایک بات ہے، ای پراکتھار، جے ہوئے آپ نے اجازت چاہوں گا۔

وصنی اللہ تعالیٰ علی خیر خلفہ سیدنا و مولانا محمد والہ و صحبہ وسلم



# صحت مند معاشرہ کی زندگی کے تین ستون

پندرہ نومبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ ۱۰ ستمبر ۱۴۰۴ھ میں مدظلہ العالی

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد فاعوذ بالله  
من الشيطان الرجيم. لاخير في كثير من نجاوهم الا من اتم بصلفه او  
معروف او اصلاح بين الناس. (سنن ۴۱۱۴)

ان لوگوں کی بہت سی مشورتیں اچھی نہیں، بلکہ (اس شخص کی مشورت اچھی ہو سکتی ہے)  
جو خیرات و نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے۔

سپ نوٹ کریں تو یہ تین چیزیں ایسی ہیں، جن پر ایک صالح معاشرہ قائم ہو سکتا ہے، دو  
معاشرہ کے تین ستون ہیں، امداد، حب نیک کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ مل کر بددعا نہ ہوگی،  
آدنیٰ کی مدد کا جذبہ ہیز کے اندر کا فرمان، ہوگا اور وہ ایسا نہ کرے گا، کوئی مشورہ قائم نہیں ہو  
سکتا، ”او معروف“ معروف بھی قرآن مجید کا ایسا لفظ ہے کہ اس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا، یعنی  
معقول و سنجیدہ بات، جو چیز عرف میں داخل ہے، اور جس کو قدرت علیہ رکھنے والے سب  
بالا اللہ قیما سمجھتے ہیں، اس کا جو قسم دے، اب ہر جگہ کا معروف اٹک ہوگا، یہاں ”او معروف“  
یہاں کے لحاظ سے ہوگا، دوسرے مقام کا معروف وہاں کے لحاظ سے ہوگا، ”او معروف“  
او اصلاح میں الناس ”عام طور پر قیسیں، خاندانوں میں“ افسانہ ذات الیس ”کا۔ نظر نظر  
نہیں آتا ہے، جتنی آپس کے تعلقات نشیدہ ہیں، بستی بستی، گاؤں گاؤں، قصبے قصبے نئی بیماری  
پھیلی ہوئی ہے، خاص طور پر جہاں شرف و بآء ہیں، کسی دل سوزندہ شاعر نے یہاں تک کہہ دیا کہ

چہ ہر جامع ی آئند سادات

فسادات و فسادات و فسادات

اس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جہاں سادات جمع ہوں، پھر مائتہ اللہ سادات ہی سادات  
ہیں، اور یوں بھی تشریح ہو سکتی ہے، کہ پھر نا انصافیاں ہی نا انصافیاں اور جنگ و جدل ہی کا منظر  
نظر آئے گا۔



سودت اور سودی کے اخلاق ہیں، مجھے یہ تفصیل معلوم ہے، نہ امتیازی سود پر کچھ مہم ہے، لیکن ہر نوعیت میں وہی کا اندیشہ ہوتا ہے، کئی مقامات پر وہی کی طرف توجہ دلائی، آفت یہاں بھی یہی نہوت ہو، اگر ان تین چیزوں کا خیال رکھنے، صدق، معروف، اصلاح میں رہنا۔

چوتھی شرط اللہ نے یہ لگائی ہے، اس کا رخصت میں نیت ہوئی چاہئے، دھناے الہی کی "ومن يفعل ذلک ابتغىٰ مراضات اللہ" (ایک اچھا من، سیاسی افروزش سے بھی نہ سکتا ہے، خودی اور ملای افروزش سے بھی نہ سکتا ہے، یہ سب افروزش ہیں، نہیں یہاں اللہ نے ایسا کر دیا، "ومن يفعل ذلک ابتغىٰ مراضات اللہ" فسوف نؤتہ اجرہ اعظیما "جو اللہ کی رضا کے لئے کام کرے اس میں ثواب ہے، یہ نہیں کہ صاحب نام کریں گے تو وہ بھی کرے گا، اور اچھا ہے کہ چھٹی زندگی گذرنے کی، یہ نہیں، بلکہ خالص اللہ کی رضا کے لئے۔

آپ لوگوں کو شکر کرنا چاہئے کہ اللہ نے یہاں بھی تک مسجدیں قائم ہیں، اور یہاں ترقی ہوا عیسائی بھی آتی، دکانیں اور یہاں سے لوہے بھی نکلتے ہیں، یہ سب اللہ صاحب "اللہ بھی ماشاء اللہ بوجہ درود کے ہاں جو اتنی فراخی سے ورا کندہ کے لئے بھی دوست دیتا ہوں کہ آپ خود اور ہوا پال سے وابستہ نہیں۔

## مسکات کا نظام

اپنے یہاں بچوں کی تعلیم پر بھی اکتے کر لیں، ہر مسجد نے مسکات متبہ بنانا چاہئے، ہمارے بچپن میں بڑا اچھا روایت تھا کہ وہاں میں دیہاں پر عالمی تھیں، بڑی بڑی دیہاں یا بیوہ عورتیں جو بڑی بھنی تھیں، وہ بھلے اس کا ہوا تو تھا، بڑا اچھا ہو جاتا تھا، اکثر بچیاں تھیں تھیں، اور بچے بھی تھے، تھے وہی زندہ کیجئے اور ہم نے دنیا سے کئے تھیں، بڑے بچوں سے تعلقات رکھئے، علماء کے مرکزوں میں چاہئے، مدرسوں میں چاہئے، یہاں پر یہ بچے ہمارے یہاں نمودہ میں نہ رہتے تو کیا معلوم کیا جتے، لیکن اگر یہ مسئلہ بند ہو جائے اور اپنے اس خول میں آپ بند ہو کر رہ جائیں، پھر ترقی نہیں ہو سکتی، ترقی اس طرح ہوتی، نہ کہ باہر سے روشنی، طاقت اور رہنمائی مسائل کی جائے۔

میں زیادہ طویل دینے نہیں چاہتا، آپ حضرت کی محبت کا شکر یہاں آکر ہوا، اور اللہ تعالیٰ

سندھ کا کرتا ہوں کر جو جو کہہ کیا، اس کے منہ کو بند کر دے۔ ہم لوگوں کو بچائے، ہم پر اس کی  
نہ ماری نہ آئے، اور قیامت میں توپ لوگوں کے سامنے ہم سب لوگوں کو جن کا تعارف کر لیں  
کیا شہرہ مند نہ ہو جائے۔

بقدرہ کلام اللہ الحمد للہ رب العالمین



# اسلام کے حلقہ بگوش عربوں کو قرآن کی نوید فتح

ہماری مشنری انجیل للعلوم المسلمین کا کاروبار ہے۔ اس مشنری میں عربوں کو، عربی  
اور سیدہ پیغمبرؐ کی بات اور کتاب کا پتہ ہے۔ عربوں کی سہولت ہے۔ عربی کی نوید ہے۔ عربوں کے  
اور عربوں کی بات اور کتاب کا پتہ ہے۔ عربوں کی سہولت ہے۔ عربی کی نوید ہے۔ عربوں کے

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى ام بعد .

## نا قابل تصور کامیابی

اس میں کوئی شک نہیں کہ عین الاوقاف میں یسوعیٹ کو اپنے بہت سے مقاصد میں موقع ہے  
زائد بھی کامیابی حاصل ہو چکی ہے، اور اس کے بہت سے وہ نسخہ بنائے گئے کاروائے ہیں، جن کا  
خواب وہ بیرون سال سے دیکھ رہی تھی، بہت سی وہ باتیں جو پہلے خواب و خیال اور نظوں  
و پریشان و نامی کا نتیجہ معلوم ہوتی تھیں، اس آسانی کے ساتھ واقعہ میں چلی ہیں کہ یہ صرف عرب  
بلکہ یہودی بھی کچھ عرصہ مشترک اس کا تصور کرنے سے قاصر تھے۔

## اسرائیل کا قیام

پہلے اسرائیل کی ریاست عالم عربی کے قلب و جگر اور اس کے بہتر مین و مقدس مقامات  
تھے جن میں وسط میں قائم ہوئی اور عربوں اور مسلمانوں کے سینہ پر کا پوس بن کر مسلط ہوئی، اس کے  
بعد یہودیوں کے عین الاوقاف اور مسیحی کی بدولت اس نے اپنے وجود کو نہ صرف برقرار رکھا  
بلکہ دنیا بدن خاقت بکڑتی گئی، اور ہمارا اثر عام عربی کی سب سے بڑی فوجی طاقت (مسلم) پر  
غائب آئی اور اس کی ہوئی قوت نہ ختم کر دینے میں کامیاب ہو گئی، اس سے زیادہ خطرناک ہوت

یہ ہوئی کہ اس نے ۵ جون کی چٹک میں چند خٹکوں کے اندر درویش کی قوت اور قوت  
بہشت کو کھلتے تھکانے پر پہنچایا، بہت امتداس میں درویش کے طرف سے تھکانے اور جڑ سے ہٹا کر  
پہنچنے پر پہنچا، اور پھر کے مصلیٰ میں بروقت مسرت کی تھکانے میں رہنے پر پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کی اور بہت سے فوجی دھت کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور

## امیر انجیل کے ناپاک عزائم

امیر انجیل کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور

## ایک بنیادی سوال

اب ہمیں اس پر غور کرنا ہے کہ کیا یہ صورت حال واقعی مستقبل اور پانچ اور سترہ انتہائی  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور  
کے تھکانے میں رہنے کے ساتھ اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور پہنچا، اور

تر اس وقت تک اس سوال کا فیصلہ کن و قطعی جواب نہیں دے سکتے، جب تک کہ ہم اس عجیب و غریب اور پیکراں کائنات پر ایک نظر نہ ڈالیں، اس کے خفاں و پردہ و گاہ کے سما و صفات، افعال و اداوں اور اس کے قوانین فطرت و اصول قدرت کا مطالعہ نہ کر لیں، اور انسانی تاریخ کے تجربوں اور اہم واقعات کو اپنی آنکھ کے سامنے نہ رکھیں۔

ہم اس سوال کا اطمینان بخش جواب اسی وقت دے سکتے ہیں، جب نسل انسانی کی صداقت، انسانی فطرت میں خیر و شر کی آمیزش، مٹی و نور انسان کا مستقبل اور اس کائنات کی تقدیر اور قوانین فطرت، ہمارے فطر کے سامنے ہوں اور ہمارے ذہن میں ان کا واضح تصور ہو۔

### خالق کائنات کا نظام

اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ خالق کائنات نے اس کائنات کو اس سیارہ کو جس پر ہم رہتے ہیں، صرف لہر و موج، خون و بڑی اور دہشت گردی، ظلم و تشدد، بی حیثیت و بربریت، سازشوں اور کمزوری کے لئے پیدا کیا ہے، اور اس نے جس دنیا کے لئے یہ سارا اجسام و انتظام (جو اس کے ہر شعبہ کے حسن و جمال، ترتیب و توازن اور عجاز سے ظاہر ہے، اور جس میں انبیاء کی بعثت، کتبِ سماویہ کا نزول، وحی و الہام، صالحین و سادقین کی نصرت و خیر و شر اور فساد پر صلاح و فلاح کا علم سب چیزیں شامل ہیں) صرف اس لئے کیا ہے کہ اس پر ایک ایسے مفسد کا تسلط ہو جائے جو کسی زمانہ میں انبیاء کی طرف منسوب سمجھا جاتا تھا، اور جس کی رگوں میں ان کے خون کے چند ایسے ذرے شامل ہیں جن کو آج خوردبین سے دیکھنا بھی مشکل ہے، اور جس کی حقیقت تک رسائی ریاضی کی مدد سے بھی ممکن ہے، اس نے اس کائنات کا پورا انتظام اس لئے قائم کیا ہے کہ ایک نسل جو اپنے "لوا" خدا کی پسندیدہ و برگزیدہ قوم، کہتی ہے اور اپنے کو مقدس الٰہی خاندان کے افراد سمجھتی ہے، انسانی طاقتوں، سارے ذخائر اور دولتوں پر قابض ہو جائے۔

.....

(۱) ایسی بات کو قرآن مجید نے ان کی زبان سے کہ طرس ادا کیا ہے: "مَنْ اِنَّهٗ يَدْعُوہُمْ اِلٰہَہُمْ اَوْ اٰبَآءُہُمْ اَوْ اَسْبَآءُہُمْ" (۱۸) بقرہ عہدِ نبوی اور تلمذ کے صفحات ۱۱۱ و ۱۱۲۔ یہ جملہ جہتوں میں، ان میں سے ایک جگہ یہودیوں نے اختیار و مٹی پر ترکیب ڈال کر یہ جملہ مضمون ان تعلیمات کا متحمل نہیں

## قرآن میں

اسلام یہ قرآن کریم میں کہ یہ مائدانِ وجودِ الہی انسانی اس ہے۔ جس پر اللہ نے ہر قسم کی سوا کے تین احوال تئیں ہے۔ اولیٰ ان کے لیے ہے۔ ہر قسم کی آزادی، اعلیٰ و غلیٰ اور ہر قسم کا مال۔ صرف ان کے ساتھ مخصوص ہے جو حق تمام نفسیں جن سے دنیا آباد و روزگار عام کا سر ہے۔ وہ آسمان کی پادشاہی ملے جیسے وہ ہے۔ اور ہر کی اہلیت و

ساخت، ایسا ہوا کہ ان کی قوت و محنت یہ کہ تمام حیثیت خداوندی سے ملے۔ مگر ہر قسم کی قوت میں یہ وقت ہیں، تعلیم کرینے کو ہے۔ کہ صرف اسی نفس کی نوع انسان پر کمالی کا حق حاصل ہے۔ اور ہر قسم کی تمام نفسیں، ان کو اہلیت ہے ان کے لیے اہلیت ہیں کہ ان کو جانوروں کے رچہ اور حیوانوں کے جلد کی طرح بانٹا جائے۔ ان کو ماز پروردگار اور محبوب اودا اور ان "ذاتی و بیہوشی خوش نصیبوں" کے ساتھ جیسے کوئے بھی ہیں، وہ ہر قسم کے ان میں سے زیادہ حیثیت نہیں، "جسے کوئے" محرز اور ان میں یہودی بڑی قدرت و مہارت کے ساتھ ایک دوسرے سے آزاد اور ان سے شیعہ رہتے ہیں، خود ان کو اپنے مستقبل کی تعمیر اور زندگی کی تکمیل میں کوئی نقص نہیں ہے۔

اسی طرح اگر ہم یہ قرآن کریم میں کہ انسانی قصہ ہے، اصلاً یہ ہے، اور تعمیر کے مقابلہ میں تجزیہ و اور اس کے مقابلہ میں شمار و پندہ کرتی ہے، ہر چیز کو یہ زندگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس میں انسانی سب چیز اور ہر قسم کے ہر چیز ہے، ماضی و حال و آئندہ، سے ہر وقت ہے، اہم و اہمیت اور انتہائی غریب اور کمزوری، آپ میں جلتی رہتی ہے، اور اپنے سینہ میں ہر قسم کی قدر و ہدیہ ہر اہمیت کا قیود رکھتی ہے، اور ہر قسم کی تعمیر اور تہذیبی و دینی اور دنیا کی بات سے صرف کمزور پہلو ہی نہیں کی ہے، اپنے تمام سب کو تعمیر رکھتی ہے، وہ احساسِ تقدیر کی ہر ہر ہے، اور اس کی نگاہ میں انسان کی عزت و شرافت کی کوئی قیمت نہیں ہے، اور ہر قسم کے سوا اس کا کوئی شرف نظر نہیں، اور غلی جہاں کی غلی میں ہر قسم کے سب اس کا کوئی شرف و سبب نہیں، اور ہر قسم کے وقت و کثرت، ہر بات کی آخری حد پر پہنچتی ہے، غریبیت کے جہہ زندگی نے آخری گھر پر پہنچا ہے، اپنے مقصد کے حصول کے لیے ہر قسم کے جائز و ناجائز وسائل کی فراہمیت اور اس پر ہر قسم کی تعمیر، اپنے تمام کو ہر گز ہر گز کے ہر گز کے لیے اس کو نہیں ہے، اہلیت میں، ہر گز سے ہر گز





## رفائی خدمات عبادت ہے

درس روزہ التعليم والصحة کا پورے اذکار سنت اللہ استحقاق کے ساتھ گزارنے کو سونپا گیا ہے۔  
 انشاء اللہ اور سربراہ ادارہ کی موجودگی میں حرکت ملانے پر یہ سونپا گیا ہے۔  
 ان کی تہذیب و تمدن کی ترقی، اللہ کے عباد کی خوشحالی، ہم اس تقریر کو یہ سونپا گیا ہے۔  
 تقریر، اسرار کے لئے باعث تہذیب ہے۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين و  
 علي وآل وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين

### دین اسلام فطرت مکین

سچے مکین کرام و حاضرین عزیز! ہمارے لئے اور اللہ کے لئے اور حقیقت میں تمام شرکاء  
 محفل کے لئے یہ بڑی مسرت اور عزت کی بات ہے کہ کار خیر اور ازادہ عبادہ اور ایک شگافانہ کے  
 اختیار کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو جمع کیا اور آئے کی توفیق دی، اسلام میں کتاب و  
 سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مقام اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اللہ کے یہاں  
 اس کی بڑی قدر ہے جس سے لوگوں کو قطع پہنچا اور لائق نفع کے مقابلہ میں اور آئی، اللہ و عزت  
 و وجاہت کے مقابلہ میں ایسے اداروں سے، وراپنے مرکزوں اور ایسے مقامات سے اللہ تعالیٰ  
 بہت خوش ہوتا ہے۔ جس سے اللہ کی حقوق کو قطع پہنچے اس کے بارے میں بڑی بڑی بشارتیں آتی  
 ہیں جو لوگ کوئی ایسا کام کریں۔ ایسی جہدیں ایسا مرکز قائم کریں جس سے لوگوں کو اللہ کی  
 جس و اس سے بڑھ کر جلی اور اخلاقی فائدہ پہنچے اس سے اللہ کے یہاں بڑی قدر ہے اور  
 یہ دین ہمارا دین ہے جس سے اللہ نے جس عزت بخشی ہے، یہ دین تو ایک دین فطرت ہے  
 دین انسانیت ہے، دین عام ہے اور دین الہی ہے۔ یہ جی مومنیت کے لحاظ سے تمام غی آدم پر  
 جاری ہے، مشتمل ہے، اور اپنے واسطے کے لحاظ سے یہ قیامت تک ایسے ایک صورتہ جاری رہا  
 سوسیس ٹکڑوں میں بھی جو انسانوں کے لئے مفید ہو اگر کوئی قدم اٹھایا جائے تو کی مرکز قائم کیا  
 جائے، تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے اس لئے کہ یہ اللہ کی مخلوق کے لئے مفید ہے۔

اور اس میں سب سے بڑا مہم جو پہلا وجہ ہے وہ ہم دین کے سکھانے کا ہے کہ ان کو یہ معلوم ہو اور انکی سس کو یہ معلوم ہو کہ اس کا پیرا کرنے والا کون ہے۔ اس کا کیا اسنات ہیں، اور اس کے کیا احکامات ہیں، اس کے کیا مطالبات ہیں، اس کے کیا حقوق و فرائض ہیں اور صحیح طور پر زندگی گزارنے کا اصول طریقہ کیا ہے جس سے اس کو اللہ تعالیٰ کے میاں شرف و رضا حاصل ہو۔ اور دوسروں کے نفع پہنچے اس کے اگر تاریخ پر مبنی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ عام کا کام ہو اور میں جتنا اس امرت اسلام کے تھانہ انجام پایا، اس کی کوئی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

مساجد کی تعمیر، مدارس کا قیام اور دارالافتاء اور بڑے بڑے علاج کے مرکز کا قیام پھر اس کے بعد دسہ پانچونے کے جو زمانے ہیں۔ وہ سب مسئلوں نے اپنے دور میں اختیار کئے ہیں۔ ان کو ہمیں پورا تذکرہ ایسی نہیں سنا تاریخ پر جاننے کی ضرورت ہے۔ کہ اس کے لئے مسلمانوں نے مسلمان امراء نے، لوگ، مسلمانین نے، مسلمان انقیاء نے اور پھر داعیوں نے اور مصلحین نے اور عام مسلمانوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر دور میں اس کی کوشش کی ہے کہ کوئی ایسی چیز نکالیں جس سے لوگوں کو نفع ہو، اور اس سے پورا نہ ہم اسلام بھرا ہوا ہے کوئی جگہ خالی نہیں ہمیں بڑی خوشی ہے کہ آج یہاں حالی منہ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا کام بالکل اپنے کام کے مطابق ہے۔ اور ان کا کام ایک طرح کی بشرت ہے، "اللہ کا احسان" کہ اللہ کا ان پر بڑا احسان ہے، کہ ان سے اللہ نے بڑے مفید کام لئے اور وہی اداروں اور دینی جدوجہد وغیرہ میں ہمیشہ دوشریک رہے۔ اس لئے حدود العلماء جس کا ایک عظیم نمائندہ ہوں وہ بھی ان کا مضمون ہے، اور کانپور کے ادارے اور آس پاس کے ادارے آج آپ جس ادارے کی تعمیر بنیاد رکھنے میں شریک ہیں، یہ سب درحقیقت ان کے اختلاص کی برکت ہے، اور اسے قائم کروانا، مسجد بنوانا اور بھی وہ ادارے جس کی بنیاد رکھے ہیں آپ نے شرکت کی۔ یہ بھی کہ ایک مسلمان نے جو ایک اچھا قدم اٹھایا ہے اس کی دل شکنی نہ ہو۔ اور قرآن کریم کے نام پر جو تشریب شروع ہوئی ہے اس کی بے رحمتی نہ ہو، اجتماع کی رد اد آپ دوسرے صفحات میں پڑھیں گے۔ حضرت مولانا سے جو واقف ہیں وہ معذور ہیں جو حضرات مولانا کے مزاج و اعتماد و شرح اور عالمی عزت و شہرت کے مقام سے واقف ہیں وہ غالب کے ہم زبان ہوں گے۔

ترے جو اہر طرف کھ کو کیا دیکھیں

ہم ہوجا لعل لعل و مہر کو دیکھتے ہیں



## صالح معاشرتی انقلاب کی ضرورت

اس نقطہ نظر نے انسانیت کے مستقبل کو بیدار کر رکھا، اور یہ لوگوں کیلئے مذہب و حرکیات اور رجحانات کی تاریخ میں ایک نئے تجربے کی بنیاد بن گیا تھا۔ جس نے تاریخ میں ایسے انقلاب برپا کر دیے، یا اس لئے چھٹی صدی مسیحی کی عالمی صورت حال (جو تقریباً ہر زمانہ میں رہی ہے) ایسی تھی کہ اس پر چند صالح افراد اثر انداز ہوتے ہیں، چنانچہ قرآن مجید خدائی منصب کے شکار بیویوں کے درمیان بھی کچھ صالح افراد کی موجودگی کی توفیق دیتا ہے۔

ليسوا سوا من اهل الكتب امة قائمة بظنون ايت الله انما ائبل وهم  
يسجدون، يوعنون بالله واليوم الاخرة ويأمرون بالمعروف وينهون عن  
المعكر ويسارعون في الخيرات وانولئك من الصالحين.

(آل عمران - ۱۱۳-۱۱۴)

سب (اہل کتاب) یکساں نہیں، (انھیں) اہل کتاب میں ایک جماعت قائم ہے، یہ لوگ اللہ کی آیتوں کو لوقات شب میں پڑھتے ہیں اور حمد کرتے ہیں، یا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اور بھلائی کا نظم دیتے ہیں، اور بدی سے روکتے ہیں اور اچھی باتوں کی طرف دوڑتے ہیں یہی لوگ نیکو کاروں میں سے ہیں۔

مگر ان صالح افراد کا انسانی معاشرہ اور انسانی عمل پر کوئی اثر نہ تھا، کیونکہ وہ صرف چند افراد تھے، اور تو میں افراد کو خاطر میں نہیں لائیں، چنانچہ ہر دور و دیار میں ایسے صالح افراد رہے ہیں اور اب بھی ہیں، جو اپنے کچھ اعمال و اخلاق اور عبادات اور دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں لیکن جو ظلم اور مستبد قوتوں اور نفسوں اور تمدن و معاشرہ کی سطح پر وہ اس وقت تک پر نہیں ہو سکتے، جب تک کہ وہ خیر و صلاح، اسوۂ حسنہ اور عملی نمونہ بھی مست اور انسانی معاشرے کی سطح کی نہ ہو، جو بلند ترین نوعی تعلیمات و شریعت و اصول و اخلاق اور مثالی افراد کی اجتماعی عمل کی

نمائندہ حکومت و سیاست و تجارت و معاملات انفرادی و اجتماعی زندگی، افراد اور جماعتوں کے ساتھ برتاؤ اور قوموں اور حکومتوں کے ساتھ معاملات رضامندی و ہر قسم کی صلح و جنگ، فتنہ و فساد، حالات اور صورت میں گرتے ہوئے اور اس امر و جماعت کی عام مابست اور ممتاز خصوصیت نہ بن چکا ہو۔

سناپ کرافٹ اور وہ مبارک لوگ جنہوں نے گہواروں کی موت میں پروش اور عداوت ایمان و قرآن میں تربیت پائی تھی، انہی مذکورہ حالات و خصوصیات کے مالک تھے۔

ایک انصاف پسند اور تاریخ عالم سے واقف مغربی اہل علم نے اس حقیقت کی بڑی کامیاب تصویر کشی کی ہے اور ان کی نمایاں و مشترک خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے، جو نبوت کا باغ سبزہ اور قرآن کی فصل بہار ہلانے کا ساقی ہے۔ جرمن فاضل کاکانی (CAETANI) اپنی کتاب ”تاریخ اسلام“ میں لکھتا ہے:-

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاقی و راستہ کے سچے نمائندے مستقبل میں اسلام کے مبلغ اور قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا رسیدہ لوگوں تک جو تعلیمات پہنچائی تھیں، ان کے امین تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور ان سے محبت نے ان لوگوں کو قلب و بند بات کے ایک ایسے عالم میں پہنچا دیا تھا جس سے اہل اور متقدم ماحول کسی نے دیکھ نہیں تھا۔

در حقیقت ان لوگوں میں ہر لحاظ سے بہترین تغیر ہوا تھا، اور بعد میں انہوں نے جب نئے مواقع پر مشکل ترین حالات میں اس بات کی شہادت پیش کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انکار کی قسم ریزی، رزقیز زمین میں کی تھی، جس سے بہترین علاقوں کے انسان وجود میں آئے، یہ لوگ تقدس صیغہ کے امین اور اس کے حافظ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو غلط و ختم تھے، وہو نچایا تھا، اس نے زبردستی محافض تھے۔

یہ تھے اسلام کے قابل اعتماد پیش رو جنہوں نے مسلم سوانحی کے اولین فقہاء و علما اور محدثین کو جنم دیا (ماخوذ از)

## احساب کائنات

امت اسلامیہ پر عالمی نگرانی اخلاق و روحانیت انفرادی و بین الاقوامی طرز عمل کے احساب انصاف کے قیام شہادت حق بہ امر معروف و نہی منکر کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، اور اس کو قیامت کے دن اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی پر جواب دہ بنایا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَكُمُ الشَّيْءَانُ  
فَوْماً عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْمَلُوا لَكُمْ قُرْبًى لِّتَقْوَى، وَتَقْرَأُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا  
تَعْمَلُونَ (المائدہ-۹)

ایمان والوں! اللہ کے لئے پوری پابندی کر۔ نہ دالوں اور عدل کے ساتھ شہادت دینے  
والے رہو اور کسی بے حیائی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم (اس کے ساتھ) انصاف  
نہ کرو۔ انصاف کرتے رہو کہ وقتوں کی ہے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ شک  
اللہ کو نہ ہو (پوری) خبر ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔

اور اس امت کے اپنے فرقہ کی ادائیگی میں کوتاہی پر تنبیہ کی گئی ہے جس کے نتیجے میں  
انسانیت مصیبت و مشکل میں پھنس سکتی ہے اور دوسرے زمین پر فتنہ و فساد اور ان کی پھیل سکتی ہے  
چنانچہ اس جھوٹے مسلمانوں کے (جو مدینہ کی ابتدائی زندگی میں تھا اور جس کی تعداد چند سو  
سے زائد نہیں تھی) مختاص کر کے ہوئے اور اسے دعوت و عقیدہ کی بنیاد پر اسلامی اخوت قائم  
کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

أَلَا تَفْعَلُونَ لِمَنْ كُنْتُمْ تَصَدَّقُونَ الْأَرْضَ وَالْأَنْفُسَ (الاحقاف-۷۳)

اگر یہ نہ کرو گے تو زمین میں (بڑا) فساد و فساد پھیل جائے گا۔

پھر کیا آج کی امت اسلامیہ اس کی مخاطب ہیں جس سے معمور و عالم آباد ہے اور جو بڑی  
بڑی نیکوئیں اور اخلاقی طاقت رکھتی ہے۔ جب وہ اپنے قائدانہ داعیانہ منصب و مقام کو خالی  
چھوڑ دے گی اور اپنی اجتماعی ذمہ داری (اخلاقی نگرانی اور روحانیت کے احساب و مظلوم کی  
حمایت اور ظالم کا نہ امت و سرزنش) سے منہ موڑ لے گی تو دنیا پر اس بڑی کوتاہی اور خطرہ ک  
غلطی کا کرب بڑا اثر پڑے گا۔

قرآن اس امت کو اس داعیانہ قائدانہ مقام، اصلاح کی ذمہ داری اور امر بالمعروف و

جس میں اکثر کسی سببیت کی یا کوئی شے اقوام کا حوالہ دیتے ہوئے اور اس کے شعور و ادب میں اور  
پیدا کرتے ہوئے ہوتے ہیں۔

فعلوا کما من لقروں من قسکھ لولہ یغیثہ یغیثوں عن الفساد فی الارض  
لا قلیلا ممن اتجینا منهم واتبع الدین ظلمو ما اترو فوہد وکلمہ  
محرمین (۱۱۰۰)

پس نکاش تمہارے جوش کی استوں میں ایسے یا شعور کو کہ ہوتے جو متع کرتے ملک میں قہر  
(چیز، لے) ات بجز چند لوگوں کے جن کو ہم نے اس سے پی نہ تھا اور لوگوں (اپنی جانوں  
پر نظر کرنے، لے) تھے اور اس کا راستہ میں تھے اس کے پیچھے پڑے رہتے (حاشیہ)  
نہر میں تھے۔

شاعر اسلام آباد اکثر۔ بعد اقبال نے اس حقیقت کو اپنی نظم "پلیس کی مجلس شہر کی" میں بڑی  
قوی سے پیش کیا ہے اور صدر مجلس پلیس کی زبان سے اس خطبہ کی نشاندہی کی ہے کہ دو سالان  
نے دیوہ ان کی بیداری اور ان کی عالمی آمد آمدی سے پلیس حکام کو لاحق ہے پناہ دیکھیں  
اپنے مشیروں سے کتاب۔

قرۃ ایں میں کی تکبیریں طہر شمس جہات  
ہو نہ روشن اس خدا اللہ کی ہر یکہ رات  
تم سے بیکانہ رکھو عام نردار سے  
تجسس نہ زندگی چ اس کے سبب ہر۔ ہوں۔ مے  
خیر اور میں رہے قیامت تک صبرین غلام  
پھر کر اوروں کی خاطر یہ جہان بی ثبات  
ہے وہی شعر و تصوف ہیں کے حق میں خوب تر  
جو پہچان۔ اس کے آنکھوں سے تماشے حیات  
ہر نفس بڑھتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں  
ہے حقیقت جس کی دیر کی اسباب کائنات





## زمانہ کا حقیقی خلا

[illegible]

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين و آله  
 الذين صلحهم لله و صلحهم اجمعين و من نفعهم باحسن و دعا بدعوتهم  
 الى يوم الدين.

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف پر شکر ادا کرتے ہیں جس نے ایسے منتخب دانشوروں، ممتاز مفکرین، مصلحین عرب کو جو لوگوں اور جزیرہ کے باشندوں اور ہونہار دوستوں سے ملاقات کا موقع عنایت فرمایا۔ جو ابدی عزت و شرافت کے وارث و امین ہیں اور جن سے مستقبل میں امیدیں وابستہ ہیں۔

زبانہ کا فیشن

میر نے بھائیو کو آج پڑھے لکھے ہر سوز آسانی مشکلات نورانی مسائل سے دلچسپی رکھنے والوں نے ان مشکلات اور مسائل پر کلمتہ سے طبعی رغبت اور شروع کر دیا۔ لیکن ان کی بکثرت و وسعت یہ موضوع دیگر ذرا تفصیل میں آئیگا۔

ان میں بہت سے اقصاء کی سرحد کو اٹھاتے ہیں اور ان کو موضوع تشدد بناتے ہیں بعض قیادت کا مسئلہ پیش کرتے ہیں اور ان کو اصل ٹھہرتے ہیں کچھ سیاسی مسائل پر اظہار خیال کرتے ہیں بات یہ بالی تک آچکا گی ہے کہ سردوری کا مسئلہ کارناموں میں کام کرنے والے ملازمین کا منہ کارندوں کا مسئلہ غریبوں کا مسئلہ ایک اخبار ہے نیشن سارے مسائل کو ہی

تین ورقلی ہیں یا دہمی اور خیالی حقیقی مسئلہ پوری انسانی برادری کا عالمی مسئلہ ہے۔

میرے بڑے بڑا اور دوست! تو مودور ملت کی سطح پر صالح نمونہ کے وجود کا مسئلہ ہے میرا رائے  
نہیں افراد کے مسئلہ کی طرف نہیں افراد تو ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے کوئی زمانہ ان سے  
خالی نہیں تھا افراد انقلاب نہیں لاسکتے زمانہ کا رخ نہیں بدل سکتے مسئلہ اس وقت اس کا حل زندہ  
مٹی نمونہ کا ہے جو قوموں کی سطح پر موجود ہیں آئے ہیں ان تمام قوموں اور ملتوں بھیڑ بکریوں  
کے اس ریز کی طرح ہوتی ہیں جس کا کوئی چرہ نہ ہو۔

### انسانی دنیا کی تاریک ترین صدی

چھٹی صدی مسیحی انسانی دنیا کی تاریک ترین صدی ہے جس میں انسانیت، مذہب کی نفی  
رہی، زخمیر کی تسک اندہین کا خیال، مذہب غلطی جس اندہ تہائی ہی کوئی کتاب محفوظ تھی، نہ محفوظ  
اور سابق دین کی رہنمائی پورا عالم ایک اشتہ ہے جان، ایک جسم ہے روح کی طرح تھا نور کی  
کوئی کرن نہیں انسانیت کے قلب میں کوئی درد نہیں تھا، غرضیکہ لوگ تاریکیوں میں بھٹک رہے  
تھے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس جزیرہ پر جس پر آپ اور ہم مل رہے ہیں ایہ جو ہم کو اور پورے  
مسلمانوں کو دل و جان سے زیادہ عزیز ہے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معیوث فرمایا،  
آپ کی بعثت ایک نبی کی بعثت تھی لیکن وہ مسلک تھی ایک پوری امت کی بعثت کے ساتھ اس  
کا ابراہیمیت سے اول نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ایسی صفات بیان کی ہیں جو  
کسی معیوث پر ہی منطبق ہو سکتی ہیں جو مودورن اللہ ہو۔

”کنتم خیر امة اخرجت للناس تاعرون بالمعروف و تنہون عن المنکر  
وتؤمنون بالله“

تم بہترین امت ہو، لوگوں کے لئے کمالے کئے ہو، تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور براہیوں سے  
راکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

میرے ایسا مابہ الامتیا وصف نہیں دیکھا جو دو امتوں اور دو قوموں کے درمیان کیسے کھینچ  
وے ایسی امت جو مودورن اللہ ہو جس کو آپ ایسی ذمہ داری سونپی تھی جو جس سے بڑھ کر کوئی  
ذمہ داری نبوت کے علاوہ نہیں ہو سکتی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، بعثت مقررہ تھی، وہ  
ایک امت کی بعثت سے وابستہ تھی۔ یہی وہ چیز ہے جو انسانیت کے انجام پر اثر انداز ہوئی،



ہمارے لیے تاریخ قوسوں کے مروج و زوال کی تاریخ اور نظریات و مذاہب کی تاریخ میں یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ اوستا ہے قرآن احدیث کے نام۔ ان کا اس تعبیر میں دونوں لہجے محسوس ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس میں جدت اور حد سے تجاوز سمجھیں لیکن اس واقعہ پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اشتہار میں پیش کرتا ہوں آپ نے فرمایا:

بعثتم مبشرين ولم تنعوا معسرین

(تم آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے ہوئے ہو دشواریاں پیدا کرنے کے لیے نہیں)

آپ نے بحث کا لفظ اختیار کیا اور اس سے صحابہ کرام کو بھی طلب کیا یہ ان کے اہل زمرہ ہادی کا احساس پیدا کرنے کے لیے تھا جو بھیجا گیا ہے اس کی زمرہ داری ہوتی ہے جو، مورد دعا ہے اس کی زمرہ داری ہوتی ہے اس احساس نے صحابہ کرام اور اس کے پیروکاروں کو ایک ہمبند دیا ان کا ہر فرد اگرچہ مرتبہ و مقام کھاس و بیکوٹ، پیچھے و ثقافت اور تہذیب کے اس معیار پر سترے مگر اس کو یہ احساس رہتا تھا کہ وہ بھیجا ہوا ہے (مبعوث ہے) اس سے خدا کے سامنے حواس نہوگا کہ تمہاری موجودگی میں اور تمہارا رہتے ہوئے انسانوں اور قوموں کا یہ انجام کیوں ہوا۔

ہم اللہ ہی کے قاصد ہیں

ایران کے سپہ سالار اعظم نے حضرت ربیع بن عامر<sup>(۱)</sup> سے جب اسلامی فوج جوہر یوں پر مشتمل تھی ایران پر آئی پوچھا کہ تم کو یہاں کیا چیز لائی ہے اس چیز نے تم کو بزمیرا العرب سے نظریے پر مجبور کیا؟

انہوں نے اس کے جواب میں وہ زلزلہ خیز و اثر انگیز اور تاریخی جملہ کہا جس کی نظیر سکوتوں اور سربراہوں کے قاصدوں اور سفروں کی زبان سے دوا کئے ہوئے جموں میں نہیں ملتی انہوں نے کہا کہ ”ہم کو کوئی چیز لے کر نہیں آئی اور ہم اپنے لئے نہیں لکاتے ہیں“ تاریخ ایک ریکارڈ ہے خاص طور پر عربی تاریخ، یہ کہ عرب تاریخ میں بول المائدہ ثابت ہوئے ہیں۔ جو تاریخ عربوں نے ریکارڈ کی ہے وہ اپنی بولیکہ نبی اور امامت میں ممتاز ہے تاریخ نے یہ کلمات نوٹ کئے، یہ شہ پارے محفوظ کر لئے جو آج بھی میرے کان میں رہتے ہیں۔

(۱) حضرت ربیع بن عامر صحابی تھے اور عرب کے ایک تربیع اور مہاجر تھے۔ تعلق نہین تھے۔

اللہ ابھٹھا (اللہ نے ہم کو بھیجا ہے)

میرے بھائیو! ذرا اعتماد کو دیکھو جو امیرانی کی رگ رگ میں سما گیا تھا، کس بلندی سے وہ بات کر رہا ہے، احساس کمتری کی کوئی قسم اس کے قریب پہنچتی نہیں۔

رستم سپہ سالار امیران شاہانہ نزدیک واقعات اور اپنی شوکت و سلطنت کے ساتھ جلوہ آرائے مسند ہے، ایک دیہاتی آ کر معمولی گھوڑے سے لکڑی ہے اور اس کے گنواں اور رستم و دیا کے فرش و فرش کو روندنا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے، وہاں کی ٹیپ ٹاپ نے اس کو ذرا بھی مرغوب نہیں کیا۔ جب رستم نے اس سے کہا کہ تم کو کیا چیز یہاں لائی اس کے جواب ہو سکتے تھے کم از کم یہ تو ممکن تھا کہ کہتے کہ فقر و فاقہ ہم کو یہاں لایا ہے، یا ذرا آگے بڑھتے تو کہتے کہ خوشحالی اور فادارغ اہلبالی کی زندگی گزارنے کے شوق میں لکے جو امیران میں پائی جاتی ہے، یا قبائل کے ظلم و ستم سے مجبور ہو کر یہ اقدام کیا ہے۔ یہ سب کچھ نہیں بلکہ بڑے اطمینان اور قلبی سکون کے ساتھ انہوں نے (ایمان ان کے زبان سے بول رہا تھا، بلکہ امنڈ رہا تھا اور بہ رہا تھا) کچھ نہیں ان میں سے کوئی چیز ہم کو لے کر نہیں آئی صرف اللہ نے ہم کو بھیجا ہے پچھٹی صدی مسیحی کے اسلامی پیغام کے اولین حاملین کے اعتماد کا یہی حال تھا۔

رستم اس بات کی توقع بھی نہیں کر سکتا تھا میرے بھائیو! میں پورے حقوق سے کہہ سکتا ہوں کہ رستم کو اس بات کی ہرگز توقع نہیں تھی خواہ میں بھی اس کو دیکھ نہیں سکتا تھا ایک دیہاتی جو معمولی لباس پہنے ہوئے تھا جس کو ایرانی نہایت حقارت آمیز نگاہ سے دیکھتے تھے یہ ایرانی کون تھے مگر ان میں سے کوئی پٹکا لگاتا تو اس کی قیمت ایک لاکھ سے کم ہوتی تو وہ نگاہوں میں چپتا نہیں تھا بلکہ لوگ اس کو حقیر جانتے تھے، اور نوٹی ایک لاکھ سے کم ہوتی تو لوگ اس کو گھٹیا تصور کرتے تھے، وہ بڑوں کے ساتھ بیٹھ نہیں سکتا تھا، یہ یہودی جس کا لباس کھل تھا ہو سکتا ہے اس نے کانٹے اچھا لباس باندھ رکھا ہو وہ کہتا ہے ”اور اللہ نے ہم کو بھیجا ہے“ یہ کلمہ کیا ہے اس کا جلال ہے ایک رعب ہے جس کی گونج دلوں میں ہوگی۔ جس کا رکارڈ تاریخ میں ہے اس نے جواب دیا نہیں اللہ نے ہم کو بھیجا ہے تاکہ ہم نکالیں ”عقیدہ و توحید سے سرشار ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال اس امیرانی نے نہایت دقیقہ دہی سے گلام کیا کیونکہ وہ فیک دین کی اور عقیدہ و توحید کی آخری آسمانی پیغام کی نمائندگی کر رہا تھا اس نے کہا ہم خود نہیں آئے اللہ نے ہم کو بھیجا ہے

یہ بات صرف ایک موجد اور ایک صاحبِ ایمان ہی کہہ سکتا ہے۔ کہ اگر نکلتا ہی ہوگا تو ہم کب کے نکل چکے ہوتے، عقہہ کی بات ہے کہ یہ ہم کو اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملا س لئے انہوں نے کہا ”اللہ نے ہم کو بھیجا ہے ہر برکات نہایت دقیق اور نچلا ہے جیسے سووند اس پر غور کیا گیا ہو ماہرینِ قانون کی دقیق دفعات سے زیادہ عیس اور ذہنی اور لیکن یہ سب دفعتاً ہو گیا ایمان کی زبان سے بول رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے ہم کو بھیجا ہے تاکہ ہم بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر خدا کے واحد کی بندگی میں داخل کریں۔ اس جملہ سے انہوں نے صاف اشارہ کر دیا۔ کہ تم نے اللہ کے بندوں کو اپنی بندگی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے جو ایران کے طرزِ حکومت و معاشرت اور کسری اور نصیر کے طرزِ عمل سے دنیا کو معلوم تھا، اور اس کی شانہ نشست اور شاہانہ طعانت بات سے بھی ظاہر ہو رہا تھا۔

حضرت رملی، مینا عامر نے یہ بات واضح کرتے ہوئے کہہ دیا کہ ہم کو اللہ نے بھیجا ہے کہ لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی میں داخل کریں اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں لائیں ان جملوں کو سوچ سوچ کر میں عالم حیرت میں کھو جاتا ہوں اگر وہ کہتے دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی وسعت میں لائیں تو ذرا بھی تعجب کی بات نہ تھی۔ اگر آخرت کی وسعت کہتے تو بالکل حیرت نہ ہوتی، لیکن انہوں نے تو کہا کہ دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں لائیں، تم جگرے میں زندگی گزار رہے ہو، تمہاری زندگی ان خوبصورت پرندوں کی طرح ہے، جن کو جگرے میں قید کر دیا گیا ہو، جگرے اسوئے کا ہو، اس کی تیلیاں سونے کی ہوں، اور جن برتنوں میں ان کو کھانے پینے کے لئے دیا جائے وہ بھی سونے کے ہو لیکن بہر حال جگرے جگرے ہی ہے، تو ہم اس لئے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ تم کو دنیا کی تنگی سے نکال کر جس کو تم نے اپنی کمرلی، دوجی، بالٹی سے محرومی، بلند اغراض، پاکیزہ بند بات اور اعلیٰ مقام انسانیت (جس سے اللہ نے تم کو عزت بخشی ہے) سے آشنائی کی وجہ سے وسعت تصور کر رکھا ہے۔ اس کی تنگی کو اپنی عبادت مذہب سے، ادا لیت، اور انہی عبادت کی حقیقت ناشناسی سے تم نے وسعت سمجھ رکھا ہے، ہم تم کو اس تنگ و تاریک زندگی سے نکالنے کے لئے آئے ہیں تمہارے سینے تنگ ہیں تمہارے دل تاریک ہیں، تمہاری آنکھیں بند ہیں، تمہاری سانسیر رک چکی ہیں تم کو آزداری کا شعور نہیں، تم نریت آشنائیں، روحانی لذت سے

• ایک نہیں۔ اور وہ فی رقتہ وروسانی پر وہ اور آسانی پسندی سے آگاہ نہیں، اس ننگی سے قوم کو پھیکا راولا نے کیلئے جس میں قہر صدیوں سے گرفتار ہوا، مرنے میں اس دنیا کی دشمنوں میں تم کو لانے کیلئے، انہوں نے اس انداز سے یہ بات بھی جیسے کہ ان کو پورا یقین تھا کہ وہ اور ان کے تو ہم سا تھی جو ان کے ہمراہ آئے ہیں، مرنے اور کشادگی و محبت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

بھائیو! وہ محبت والی زندگی کیا تھی، جن پر ان کو ناز تھا کیا وہ عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے تھے، وہ تو سخت تشدد جی اور اقتصاد جی بدعنوان کا شکار تھے، نہ خدا کی، نہ مسلمان کی فراوانی، نہ مہنگات و درپاش کی، نہ ساقی، عیسوں کی زندگی تھی اور صحرانوردی و لین باں لان۔ کسے دس ایمان کی دولت سے مال مال، اور یقین کی لذت، سے سراسر تھر تھے، اس لئے ان کی زبان کھلی تو یہ انداز مال و اعلا کا اور بیٹے نکلتے۔

اللہ نے ہم کو بھیجا تھا کہ ہم وہ چاہے بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف ایک اللہ کی بندگی میں داخل کریں۔ اور دنیا کی ننگی سے نکال کر دنیا کی دولت میں چنچا لیں، اور خدا سب و دینان کے ظلم کو ختم سے نجات دلا کر اسلام کے عدل و انصاف کے سایہ میں لائیں۔

اس امت کا بھیجا جانا جو ایمان میں نرمی، اپنے اعتماد میں مثالی، اپنی سیرت و کردار میں بے نظیر، انسانیت پر رحم و کرم کرنے میں انوکھی، اپنی سادگی پر کاری، شرب الخمر، اور انسانی اور دروی و فحش و اری اور جن تکلیف و محال سے انسانیت دو چر رہے، اس پر بے قراری اور بے چینی میں اپنی مثال آپ ہے، نیک نیا تجربہ تھا۔ یہ بھیجا جانا (بعثت) اجتماعی بعثت تھی، قومی بعثت تھی، اس لئے پورا عرب اس لڑی میں پھونک گیا، اور سب کے سب پیغام آسمانی کے حامل و عنباد رہے اور منارہ نور بن گئے۔ اسی نے تاریخ کو نیا رخ دیا، کیونکہ چھٹی اور ساتویں صدی مسیحی اس سے کہیں آگے جا چکی تھی، کہ چند صاع افراد اس میں اثر انداز نہ ہو سکیں، قرآن کی شہادت موجود ہے، کہ وہ یہود جو قرآن کے نزدیک در قرآن کی انزال کرنے والے نظر میں موقوف ترین قوم تھے، ان میں نیک اور صالح افراد پائے جاتے تھے۔ قرآن فرما رہا ہے۔

لَتَسُوْا سِوَاءَ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِنَّهٗمُ اللَّیْلُ وَهَمْ یَسْجُدُوْنَ یَوْمُنَّوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ  
اَلَا فَعُوْا وَہَا مَیْرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَسْأَلُوْنَ لِمَ الْمَخِیْرٰتِ وَاولٰئِکَ مِنْ  
الصّٰلِحِیْنَ

ترجمہ سب یکساں نہیں (انھیں) اہل کتاب میں ایسا جماعت قائم ہے۔ یہ لوگ ہند کی آیتوں کو اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور بعد وگرتے ہیں۔ یہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور اچھی باتوں کی طرف دھرتے ہیں۔ ایسی بات نیکوں کا مال میں سے ہیں۔

قرآن گوہری دے رہا ہے کہ یہودی معاشرہ ٹیک اور حصار و افراد سے خالی تھا۔ عیسائی انسانی سوسائٹی پر ان کا کوئی اثر نہیں تھا اور نہ انسانیت کے انجام پر وہ اثر انداز تھے۔ اس لئے کہ کہ وہ گئے چنے افراد تھے، ایک چورق قومی جو عقیدہ کی، جنگی ایران و یقین کی جلالت، اخلاق و کردار کی ہند کی، ایثار و قربانی کے جذبہ، شہ ساری و سپہ گری کے جو صے اور انجیدگی و سخاوت کے اس معیار پر جو حب ہی وہ ایسا عظیم اور غیر معمولی انقلاب برپا کر سکتی ہے، جس کا انسانی تاریخ نے مشاہدہ کیا۔

میرے بھائی بھئی دورا ہے، درحقیقت اصل جو دشواری ہے۔ جو سب سے بڑا خلا ہے وہ کسی ایسی قوم کا موجود نہ ہوتا ہے جو تمام قوموں کے لئے مثالی ہو تو میں افراد کو خاطر میں نہیں لائیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ اور خاص طور سے موجودہ دور کی جن کے ہاتھ میں مذہم قیادت ہے، وہ چند افراد کے صلاح و تقویٰ نہیں دیکھتیں کیوں کہ چند افراد تو ہر قوم میں پائے جاتے ہیں، عربوں میں بھی ہیں، مسلمانوں میں بھی ہیں، لیکن یہ قومیں افراد کو نہیں دیکھتیں، ان کی نظر س منظر ہیں، ایسی قوموں کی یا ایسی قوم کی جو انسانیت کی قیادت کی صلاحیت رکھتی اور جو دوسری قوموں سے عقیدہ کی صلاحیت میں، ایثار و قربانی کے جذبہ میں مساوی اور مجاہدہ میں، خواہشات نفس سے بلند ہو کر اور انسانیت سے بالاتر ہو کر زندگی گزارنے میں ممتاز و تھکرتے ہو اور اس کو اس چیز میں کوئی کشش اور جاذبیت محسوس نہ ہو، جس میں دوسری قوموں کو محسوس ہوتی ہے، چاہے وہ قومیں سیادت و قیادت، تہذیب و ثقافت، علوم و فنون اور فلسفہ و حکمت کے باوجود پر کیوں نہ پہنچ جائیں، تمام یورپی قومیں بلکہ پوری انسانی دنیا ذرا بھی، شے کو تیار نہیں اور سر اٹھا کر کسی ایسی قوم کو دیکھنے کیلئے تیار نہیں جو ان قوموں کے مقابلے میں شان آفرینی نہیں رکھتی، کیوں کہ ان کے مقابلہ میں ان کو دنیا کم ملی ہے، اگر یہ بھی اس دنیا کے پیچھے گئے اور انھیں خواہشات کے چکر میں پڑ گئے، اور اسی طرح بیشش کوشی اور لذت پسندی کا شکار ہو گئے، جس کی یورپ میں عام جاہلو رہی ہے تو میرے بھائی بھئی سمجھئے کہ ہمارے مسلمان بھائی ان سے کئی گنا بڑھ جائیں گے۔

ان قوم و ممالک عیش و عشرت میں مال و دولت کی فراوانی میں وسیع و عریض حکومتیں تھیں، اور عوام و فلاح کی ترقی میں تو معاصر دنیا سمیت انوں اور عربوں کو نہ نظر میں آئے والی نہیں تھے، اسی لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کا نام و نعرہ ہے، کہ وہ دنیا کے بیشتر لوگوں پر قبضہ یہ و تمدن کے اہم ہیں، پھر تو میں ان کے دست و پاؤں کی تالہ دیا، ان کی خوش چیں میں کوئی بڑے سے بڑے آدمی اور اعلیٰ پورے، مستعد، بڑے تمدن و شو میں بدل جائے، مبادات کے ساتھ بار لگائے، اور پھر اوپر کی جگہ تعمیرات اٹھائے، ایک خیالی دنیا بنے، اور ان کی دولت و عیش و آسائش ان کے سامنے ان کی یاد تازہ رہے، یہ بھی کوئی بوجھ نہیں میں سر اٹھا کر، انھیں کوئی نعرہ نہ کسی کا استہزاء نہ دے، کوئی نہ بولا، اور نہ نہیں سرائی کے لئے آمادہ ہو گا۔

اسی نے یہ غلاف کر وہ کسی ایسے شخص کو پالے ہزار چہ فقیر ہی کیوں نہ ہو لیکن اس تمام خواہشات سے بلند و بالا رہو، جن کی پوری دنیا اور ہر شے میں جھڑپیں ہو وہ انہیں کہ یہ بہت دُک اس کی آنکھوں کا خیر نہیں کرتی، یہ صنعت و حرفت کا رعب اور اس کی دھن کی اس کو مرعوب نہیں کرتی، یہ تہذیب و تمدن کا ناپ اس کو بھٹائیں سکتا، بلکہ وہ اس پر ستارہ میں دو کر اس کی طرف اشارت کرتا ہے، وہ تمدن کی تاریکیوں میں مسافر کا نور ہے، اس تہذیب کی اس کو نور ہے۔ یہ وہ نور ہے جو اس کو اللہ عز و جل سے، اور دینی زندگی کی طرف اس کو توجہ دیکھ کر پھینک دیتا ہے اور صاف صاف کہہ دیتا ہے، وہ ایک قاصد اور حامل پیغام ہے، وہ انسانیت کا نجات دہندہ ہے، مازعہ نام نہاں رہا ہے، وہ آگ بجھانے والا اور ن کا دعا دہ ہے، ساری دنیا اس کا چکر ہے، وہ سب کو پکڑ کر آ پائے، سب کو دعا دے اور یقین ہے، جو ایک یورپین، ایک مسلمان، ایک مسیحی، ایک جینی، ایک جاپانی، کو بھی رکھ دے گی کہ خود قد غور کریں کہ اسلام میں اسی نسل اور ایسی قوم پیدا کر دے گی جو جہاد و نبوت اور اسلامیت ہے۔

جہاں تک مال و دولت کا تعلق ہے اس سے وارفتہ ہوتا ہے، حساب اٹھایا جاتا ہے کل کمیٹ کیا جاتا ہے کوئی ملکیہ بنے کوئی نہیں۔ ایک کام چلی بنے اور اگر انھیں اور کوئی اس سے بھی آنے لگتا ہے۔ یہ چیز کسی انسان کو اس دنیا میں ان شخصوں کے انعام اور عزت سے پر آمادہ نہیں کر سکتی جس کے پاس جتنی دولت کے ہمارے وسائل و وجوہ ہوں۔

جس خانا کو مائوسی صدی کہتی ہیں امامتِ اسلام پر نے پر کیا تھا وہ لٹے قیامت کا نجات۔

جس کو پوری صلاحیت اور قدرت کے ساتھ اس نے پر کیا یہ پوری امت کی بھٹے کا کرشمہ ہے۔ جس کا ایک ایک فرماندار کا نور و حامل ایمان و یقین تھا، جس نے غفلتوں میں اپنی راہ پیدا کی۔

حضرت وقیع بن ثعلبہؓ نے فرمایا تھا کہ یہ مندرجہ بالا نہ ہونے تو میں برابر چلتا چلا جاتا یہاں تک کہ آخری گناہ تک اسلام کا پچاس سو پچاس پناہ پناہ کی حرج و مانا، یقیناً ہی دولت سے ملا۔ اس تھے مسلمانوں کا ایمان تھا کہ ان کو بھیجا گیا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے، مہمور میں ان میں سے ہر فرد کو ذمہ داری کا چہرہ انسان رکھتا تھا، وہ جتھے تھا کہ ان کے جواب دہ تھے امت کی امت کی امتی ہے، انسانی انجام کی امانت۔ جس کے بارے میں اس سے سوا لیا جاتا تو انہی نے اسلامی حرجی امت کا مقام متعین کیا، اس کا کہلا یہ پیدائش متعین کیا اور دین و ملت کی تفساد کی وسیع مہم کو رافضی میں اس کے قاعدہ کے بارے میں نہ تھی کی۔

غرض کہ اس وقت ہم کو ایک اجتماعی صارف نمود پیش کرنے کی قوموں اور ملتوں کی سطح پر ضرورت ہے۔

## آج زمانہ لبو و لعب اور دولت و رسوائی سے عبارت ہے!

آج زمانہ لبو و لعب اور ذات و رسوائی سے عبارت ہے۔ اور اس طرح کی خبریں شائع ہوتی ہیں، رسوا کن یا بچہ پریشان کن، اگر آپ ایسی خبریں تلاش کرنے لگیں جو رسوائیوں اور پریشانیوں سے تعلق رکھتی ہوں تو آپ تھک جائیں گے، یہ بات اس لئے پیش آئی کہ ہم مقدمہ دیتے سے رشتہ توڑ کر لبو و لعب کا فکرمند بن گئے، رسوائی قبول کر لی، ایمان صحیح اور امت و یقین سے پرگانہ ہو گئے، وہ اعتماد جس سے ہر مسلمان کو یقین ہونا چاہئے، یہاں کہ جس عدوی موجود دنیا کو سخت ضرورت ہے اور دنیا جس کو رہا رہا ہو، اس سے رہی ہے، امت اسلام کو بکا رہا کر کے رکھنے والا رہی ہے، وہ بھی، ایمان و یقین ہے۔

## پورا یورپ اس کتے کی طرح ہو چکا ہے

پورا یورپ اس کتے کی طرح ہو چکا ہے جو ہانپتا رہتا ہے، ماند اور دھڑو تو بھی ہانپے اور پھوٹو بھی ہانپے اور یورپین تو ان اس چوکلی کرنے والے امت کی طرح ہے جو برابر چوکلی میں لگا رہتا ہے، یورپین تو ان اپنی الٹ کھو چکا ہے، اس کے پاس کوئی فن اور مفید چیز باقی نہیں رہ

نئی ہے، پھر پی دانشور ستر حویں، انوار ہویں، انیسویں صدیوں، میں جدت پیدا کرنے سے پہلے  
 چکے ہیں، وہ ایک ہی چیز و ہر زمانے چنے جا رہے ہیں، لے دے کے ہن کے دو کا سرواٹے ہیں۔  
 غلام بنانا ہے جاد باؤۃ اللہ، رسوا کرنا مسائل کھڑے کرنا، وہ با مقصد اور مقید کاہکی صلاحیت کھو  
 چکے ہیں، وہ ابوالیہ ہو چکے ہیں، نہ ان کے یہاں جدت ہے نہ ثابت و ایمان میں تو پہلے سے  
 دیوانہ تھے۔ انسانیت کی چارہ سازی، انسانی ترقی اور تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں بھی وہ  
 دیوانہ ہو چکے، ایسا دیوانہ ہیں جس کی کوئی نظیر نہیں، اس وقت صرف ایک نکلا ہے، کسی دوسرے  
 خدا کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں، عالم تمدن اور انسانی انجام کار کے نقشہ میں صرف ایک غلام ہے وہ  
 ایک ایسی امت کا غلام ہے، جو حامل بیخام ہو، میرت و کردار کی آئینہ دار ہو، اخلاق و عادات کی  
 بلند یوں پر فائز ایمان و یقین سے، سرشار ہو، متحید ہو اور عزم و حوصلہ والی ہو، ایثار و قربانی کا  
 جذبہ رکھتی ہو، روحانی بالیدگی سے، ممکنہ ادارہ گری سے محض ہو، انسانی دنیا کے نقشہ میں  
 یہی تھا ایک غلام ہے، جس کو ایک مسلمان تو مہربی پر کر سکتی ہے، کیونکہ وہ ساتویں صدی عیسوی ہے  
 اخیر تک قیادت کے فرائض انجام دیتی رہی ہے، اگر آج بھی اپنی قیمت جان لے اس کو اپنے  
 پیغام کی عظمت و بابر کا احساس ہو جائے اور اپنے قوت کے سرچشموں سے اس کو آگاہی  
 حاصل ہو جائے تو انسانیت کی قیادت و سرکاری کا فریضہ انجام دیتی رہے گی، لیکن ہر خود لہو  
 و لعب کا شکار، اور غفلت شعار ہو چکے ہیں، میں معافی چاہتے ہوئے یہ کہنے کی اجازت چاہتا  
 ہوں (اگرچہ میری پیدائش اور میرا نشوونما ہندوستان میں ہوا) لیکن میری رگوں میں عربی خون  
 خود بخود دوڑ رہا ہے، میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، میرا نسب نامہ حضرت - یدنا حسن رضی اللہ  
 عنہ سے جا ملتا ہے، اگر آپ سے کچھ کہنا تھا تو ایک بھائی کے نام سے جو آپ کا زنی بھائی بھی  
 ہے اور ہستی بھائی بھی، جس سے اب کا زبان کا اور احساسات کا رشتہ قائم ہے تو میرے بھائیو،  
 آپ مجھ سے بارخاست ہوں۔

یہ اسلامی عربی امت کب اپنے چروں پر کھڑی ہوئی، اور کب از سر نو پیغام انسانی کی ذمہ  
 داری سے عہدہ برآ ہوگی، زمانہ چلت کر پھر جس جلد ہو نیا، جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اپنے کام کی ابتداء کی تھی، آج پھر جاہلیت کا دور دورہ ہے، ایک عالمی جاہلیت، ایک یورپی  
 جاہلیت، امریکی زور کی جاہلیت، لیکن جاہلیت جاہلیت ہے، صرف ایک روشنی ہے، وہ اسلام کا



نور ہے وہ نور آج بھی قرآن مجید کے واسطے عربوں کے پاس قرآن کے صفحات میں اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، ہم ہندوستان والے، برصغیر کے رہنے والے جزیرۃ العرب کی طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں، ایک کامدامت کی حیثیت سے اور ایک حامل پیغام امت کی حیثیت سے بڑے افسوس اور شرمندگی کی بات ہے کہ ہم کو ایک تجربہ ہوا جو نہ ہمارے حسبِ حال تھا اور نہ آپ کے شاہانِ شان ہمارے بہت سے بھائی آپ کے در یوز و نر ہیں آپ کے خواںِ نعمت کے خوش چمن ہیں۔ لیکن حقیق خوش چمنی اور در یوزہ گری قرآن و ایمان کے دسر خوان اور اس کی نعمت ہائے لازوال ہے۔

ہم اپنے ہندوستانی اور پاکستانی بھائیوں سے کہتے رہتے ہیں کہ ہم جو دولت اپنے عرب بھائیوں سے پٹرول کی شکل میں حاصل کر رہے ہیں یہ اصل دولت نہیں ہے بلکہ اصل وہ نور ہے جو مکہ مدینہ میں چمکا رہی عربوں کی اصل دولت ہے، اس میں ہر حصہ ہونا چاہئے، میں اپنے نوجوان سے بہت پر امید ہوں کہ وہ اپنے کو اس بلند منصب کے لئے تیار کریں گے، قیادت و رہنما کے منصب کے لئے اور ان تہذیب یافتہ لوگوں کے لئے ایسا ایمانی و قائل عقیدہ منوہ پیش کریں گے، جو تہذیب و تمدن اور ترقی پسندی و پیش قدمی کے دعویدار ہیں۔

امریکہ اور یورپ کے دورہ میں یونیورسٹیوں کے بڑے اساتذہ سے یہ سن کہ بہت افسوس ہوا کہ ہم نے اپنے عرب مسلمان نوجوانوں میں شان و اقتیازی نہیں دیکھی، دوسروں کے رنگ میں رنگے ہوئے اور انہیں کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے نظر آنے، ہم جزیرۃ العرب میں رہیں تو نمونہ بن کر رہیں اور جب امریکہ اور جاپان جائیں یا کسی بھی ملک میں جائیں تو وہاں بھی کامل عقیدہ منوہ بن کر رہیں مسلمان تو ایک نور ہے اور نور چھپ نہیں سکتا۔

یہ ایک اہم بات ہے جو میں آپ سے کہنا چاہتا تھا، میرے دوستوں اور بھائیوں کی طرف سے یہ پیغام نہیں ہے بلکہ یہ انسانیت کا پیغام ہے، اگرچہ میں بہت چھوٹا ہوں لیکن میں انسانیت کا نمائندہ ہوں۔

میرے کان، دلوں کی دھڑکنیں، ضمیر انسانی کی آواز اندرون کی مرگوشیاں سن رہے ہیں۔ میں یہاں کہہ رہا ہوں، لیکن دنیا کے آخری حصہ میں امریکہ اور یورپ والوں کے جذبات و خیالات میرے کان سے نکل رہے ہیں، آپ بھی ان کو سن کر محسوس کر سکتے ہیں، اُن کو زندہ

مردمِ مسلم سے رابطہ قائم کریں۔

میں اپنی بات اپنے نو جوانوں سے کہہ رہی ہوں کہ اپنے آپ کو تیار نہ کرنا اپنی بیوقوفی اور کمزوری سے چارستانہ کیوں ایجاد کی جاتا ہے۔ پچھلی اور حوصلہ شکنی کا اپنے نو جوانی بھانپنا، شہ سواری اور ادوار اہزی اپنے اندر پیدا کرنا، خوشامناسی اور انسانیت سے بالاتر ہو کر کام کرنا، نہ مال کے غلام نہ خود کے اور نہ مادہ پرستی میں مبتلا ہو کر ناقص اللہ کی بندگی میں داخل ہو کر اس کے بندے بن کر رہنا، یہ کہہ سکتا ہوں کہ اللہ نے ہم کو بھیجا ہے کہ جس کو وہ چاہتا ہے اس کو بندوں کی بندگی سے نکال دے۔ بعد ازاں ایک اللہ کی بندگی میں داخل کریں، اور دنیا کی تکلی سے نکال دے۔ دنیا کی نعمت میں داخل کریں اور غریب واریان کی زبانتوں سے نہایت دعا آرا اسلام کے تصانیف میں داخل کریں۔

پورا عالم جہنم کو شہ کہہ کر اس نے گاہ میں یہ وعدہ پھرتا ہے۔ یہ جہنم آئینہ ہے وہ سب اس نے جہنم کے وہ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اور انسانیت کو اور قوموں کو وہ حصوں میں بانٹ دیا۔ ایک خوش قسمت اور نصیب آوارہ اور بد قسمت و رقی۔ ایک نجات پذیر وائی، دوسری ہلک و رہاوارہ۔ نئے والی میں چرکتا کرتا ہوں اور اس قیمتی موقع کی فراموشی پر وہ ہمارے شکر یہ اور کرتا ہوں، کہ اپنے نو جوانوں سے ملاقات کا اور ان سے صاف صاف گفتگو کرنا چاہی اور غلامی کے اتمہ ہاتھ نہ لگنے کا موقع۔ ۱۰۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ



سب سے بڑا حرم ہے بلوچان کے کام آئے، ان کو خانہ ہویم پئے اور پچاس ہزار حج عس  
ہو من کربہ فوج اندھہ کربہ من کرب یوم القیامۃ " جو شخص اس مقام پر ایمان لی  
ایک اکائی کور کرے گا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کی تالیف و تدوین کریں  
گئے۔

اسلام میں خدمتِ شفق کو عام طور پر جو کوئی نہیں ہے اس کے لحاظ سے اس کا دور ہونا بہت مشکل ہوتا ہے اس کی بڑی ترغیب دی گئی ہے اور اس کو آج صدیوں میں بڑا اور بڑا پایا ہے جو کسی انسان کی تکلیف کو دور کرنے میں یہاں تک کہ ان کو اس کا پناہ اور پھر ہوا ہے جو کسی چنی چنی رہا ہو اس کا ٹکاس لگا دے یا اگر زارتہ میں وہی خطرہ ہو اس سے لوگوں کو آکا کر دے یا نہ دور کر دے تو اس کا راز اجرا بتایا گیا ہے اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ اگر آپ حضرات نے تاریخ پڑھی ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ علم اسلام میں خدمتِ شفق کے ایسے ایسے نمونے ملے اور دور مرکزِ قحط ہوئے ہیں جن کی وہی میں مثال کافی مشکل ہے اور ایک زمانہ میں اس کا مرکز ایک بڑی خدمت اور ایہ جواب کی پینہ کچھ کرپ گیا ہے اور خاص طور پر یہ جواب کا قیام ہے اس میں اللہ کے اجر کی طلب اس کی رضا اور خوشنودی کا شوق اس کی ایچی درستی میں کوشش کیا گیا ہے جو ہمارے ہم میں کسی اور نہ سب میں نہیں ہے اس میں لوگوں کی تکلیف کو دور کرنے اور ان کو دوا دلانا اور اس کا علاج کر دینا ایک بہتر کام ہے بلکہ کسی نہ سب میں اس پر اللہ کے اجر کا وعدہ اور اس کا اعلان ہے اس کام میں اس صحت کے جذبہ کی قبولیت کا ذکر نہیں ہے یہی تاریخِ غائب کے مجدد و نقالی مطا عد میں مجھے یہ بات نہیں کی آپ دیکھیں گے کہ ایسے مسلمان اہل خدمت ہیں اللہ کے ایسے نیک بندے کہ ان میں انھوں نے ظلو کی تکلیف کو دور کرنا اسے غلبہ سے باہر رکھنا خود کو کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہو اعلیٰ درجہ کی محبت سمجھا ہے اور اس کو بعض اوقات نقلی چیزوں پر ترجیح دی ہے کہ اللہ کے کسی بندہ کی تکلیف ہمارے بارے سے اور اللہ تعالیٰ ہم سے پیارا نہیں ہو کیا جیسا ہماری کسی ہم مبادی میں نہیں اس طرح کے واقعات سے ہماری تاریخ بھری ہوئی ہے۔

حضرات کو آپ اسلوب میں اس قدر اطمینان حاصل ہو گیا کہ انہوں نے اپنے آپ کو اسلوب کے انداز میں ڈھال لیا۔

کرام، شان، عظام، مصوفیاء اور اولیاء اللہ بھی اس کو کتنی ترجیح دیتے تھے، ان کے ایسے واقعات ہیں کہ حیرت ہوتی ہے، کہ انھوں نے اتنی بڑی قربانی دی، اتنی بڑی مشقت برداشت کی، راتوں کو جاگنا، دوسروں کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے خود کو تکلیف میں ڈالنا، اس نے واقعہ آپ کو ہر گز و سونگ کی کتابوں میں ملیں گے، جن سے کتب خانے بھرے پڑے ہیں۔

دیکھئے انسان کو اپنی ہائی ہوئی ہر چیز عزیز ہوتی ہے، چھوٹی سے چھوٹی چیز عزیز ہوتی ہے۔ یہ ادارہ تو بہت بڑی چیز ہے اس ادارہ کی ایک ایک اہمیت بھی عزیز ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنے پیار کی ہوئی حقوق عزیز کیوں نہ ہو، مذاہب کا مسند، ملک ہے، وہ تو نجات کا معاملہ ہے اور قیامت کے دن اس کا فیصلہ ہوگا لیکن میں دنیا میں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو درپابِ احسان کہتا ہے، رب المسلمین کہیں نہیں آیا ہے اور پھر رب کا غلط عینی میں اتنا عام جانتا اور پہنچتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں اردو کا کوئی مغز لفظ نہیں رہا جو کہ ہر طرح کا خیال رکھتا ہو، ہر طرح کی شہر گہری کرنے والا، اس طرح یہ بہت بڑی خدمت ہی نہیں بلکہ میں کوئی ایک عبادت سمجھتا ہوں جس کے لئے یہ مرکز قائم کیا گیا ہے اور میں اپنی سرت اور اپنے اس انداز میں کہ بھی اچھا رکھتا ہوں کہ مسلمانوں میں اس چیز کی کمی تھی، ضرورت تھی کہ ہر بڑے شہر میں کیا ملتی ہو شہر میں خاص طور پر مسلمانوں کی طرف سے ایک ایجنٹ ہوگا، جس کے اندر اس دل سوزی، دھڑکی اور فکر کا انگہارہ ہو گا، جو عام اسپتالوں میں نہیں ہوگا اس لئے کہ وہاں تو فتنہ ہے، سائنس ہے اور ڈیوٹی ہے لیکن یہاں تواجر بھی ہے، ڈاکٹر کی امید بھی ہے، اس کی ضرورت کو احساس بھی ہے اور مجھ میں ہر انسان کو آج کی دوا دہونے کی بنا پر بعض اوقات ہم وطن ہونے کی بناء پر اور بعض اوقات دوسرے اور رشتوں کی بنا پر صرف ڈاکٹر اور مرہٹوں کے رشتہ کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ ان رشتوں کی رعایت کر کے دیکھنا چاہئے، اس لئے ایسے چٹانوں کی غرض خود مسلمانوں کی طرف سے جانے کی ضرورت تھی اور اس میں وہ عناصر شامل ہو سکتے تھے اور ہوتے ہیں جو ایمان کا نتیجہ ہیں، انسانی دھندلی کا نتیجہ ہیں اور جو اللہ کی مخلوق کو اپنی برادری اور ہم جنس سمجھنے کے عقیدہ میں داخل ہیں، اس لئے ہمیں بڑی خوشی ہے کہ ہمارے اس تاریخی شہر میں اس بڑے ملکی مرکز میں اور ایک بڑے شاندار روایات اور تاریخ کے ماس شہر میں ایک پتھان نام

مسلمانوں کی طرف سے قائم ہو رہے ہیں انہیں امید ہے کہ یہاں ان بھائیوں، اس آل ہادی، اور مسادات اور میں اخصاص و محدود کا اقتدار ہو گا، جو عام طور پر اپنی باتوں میں نہیں مانتے، جس اپنی باتوں کی تائید کے بغیر اور اس پر تنقید کے بغیر کہتے ہوں کہ یہ نتیجہ ہے اس شریعت اور اس انداز کی تعلیم کا جو اسلام نے دئی ہے۔ آئی وہ انسان سے بہت دور چاہئے اور کسی ایسے کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ نئے قوانین کی طرف ذرا حساس ہونا چاہئے اور اس کی صمد یا نہیں ہے اور ہر مسئلہ کی طرف سے ہم میں چٹا جاتی ہیں۔ میں مہاراجہ دیشی کرنا ہوں اپنے ان بھائیوں اور یہ بھائیوں کو منحوس نے اس کا حق لے لیا اور اس کا حق بنیاد دانی اور چرچہ اس کو اس کی بات اور اس کا معیہ پر لے جاتا ہے جس کے جو اس کو ہر نے ہے۔ اس اپنی اس کے مقابلہ میں نکلا، اللہ عز و جل کے ہاتھ کے ہاتھوں اور مسیحیت کے ہاتھوں کو اس سے آرام ملے گا اور ان کی وہ نہیں حاصل ہوں گی، میں وہ پارہ مہاراجہ اور یہاں یہاں کے ہمارے زاروں کا انوں، خداؤں اور زمینوں کو، جنہوں نے نہیں بھی اس سرست میں شریک کیا، میں وہ کہتا ہوں کہ یہ اپنی بات کا مہیا نہیں ہو، نیک کام نہیں ہو اور جذبہ بھی نہ ہو اس کے اندر ایسی جاذبیت اور خصوصیت ہو کہ وہ اس کی طرف تھیں اور اس کو اور سے اپنی باتوں اور چٹا کرے، اللہ تعالیٰ دنیا میں نے مصیبتوں سے نجات اور خدا سے خدائی اور آخرت میں قلمت و ان پورہ ہونے کا حق۔

”وہ شریعت کا حق اللہ تعالیٰ رب العالمین

افسان کی فطرت میں عشق و محبت کا عنصر

الحمد لله حمده وسبحه ونوكله ونعوذ بالله من شرور أنفسنا  
ومن منات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له  
ونسبهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد أن محمدا عبده  
ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا كثيرا

اسلام تو حید کا دین ہے اس میں وساطت و کالت کی ضرورت نہیں

اسلام تو صیدِ خاص کا دین ہے، وہ نہ اور نہ دوسرے دین کی سی، اس بات کو نہ تکلیفی نہ محکمہ تکمیل نہیں، اور نہ ہی ایسی محسوس اور دینی چیز کا روادار نہیں، جس کو انسان اپنے فکر و تخیل میں معبود کی طرح یہاں کر لینی ساری قربانیاں اور بہت قوت اس پر مرکوز کر دے، اور جس کے واقعات سے اہل بیت و جنت کے افسانے میں نہ تو واسطوں کی تکنیف و تزیین ہے نہ مطلق برائی، نہ تصویروں کی نہ تصویروں کی، نہ یہاں یا دوسرے پر بہت سے قسم کا کوئی ایضہ پایا جاتا ہے، نہ کاغذ اور مچھاپوں کے طرز کی کوئی زیوریت۔

ہذا قدرتی فلسفہ ارسطو ہے۔

وَأَمَّا أَنْتَ يَا شَاخٍ عَلَى قَمِي قُرَيْبٍ أَجِيبْ دَعْوَةَ الْمَدْعَى الْإِذْ تَدْعُو  
فَلْيَسْجُدْ لِي وَأَيُّ مَوْسَى لَعَنَهُ يَرْتَدُّونَ<sup>٤</sup>

اور حبیب آپؐ سے بندے مجھے بارے میں اور سنت کریں تو میں تو قریب ہی ہوں اور دعا کرنے والے کی وہ قبول کرتے ہوں۔ حبیب! مجھ سے دعا کرتے ہیں (ادا کرو)۔

یہ اپنے کریہ سے احکام قبول کریں، اور اللہ پر ایمان لائیں۔ حبیب نہیں کہ دعا سے پاجا میں

(۱۱) ہوائی اڈے پر پہنچنے کے بعد سبھی نے ایک دوسرے کو مبارکبادیں دیں اور کہا کہ یہ ایک تاریخی لمحہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

واعبدوا اللہ محصلہ الدین، الا اللہ الدین الخالص والذین اتخذوا من دینہ اولیاء فان عبدہم الا لیتبروا بنا الی اللہ ولکنی۔

ہو آپ خالص، تو تم ان کے اللہ ہی کی عبادت کرتے رہیے، یہ کہ عبادت خالص اللہ ہی کے لئے ہے اور میں انہوں نے اس کے علاوہ شرف و ثناء کی کوئی چیز نہیں (کہ) انہیں تم ان کی پرستش میں اس لئے کرتے ہیں کہ یہ تم کو خدا شریک قرار دیں۔

اس کے علاوہ اس میں ایک ایسا دین ہے جو خیال کی پختہ فکر کی بلند کیفیت و ارادہ کی صفائی و پختگی، غیر سے بے تعلقی اور عمل میں انفرادیت کے اس معیار اور فکر اور عقیدہ کی اس سطح پر ہے جس سے بہتر معیار اور بلند سطح کا قابل تصور ہے، دنیا کے تمام مذاہب، فلسفے، روایتی اور عقلی انتظام اور پوری انسانیت کی سرگرمی ان تمام ان چیزوں کی پختگی کرنے سے قاصر رہی اور اس معیار سے قریب بھی کسی کی رسائی نہ ہو سکی، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنا جو فلسفہ بیان کیا ہے اس پر کوئی امتداد ممکن ہے۔

لکن کم عندہ فی اوہو المسیح البصیرہ

جوئی اس سے مشکل نہیں وہی (برہان کا) استدلال ہے (یعنی ظاہر) دیکھئے ازل ہے۔

ایک مشہور و ضرورت جو شوق و تعظیم کا مرکز بن سکے

یہی حضرت اسماعیلی حضرت اسماعیلی ہے ایک ایسی چیز کی تہ اور آرزو ہے بشری سرشت میں داخل ہے جس کو وہ اپنی ان مادی کمزوریوں سے بچ سکتا ہے اس کے ذریعہ اپنے جذبہ شوق کی تسکین کر سکے، جو قرب و وصل اور تعلیم و تعلیم کے اس شدید عقدہ کی آسائش کا سامان کر سکتے، جو ہمیشہ سے اس کے غم ہے۔

شعائر اللہ اور اس کی حکومت

اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسی غمازی اور محسوس چیزیں مقرر کی ہیں جو اس کی ذات القدس کے ساتھ جتنی خصوصیت رکھتی ہیں، ایسی ہی طرف منسوب ہیں، ایسی ہی جہانی جانی ہیں، نور میں پرانی رشتہ کی اس قدر عقلی اور مادی کی ایسی نظر ہے کہ ان کو دیکھ کر ہی نہ مایوس ہو سکتا ہے،



اس کے علاوہ ان کے ساتھ بہت سے ایسے واقعات و معاملات اور اعمال و احوال وابستہ ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور اس کے انعامات، اس کا دین تو دید اور اس کے رسولوں کا جہاد اور صبر یا دولا تے ہیں، مان چیزوں کا نام اس نے ”شعائر اللہ“ رکھا ان کی تعظیم و اپنی تعظیم قرار دی اور ان میں کوتاہی اپنے حق میں کوتاہی کے مرادف بنایا اور انسانوں کو اس کی اجازت بلکہ دعوت دی کہ اس کے رعب و پشیدہ دستور محبت اور مشاہدہ و قرب کے فطری جزئیہ کو تسکین دیں اور اپنی آسودگی کا سامان کریں۔

ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ وَمِنْ بَعْضِ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَانْهَآ مِنْ فُتُوٰى الْقُلُوْبِ

یہ بات ہو چکی اور جو کوئی (دین) خدا کی یادگاروں کا ادب رکھے گا سو یہ (ادب) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔

دوسری جگہ ۲ ہے۔

ذٰلِكَ وَمِنْ بَعْضِ حُرْمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لِّهِ عِنْدَ رَبِّهِ

یہ بات ہو چکی اور جو کوئی بھی اللہ کے محترم اداکار کا ادب کرے گا سو یہ اس کے حق میں اس کے پروردگار کے پاس بہتر ہوگا۔

### انسان کی فطرت میں عشق و محبت کا عنصر

انسان نہ صرف عقل محض ہے، نہ مجبور محض، جو کسی قانون اور طاقت کے سامنے ہڈی پھینک دے، نہ وہ ایسا مشغی پرزد ہے جو کسی خاص قانون اور پہلے سے مقرر کردہ نقشہ کے مطابق ایک دائرہ میں گردش کرتا رہتا ہے، وہ عقل بھی ہے دل بھی، ایمان بھی ہے اور دین بھی، اخلاقت بھی ہے اور محبت بھی، اور انسانی نفس اس کی عظمت و شرافت، اس کی خاقیت و برتری، ذہانت و فطرتی امتیازی و برتری اور ایشاد و قربانی کا راز پوشیدہ ہے، اسی کی بدولت اس نے جہاد سے دشوار مسئلہ پر قبو پایا، محیر العقول کارنامے انجام دیئے، خارق عادت باتیں اس سے صادر ہوئیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسی کی وجہ سے وہ ”انسانیت“ اس کے حوالہ کی گئی جس سے آسمان، زمین اور پہاڑ سب معذرت کر چکے ہیں، اس شہر کا مدد سے اس نے ان بلند نیوں پر اپنا نقش بنایا جنہاں مغرب فرشتوں کے بھی پر چلتے ہیں، حیوانات نباتات اور جمادات کا ذکر کیا ہے؟





اللہ تعالیٰ نے یہ صفات عالیہ اور اسمائے حسنیٰ بنائے۔ ماسئلہ ہو گئے جن کے قرآن و حدیث بجا دیا ہے اور جن پر مشفق مجتہدین بیٹھ کر بحث کرتے رہے، عارفانِ حق کے نزدیک کھاتے رہے اور جن میں کوشش میں مشغولی رہے، وہ ان کا کھل چکے رہے ہو، ان میں معرفت و حقیقت زندگی بھر اس مسئلہ کے ساتھ نہیں ہوتی چلتے رہتے، یہ ان ایک چوٹی یا آگنی ناکہ اور قوتوں کی طرح ہو رہا ہے۔ جس کے دلوں میں بھرنہ ہوتی، یہ ان میں کوئی جہ پور نہیں کھڑی پیدا کر سکتا، وہ ان کے دلوں کو گرم اور آگ لگھوں کو کھڑکرنے کی صلاحیت رکھتا، ان سے دعا میں ان کی وقت کی کیفیت پیدا ہوتی، جہ ان میں ہر فرد کی کاوش، اندر میں اس کا سودا، اس کے بغیر خدا اور بندہ کا تعلق ایک مرد اور مردہ واقعہ ہے، اس میں نہ کوئی زندگی ہے، نہ روح، نہ قلب، نہ ذہن، نہ ایمان، نہ ایمان کی ایک ایسی شے، نہ اور بے جان چیز ہے، جو حقیقت و آراء و مسائل حقوق اور دعویٰ و شوریہ کی کی دولت سے بے لگش تھی، ان میں اور غروم ہے۔

انرا فائدہ نہایت سے یہ بات چھین لی ہے کہ تو زندگی اور موت، نہان اور بھلائی میں آخر کیا فرق باقی رہ جائے گا؟

اس سے غم کی یہ قیمت جو کبھی چھٹک نہ پائے

ہاں کی اس قوت کو کچھ کم کرنے اور روح کی پیاس بجھانے کے لئے ایک مسلمان، اس کی نہ درست تھی کہ اس سے دعا کا سفر اور نگاہوں کا بچہ نہ پھٹک چھٹک کر چھٹے لگے اور دوری، محبوبی کی آگ میں جلتے ہوئے دل کو یہ اب کر رہے اور چاہا گیا جام ہے، جو بھر کر پھٹک کر جانے نہیں پھٹک کر بہ نہ پائے۔

حج بیت اللہ جہد بہ عشق کی تسکین کے لئے ہے

ہمارے غریب نے اپنی زبرد روزگار، روزانہ تہ اور شریعت کے گہرے مظالم سے اس کشتہ کو خوب بوجھا تھا کہ محبت و شوق ایک زندہ اور سلیمہ اللہ انسان کی حقیقی ضرورت ہے، وہ اس کی تسکین کے لئے ہمیشہ طلب ہے، تو میں رہتا ہے، بیت اللہ اور اس کے ساتھ جتنے شعراء اور حج کے مسرتک و مشاغل ہیں، وہ اس کی اس چکی اور حقیقی ضرورت کو بھی غرض پر روا کر نکلتے ہیں اور ان سے اس کو چھری تسکین اور تسلی حاصل ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذْ أَنَا لَمِ الْأَهْلِيمِ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْعِيَ  
لِلطَّائِفِينَ وَالْمُقَافِنِينَ وَالرَّكْعَ السَّجُودَةَ وَإِذْ لِيَ الْإِنْسَانُ أَهْلَ الْحَجِّ بِأَنْوَاعٍ  
وَجَلَالًا وَعُفَى كُلُّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ۔ لَبِثْهُمْ يَوْمًا مُصَافِحِينَ  
كُرُوا أَسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقْتَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا  
وَارْضَعُوا لِأَنْسِ الْفَقِيرِ، ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفْتَهُمْ وَلْيُؤْتُوا نَوَافِلَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا  
بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ

اور (وہ وقت یاد دلائیے) جب تم نے اپنے آپ کو بیت اللہ کی جگہ بتائی (اور ظمہ دیا) کہ  
میرے ساتھ جو کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو پاک رکھنا، طواف کرنے، والوں اور قیام  
وہ کو حج و عمرہ کرنے والوں کے لئے اور لوگوں میں شریعت کا اعانہ کرو، لوگ تمہارے پاس  
پہنچیں ان میں سے تمہارے اور علیہ السلام پر بھی جو دور دراز راستوں سے پہنچیں ہوں ان کے لئے اپنے  
قوائد کے لئے آج موجود ہوں اور تاکہ ایام معلوم میں اللہ کا نام میں مان کر پیالیاں پر جو اللہ نے  
ان کو عطا کئے ہیں، پس تم بھی اس میں سے کھاؤ اور مصیبت نہ دو چنانچہ کو بھی کھاؤ جو لوگوں کو  
چاہیے کہ اپنا میل پیکل دور کریں اور اپنے اذیت کو ہموار کریں اور چاہئے کہ (اس) قدر  
گھر کا طواف کریں۔

امام غزالی لکھتے ہیں۔

”اگر اللہ تعالیٰ سے لقا کا شوق ہے تو مسلمان اس کے وسائل اسباب اختیار کرنے پر آمادہ  
مجبور ہوگا۔ عاشق اور محب ہر اس چیز کا مشتاق ہوتا ہے جس کی اخلافت اور اس کے محبوب کی  
طرف ہو اس کی فہمت عزوجل کی طرف ہے اس لئے مسلمان کو قدرتی طور پر اس کا سب  
سے زیادہ مشتاق ہونا چاہیے، علاوہ اس اہم دوا اب کیا طلب و احتیاج کے جس کا وعدہ بھی  
اس سے کیا گیا ہے۔“

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بھی اسی فکر کو حج کی بنیادی حکمت بتاتے ہوئے ایک جگہ

لکھتے ہیں۔

”تجلی کسی انسان کو اپنے آپ کی طرف نہایت جدا افتاد بناتا ہے اور محبت و عشق باری ہے اور اس شوق کی قسمیں نے سنے سے پہلے چاروں طرف گھومنا اور اس کو محسوس ہوتا ہے کہ اس کا دل اس سے جدا ہے۔“

یہ دو کتب تھیں کہ وہ اس شوق و محبت اور ان بہت بات، کیفیات کی قسمیں ان غوروں سے زیادہ اترتا ہے، جو وہ ان میں لگی ہوئے ہوتا ہے، وہ ان میں اپنے دل کو چھٹکتے دیکھتا ہے اور محبت و عشق کی سن چٹکتا ہے۔ یہ قرآنی اور ان کی مانی ہے۔ اپنے آسمانوں کے چاروں طرف اترتا، ان کی شک کے یہ چند قطرے ٹھوڑی دیر کے لئے اس کے دل کو گرم اور ان کیوں کو ضرور کر سکتے ہیں، اس کی تعلیمی اور دہریس کر سکتے، ان میں محبت کی سن بڑا کچھ کر سکتے کی حالت میں جو ان کے ہاتھ اس کے پیڑ میں بھی کی صورت ملتی ہے، اور اس کو یہ پہلو بھی نہیں لیتے ہیں۔

مادیت کے نفس و زریں سے کائنات کی

بیکران و سموتوں میں

اسی طرح اس کو روح کی یہ سن بھٹکتے، ہوش و دل کو آدھم ہو چکے، نفس کی سرشتی کو اکابر کا نے، وراثتی مرغوبات و روایات کی ”راثت“ کے خلاف علم و عبادت بلند کرنے میں رہنمائی سے بھی مدد ملتی تھی، اس لئے کہ اس وقت مصر کے مسلمانوں اور اسی دور پر ہی کی وجہ سے اس کی روح کو کھنڈا تھی ہے، اور سفاکی و بے نظیر باری ہے، انہیں یہ بھی چند لکھی تھی چھڑیاں ہیں، جو ان کی ایسی چیزوں سے تھری رہتی ہیں، جن سے روزہ کا اثر نہ ہو، اور سفاکی رہتا ہے، اس کے چاروں طرف شکر و مرقم کائناتوں، انواع و اقسام کے افعال و روایات، ظلی اور ظہری کی کائنات، و حوالہ بن جاتا ہے جو اس کو نہیں دیتے، ان کے لئے اس کا معنی و لوازم اور عبادت اور غفلت، و محبت کا علم، اور ان چھ ہے، ان چاروں طرف سے اس کو اس طرح حیرت میں رکھتا ہے، جس طرح کو فی پھون سا جزیرہ کائنات و علم و نصیحت سے سندر میں گھرا ہوا ہو۔

ان تمام باتوں کی وجہ سے اس کو ایک ایسی برکت و عبادت و عبادت و عبادت و عبادت کی ضرورت تھی، جو اس کے شوق و مسائل پر پوش و پوش کر کے رکھ دے اور اس کو ایک ہی پہلو تک



اس پر قابض ہے، تھوڑی دیر کے لئے جذبہ دل اور ہوا و شوق کے حوالہ کر دے، ابھی اس طرح ہادیہ بیانی و محضر نورانی کرے جس طرح عشاق و محبین اپنے محبوب کے لئے کرتی ہیں، ابھی اس شور و ید و آشفتہ سری کا مظاہرہ کرے جو اہل جنوں و اہل وفا کا شعار ہے، اس لئے کہ جس کو سوسائٹی، راج اور دم و رواج نے غلام بنایا ہو، اس کو آزاد کون کہہ سکتا ہے؟ جو اپنی عادات و خواہشات اور مرغوبات کا اسیر ہو، اس کو سونہ کیسے کہا جاسکتا ہے؟ اسی طرح اسی شخص کو مہیج و مہر و ہار اور وفا شعار کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اور جو ہمیشہ اپنی عقل پر اعتماد کرتا ہے، اور جب تک اپنی محروم و اور مخلوق عقل کے پیانہ سے کسی چیز کو ناپ نہ لے اور اس کو عمر وں و مادی فوائد اس کے صدمہ میں نہ جائیں اس میں کسی کام کا دلولہ اور اطاعت کا جذبہ ہی نہ پیدا ہوتا ہے، یہ عجیب اپنی خصوصیت عقل کے ساتھ عقل اور مادیات کے پرستاروں اور غلاموں و پلٹن کے اسیروں کے نور سائنہ قوانین اور زندگی سے اس "روٹین" کے بالکل منافی ہے جس کے دو لوازم ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر ایمان بالغیب اور حکم کو محض حکم سمجھ کر بے خون و چہ انجلا لانے کا جذبہ اور ملک پیدا ہو اور اس عقل کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے اس منصب سے ہٹا دیا جائے جو ہر چیز کو منطقی و فلسفہ، بحث و مناظرہ و رد و بدل و محبت کے پیانہ سے ناپتی ہے اور ہر وقت اور ہر جگہ منطقی و استدلال سے کام لیتی ہے۔

مام غزالی نے آج کی حقیقت اور روح کو (جس کو ایمان بالغیب اور مطلق اعتقاد امر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے) پر محجب اور بلیغ انداز میں بیان کیا ہے، اور اپنے سوائے قسم سے اس کی انگلیش اور دل آویز تصور کھینچ دی ہے، انھوں نے دین کے اس اہم رکن کے قلب و جگر میں اثر کر بہت اچھی تقریر کی ہے اور اس کے مغز اور جوہر کو ہرے سامنے پیش کر دیا ہے، جو بہت سے قدیم و جدید اہل فکر کی نفس سے روکیا تھا۔

دیکھتے ہیں:

"اس (بیت اللہ کی) وضع اور شکل اس شان و دربار یا شای ایمانی کی طرح ہے جہاں پر عشاق و اہل فروق ہر ہوادار گزار اور دروازہ مقام سے اقصا و نیز میں، آشفتہ سر اور پراگندہ و سوہو کر پہنچتے ہیں، رب العلیت کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے، اپنی خدات کا اسماں لئے ہوئے، اس کی عزت و جلال کے سامنے اپنے کو فراموش کئے ہوئے اس صم و اعتراف کے ساتھ کہ وہ اس سے پاک اور بلند و برتر ہے کہ کوئی گھر اور چہار دیواری اس کو گھر نہ لے، یا کوئی شہر اس کا احاطہ نہ کر سکے تاکہ



ان کو بددیت و رقت اپنی انتہا تک پہنچانے اور اطاعت و امتیاء اور تسخیر و رضا میں کوئی کسر نہ رہے۔

اسی لئے ان کو ایسے اعمال اور نفس و حرکت کا پابند کیا گیا ہے جن سے نفس انسانی کا کوئی لہو نہ تھقل کی وہاں تک رسائی ہے مثلاً زری جہار (شیطان کو ایک خاص جگہ پر پہنچ کر پتھر مارنا) کہہ دہراہ کے درمیان بار بار دوڑنا، اس قسم کے اعمال کی سبب بدیت اور غایت و وجہ قائمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ زکوٰۃ میں قسم کی ہمدردی و سخاوت ہے، اس کا مقبوم بھی سبائی سے سمجھ میں آتا ہے۔ بد عقل بھی اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ درود و نفس کشی اور ان خود نشانات بشری کی سرکوبی کے لئے ہے جن کو شیطان اپنی مقصد برائی کے لئے استعمال کرتا ہے، اور اس میں دوسرے مشغل کمزور کے عبادت میں انتہا کو و اشتغال کا پہلو، صحیح ہے، نماز میں رکوع و سجود اور ان افعال اور حرکات کے ذریعہ جن سے تواضع کی روت پیدا ہوتی ہے، خدا کے سامنے سہمہ دینی اور اپنے بھگت کا اظہار ہے اور اس سے دامن کوئی مے کاؤ محسوس ہوتا ہے لیکن وہی جہاد دینی اور اس طرح کے دوسرے افعال ایسے ہیں جن سے دن کو کوئی حظ اور سرور حاصل نہیں ہوتا، صیامت بشری میں ان کی طرف مائل نہیں ہوتی اور عقل بھی ان کے معنی و مقبوم سے قاصر ہوتی ہے، چنانچہ یہ نفس یا اقلہ مصروف اطاعت ہی کے جذبہ سے کیا جاتا ہے، یہ سمجھ کر کہ یہ خدا کا ایک ظلم ہے جو ہر صورت و ذہب الایثار ہے، اس نے مقصد عقل کو اس کے اختیار سے خود مگردینہ اور نفس و طبیعت کو ان چیزوں سے دور رکھا، جن سے اس کو لذت و اور انس پیدا ہو سکتا ہو، اس لئے کہ جب کوئی چیز عقل سے لچکھ مخرج سمجھ میں آ جاتی ہے تو طبیعت اس کی طرف خود بخود جھٹکتی ہے اور طبیعت کا یہ رخاں خود ہی نفس کے باعث اور حرکت میں جاتا ہے، اور اس میں کسی سبب بدیت اور بخر و اطاعت کی شان باقی نہیں رہتی، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر خصوصیت سے یہ الفاظ کہے۔

لعل لحجة حقا تصدأ ورفاً

ہیک حج پر اپنے اس سے سمجھ غلامی اور عبادت کے جذبہ کے ساتھ۔

حج کے علاوہ یہ الفاظ آپ نے کسی اور عبادت کی کثرت کے لئے بھی مستعمل نہیں فرمائے۔

پندرہ صدیوں کی حکمت نے مخلوق کی نجات کا اور خدا اس پر رک ہے کہ ان کے اعمال اطاعت و امتیاء و تسخیر و بددیت کے طریقہ کار اور مشق پر ہواں ہیں، لئے وہ حال و بددیت (جن کے اسرار معنی نفس و فانی کی دوسری سے باہر ہیں) کے نفس اور روح و طبیعت، اطاعت و فضائل سے بنا کر بددیت کا مہ سے روکنے میں کرنے میں زیادہ توجہ ہے، اس بات کی تائید یہ بھی

جائے کے بعد یہ بات نگاہی تجربہ میں خوب آجائے گی کہ ان فعال اور حرکات و سکنات پر تعجب و حیرانگی نہ ہوتی تھی۔ مگر اس سے مخصوص امور اور قاصد و نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے اور رنج کی اصل بن گیا اور حقیقت کھلنے کیلئے انکے بالند و تباہی کافی ہے۔"

یہی ہمارے متعلق کہتے ہیں کہ اس کا نہ رہی طاعت محض اور بھرا امتثال امر پر ہے۔  
کہتے ہیں:-

"اس سے مقصود مجرد امتثال امر ہے تاکہ کھنکھارے عہدیت کا مظاہرہ ہو سکے عقل اور نفس کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے، مزید برآں اس سے مراد حضرات ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ ہے، اس لئے وہ ایسے طبعوں اسی جگہ ان کے حج میں شہید و کرنے کی کسی معصیت میں مبتلا کرنا آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کو غمزدہ کیا کہ ان کو تکلیف یاں ماریں تاکہ وہ ان کے پاس سے دفع ہو جائے، اور اس کو ان سے کوئی توقع ہی نہ ہو جائے، مگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ ان کے سامنے شیطان حقیقت میں آسمیا تھا، اس لئے انھوں نے اس کو مارا، میرے سامنے شیطان نہیں ہے کہ میں۔ روں تو اس کو سمجھتا چاہتا ہوں کہ یہ خیال بھی شیطان ہی کا پیدا کر رہا ہے اور وہی ہے جس نے یہ خیال تمہارے دل میں ڈالا ہے تاکہ شیطان کو ذلیل و خوار کرنے کا جوہر ام اور ارادہ تمہارا ساندہ تھا، و کمرور پڑ جائے۔

قرآن کو جانا چاہئے کہ کھ ہر میں قرآن مجید پر تنکریں مارتے ہو۔ لیکن حقیقت میں وہ تنکریں شیطان کے منہ پر پڑتی ہیں، اور اس کی کمر توڑ دیتی ہیں اس لئے کہ اس کی تہ لیلیٰ تو ہیں سب سے زیادہ اس قبیل حکم سے نوبتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اطاعت نفس کے جذبہ کے ساتھ ہو۔  
نفس امتثال کا اس میں کوئی حصہ نہ ہوتا۔"

قرآنی کے سلسلے میں کہتے ہیں:-

"جاننا چاہئے کہ یہ امتثال امر (یعنی قربانی) تقرب الی اللہ کا، بعد ہے، چنانچہ یہ عمل بھی فوراً بجا دینا چاہئے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے رخصتی چاہئے کہ اس کے نیک ایک جز کے بدلے میں تمہارا ایک ایک جز آگ سے محفوظ رکھے گا، بعد اس کی طرف آجائے، قربانی جتنی بڑی ہو گی اور اس کے اہل چاہتے زیادہ ہوں گے، آگ سے فدیے بھی اسی قدر زیادہ ہوں گے۔"

(۱) بحوالہ علوم جلد ۱ صفحہ ۱۲۰

(۲) احیاء العلوم جلد ۱ ص ۲۳۳

(۳) احیاء العلوم جلد ۱ ص ۲۴۰

حاجی حکم کا بندہ ہے اور اشاروں کا نظام ہے

سچ اپنے سارے ارکان و اعضاء اور مٹانک بہ عبادت کے ساتھ اطاعت محض، مجرداً، اختلال  
اس، بے پیمان و بے انتہا بن جانے اور یہ مطالبہ کے آگے سر جھکا دینے کا نام ہے، حاجی کبھی مکہ  
میں نضر آتا ہے، کبھی مثنیٰ میں، کبھی عرفات میں، کبھی مزدلفہ میں، کبھی ٹھہرتا ہے، کبھی سفر کرتا ہے،  
کبھی حیر گزرتا ہے، کبھی آٹھ راتا ہے، دو حکم کا بندہ اور چٹم و ابرو کا پابند ہے، اس کا خود کوئی ارادہ  
نہیں ہے، نہ فیصلہ نہ انتخاب کی آزادی وہ مثنیٰ میں اطمینان سے سانس بھی لینے نہیں پاتا کہ اس کو  
عرفات جانے کا حکم ملا ہے، لیکن مزدلفہ میں رکنے کی اجازت نہیں، ہوقی، عرفات پہنچ کر وہ دن  
بھر دعا و عبادت میں مشغول رہتا ہے، غروب آفتاب کے بعد اس کو اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ رات  
سستا لے اور رات کو پیس رو جائے لیکن اس کے بجائے اس کو مزدلفہ جانے کا حکم ملا ہے، وہ  
زندگی بھر نماز کا پابند رہا تھا لیکن عرفہ میں اس کو اس کا حکم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز ترک کر دے  
اس لئے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے، نماز یا اپنی عادت کو بندہ نہیں، وہ یہ نماز مزدلفہ پہنچنے کے بعد عشا کے  
ساتھ ملا کر پڑھتا ہے، مزدلفہ میں اس کا خوب جی لگتا ہے اور سوچتا ہے کہ یہاں جی بھر کر ٹھہرے  
مگر اس بات کی اجازت بھی اس کو نہیں ملتی اور اس کو مثنیٰ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیؑ اور سب انبیاء و کرام اور ان کے بعد تمام عشاق و اہل محبت اہل  
دل، اور اہل طلبہ کی زندگی کا طرز یہی تھا، کبھی سفر، کبھی قیام، کبھی وصل، کبھی ہجر، نہ عادت کی  
خلای، نہ ذوق کی اسیری، نہ خواہش کی تاجدار، نہ شہوت کے آگے پیر اندازی

رحمتِ خداوندی کو متوجہ کرنے میں زمان و مکان کا حصہ

اس کے لئے سب سے فزوں اور مناسب جگہ یہی تھی جہاں اہل محبت کے پیشوا و ائمہ  
کے امام اور اپنے زمانہ میں اللہ کے سب سے زیادہ محبت اور محبوب اور مقرب بندہ ہے، اخلاق  
و محبت و وفاداری و جن فداوی اور ایمان و قربانی کی ایسی ولادین اور حیرت و شہزادہ کبانی پیش کی جو  
پاکیزہ محبت، بے غرض و فداکاری اور صدق و اخلاص کی تاریخ میں سب سے زیادہ تابناک اور  
قریب ہے ان کے بعد جتنے انبیاء و کرام، موجد و مخلص اور عاشق صادق پیدا ہوئے، وہ سب اپنے  
اپنے دور میں انہی کے نقش قدم پر چلتے رہے ان کی ایک ایک ادائیگی نقل کرتے رہے اور صدق

وفا کی وہی کہانی ہر اے۔ ہے، انہیں نے اسی طرح بیتِ نقد کا طواف کیا، سفا و مرد کے درمیان سلی کی، جہالت میں ٹھہرے، عرصہ میں رات گزاری، جہالت میں تنگہ پس۔ یہ اور معنی میں کہانی تھی۔

اس طرح زندگی و زمان میں کہانی کی ان فصلوں میں جو بڑے و بڑی باقی رہی ہیں، ان افلاس میں جن میں ان کی تقلید جاری ہے، محبت کے ان پہلوؤں اور روح پرور کھیلوں میں جن سے نوجوانوں کو زندگی حاصل کرتے ہیں، اس زوق و شوق میں جس میں وہ ہمہ وقت ڈوب رہے ہیں، امت کے ان مختلف طبقوں اور جماعتوں کی صحبت میں جن کی روشنی ان کو مسر آتی ہے، مس وین اور روحانی اجتماع میں جس کی نظیر دوسے زمین پر نہیں ملے گی اور نر و غائبیہ و مستغنیہ کے دل آویز زمزموں میں جو ہر وقت اس فضا میں گونجتے رہتے ہیں اور دل میں بس جاتے ہیں، وہ چیز اب بھی موجود ہے جو مردوں کو یہ بات بخشتی ہے، یہ بات محبتوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، معطل، افسردہ فکروں کوئی زندگی بھانپتی ہے، عشق کی آبی ہوئی پیکاری کو نر سے بھر کا دیتی ہے، درجہ بندی ہے، جو بھنے کے قریب تھی یہ بھنے چلی تھی، رحمت الہی کی طرف متوجہ کرتی ہے، اور اس میں جوش پیدا کرتی ہے۔ مسلمانوں کے ایک عظیم الشان اجتماع اور انسانی ان کی دعاوں میں رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی جو خاصیت ہے اور اس کی بدولت سخت سے سخت دل و دماغ کی زندگی و حرکت اور ذوق و شوق کی جو کیفیت سامنے آتی ہے اس کی طرف بہت سے اہل نظر و اہل دین ملے۔ اسلام نے (بھی) متوجہ کیا ہے۔

## معاشرہ سانی کا باہمی ارتباط

الحمد لله نعمده و نستعينه و نستغفره و نو من به و نتركن عليه و نعوذ  
بالله من شره و انفسه و من ميات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من  
يضل الله فلا هادي له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و  
نشهد ان سيدنا و مولانا محمد آجده و رسوله صلى الله تعالى عليه و  
عليه آله و اصحابه اجمعين لما بعد فانعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم  
الله الرحمن الرحيم .

بابها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة و حق منهازو جها  
و بث منها و جازا كثيرا و نساء و اتقوا الله الذي تساء لون به و الارحام  
ان الله كن عليكم رافيا .

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو ایک مخلوق (یعنی آدم) سے پیدا کیا، اس سے اس  
کا جو جزا بنا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پیدا (پیدا کر کے وہ نے تمہیں پر)  
یکساں کر دیئے، اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت پر راز کرنا شروع کرتے ہو، وہ راز اور  
(قطع سعادت) اور ہام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ خدا تمہیں رکھ رہا ہے۔

یہ آیت سورہ نساء کی ہے، سورہ نساء کا نام ہی اس آیت کی دلیل ہے کہ اسلام نے طبقہ  
اناث کو ورجس لطیف کو کیا مقام دیا ہے، اس میں سمجھتا ہوں کہ طبقہ اناث کے متعلق اسلام کے تصور  
اور مرد و عورت کی باہمی ذمہ داری اور تعلقات کی نوعیت پر یہ آیت پوری روشنی ڈالتی ہے۔ پہلے تو  
اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ ان دو طبقوں کی خلقت ایک ہی طرح ہوئی ہے، اور  
ان دونوں کی قسمت ایک دوسرے سے ایسی وابستہ ہے، گویا ایک جسم کے دو حصے ہوں، مرد و  
عورت کی جسمانی ساخت میں معمولی تبدیلیاں ہوں جب سے ہیں کہ انوں زندگی و سفر و شغل واری  
سے ملے کر نکلیں۔

پہلے تو ان دونوں طبقوں کا وجود نفس واحدہ سے ہے پھر اس نفس واحدہ کو دو حصوں میں

تقسیم کر دیا گیا، اس تقسیم کے باوجود ان میں کوئی تشدد، کوئی بیزاری نہیں بلکہ وہ ہر ایک کو ایک نیا نیا جنت پر متعلق ہو چکے ہیں۔ اس دنیا میں سفر کرنے والے انسان کو ہم سفر اس کی جہت سے دیا گیا ہے، اور وہ ان کے جسم کا حصہ ہے۔ پھر اس کے بعد ان دونوں سے نسل انسانی کی آفرینش اور ان کی آتش بونی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی رفاقت محبت اور ہم سفری میں بڑی برکت عطا فرمائی کہ جو دو تھے، ان سے ہزاروں ہوئے اور ہزاروں سے لاکھوں ہو گئے۔ یہاں تک کہ صحیح تعداد کا شمار ہی نہیں لگا سکتا ہے کہ کتنے انسان پیدا ہوئے؟ اس کو صرف خدا جانتا ہے۔ کثیر الکثیر کے لفظ سے خدا نے ان کی کثرت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

## سائل بھی اور مسئول بھی

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس خدا سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ قرآن مجید میں انقلابی طور پر تصور پہلی مرتبہ پیش کیا گیا ہے کہ انسانی سوسائٹی کا ہر فرد ایک دوسرے کا کھانا ہے، ہر ایک سائل ہے اور ہر ایک مسئول ہے۔ پھر تقسیم اس طرح نہیں کہ سائلین ایک طرف ہیں اور سؤلین دوسری طرف بلکہ ہر سائل ہے وہ مسئول بھی ہے، اور جو مسئول ہے وہ سائل بھی ہے، ”مسؤل“ (مشترک) سؤل (جواب) ایک ایسی ترجمہ ہے جس میں ہر ایک بندھا ہوا ہے جس میں ہر ایک دوسرے کا ضرورت مند ہے۔

مردم و ملت کے بغیر اپنا قدرتی اور فطرتی سفر ختم کرنا طریقہ سے غلط نہیں کر سکتا اور کوئی شریف خاتون، رفیق حیات کے بغیر ختم کرنا طریقہ سے زندقہ نہیں گزرا سکتی، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو دوسرے کا ایسا سائل اور محتاج بن دیا ہے کہ اس کے بغیر زندگی نہیں گذر سکتی۔

## خدا کا نام بیگانوں کو یگانہ بناتا ہے

پھر بھی یہ فرمایا گیا کہ سؤل جس کے نام پر تم کرتے ہوئے وہ خدا ہے، اسنامی معاشرہ خدا کے عقیدے، خدا کی عظمت، خدا کی قدرت اور خدا کی عظمت، خدا کی قدرت اور خدا کی وحدت پر ہی قائم ہے۔ ایک مسلمان ہر ایک مسلمان مرد کی مسلمان خاتون سے ہم سفری اور رفاقت پسند ہے۔ وہ سؤل ہے۔ وہ خدا کا نام لے گا جس کو بیگانوں کو یگانہ بناتا ہے۔ وہ کوئی ایک کرتا ہے، غیر وہ کو اپنا بناتا ہے، اور جن کی پر مچائیں بھی پڑنا خداوند تعالیٰ کو ایسا

قریب اور عزیز بنا دیا جاتا ہے، ان کے بغیر زندگی کا صحیح تصور بھی نہیں ہو سکتا، وہ ایک دوسرے کے رفیق حیات اور سدا رہن جاتے ہیں، شوہر اور بیوی کا تعلق ایسی محبت و اعتماد کا تعلق ہے کہ بعض اوقات وہ والدین کے تعلق سے بھی بڑھ جاتا ہے، جو بے تکلفی، جو اعتماد، جو واقفیت جو سادگی، جو فطرت ان کے درمیان ہوتی ہے، کسی اور رشتہ میں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب اللہ کے نام کا کرشمہ ہے، خدا کا نام بیچ میں آتا ہے تو ایک نئی دنیا وجود میں آ جاتی ہے، کھل تک جو غیر تھا، یا غیر تھی، وہ اپنوں سے بھی زیادہ بڑھ کر اپنا بن جاتا ہے، ایک سلطان مرد، ایک سلطان عورت، ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف نہیں ہو سکتے، ایک دوسرے کے ساتھ بعض اوقات سفر بھی نہیں کر سکتے، ایک دوسرے کے لئے نامحرم ہیں لیکن بسبب خدا کا نام بیچ میں آ جاتا ہے تو ایک مقدس رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

یہ ایک قرآنی مجملہ ہے کہ ”نساء لون بہ“ کہہ کر معاشرہ انسانی کا باہمی اور بڑا، اور بڑی اور ہر ایک کا ایک دوسرے کے ساتھ جزا ہونا ایسا بیان کر دیا کہ کوئی بڑے سے بڑا منشور اور بڑے بڑے چارٹر بھی اس کو بیان نہیں کر سکتا، مگر خدا جنماح و مرفائیات (سوشیالوجی) کی بڑی عظیم کتب بھی اس کو نہیں بیان کر سکتی۔

پھر یہ فرمایا کہ جس کا نام بیچ میں لا کر حرام کو حلال کرتے ہو، اتنا باز کو باز کرتے ہو، دوسرا پہلی زندگی میں انقلاب عظیم لاتے ہو، اس پاک اور برے نام کی لاج بھی رکھنی چاہئے، زمین کے مگرے اور محکم تعلق کو قرآن مجید نے ایک دوسرے انداز میں بھی بیان کیا ہے، فرمایا ”ھن لباس لکم و اھتم لباس لھن“ (تم ایک دوسرے کا لباس بن جاتے ہو) یہ بھی قرآن مجید کا ایک مجرہ ہے کہ اسکے لئے ”لباس“ کا لفظ استعمال کیا، جو ستر پوشی اور نہنت زندگی کی اہم ضرورت ہے، ”لباس“ کے لفظ میں وہ سب کچھ عمیا جو زمین کے باہمی تعلق و اعتماد کے متعلق زیادہ سے زیادہ کہا جاسکتا ہے، تم ان کے لئے لباس ہو، اور وہ تمہارے لئے لباس ہیں، لباس کے بغیر جس طرح انسان حیوانیت سے قریب تر نظر آتا ہے، ایک محرآئی مخلوق نظر آتا ہے، ویسے ہی ازواجی زندگی کے بغیر انسانی غیر متدن نظر آتا ہے، اس کو غیر متدن اور غیر مہذب سمجھا جاتا ہے۔





# رشتوں کے توڑنے سے زندگی پر برے اثرات

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى۔

## ہماری موجودہ حالت

اس وقت مسلمانوں میں زوال و ادبار کی جو سطح ہوئی عیشیں اور بے برکتی، نحوست، تعصبات و رسوائی، بدنامی، جھجھکائی کے جو قومی اسباب پائے جاتے ہیں، ان میں تعلقات کی کشیدگی، قطع رحمی اور اس سے آگے بڑھ کر ناپاکی، عداوت ایک دوسرے کی عزت کے ورپے ہونا اس کو خاک میں ملانے کی کوششیں کر رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں مقدمہ بازی، جان اور وقت کی بربادی، ذرہ ختم ہونے والی پریشانیوں میں، منتظروں بلکہ بیزاروں خانہ ان ہیں جن میں زمین و جائیداد کے سلسلے میں اور کبھی بعض افسانہ ناک واقعات کے نتیجہ میں سخت دھچکا نا چاتی و کشیدگی دیکھنے میں آتی ہے، خاندان دو حصوں میں بٹ جاتا ہے، بعض اوقات صرف فی کے موقع پر برسوں کے گھڑے ہوئے مٹے ہیں، اور بعض اوقات اس کی بھی توقع نہیں ہوتی، سہا سہا سال تک اور نسل در نسل اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور دل و دماغ کی بہترین صلاحیتیں اور توانا یکسر دوسروں (اور وہ غیر نہیں خونی اور شہ کے بھائیوں) کو نپاؤ دھانے اور ان کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجوانے میں صرف ہوتی ہے، کسی بھی کی کسی اور نہ کامی پر ایسی خوش حالی جاتی ہے، جیسے کبھی (داؤر اقبل میں) کسی شخص کی فتح اور کسی نئی سلطنت کے حصول پر منانی جاتی تھی، نہ لوگ اسی ہستی سے کچھ بلند ہیں اور اتنے گئے لڑے لڑنے، ہزاروں کو کچھ فی اعظم یا نیک صحبت حاصل ہے، اور وہ اچھے دیندار نظر آتے ہیں، دو بھی مسیحی کے مفہوم سے مانتا، اس کے فضائل سے بے خبر قرآن احدیت میں اس کا جو درجہ ہے اس سے یکسر غافل اور دست بے ہوا اور اس سنت جلیلہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت محبوب اور عزیز تھی، جو جس کا رنگ سیرت نبویؐ میں بہت نمایاں اور غالب ہے، بالکل محروم ہیں، ہزارگوں کی وقتی کا ناہاہ پرانے تعلقات کی پاسداری و مددین کے دوستوں کے ساتھ سلوک بھروسہ کو، اندازین کی بہت

وہ نہ کلا اتر نہ چٹھوں نے ساتھ لے لیا۔ وہاں کا آب تو بہت دیر تک جاری رہا۔

اس کا نتیجہ ہے کہ نہ خدا ن اور نہ انسان کے لیے ہر گز جہنم کا قیامت اور دارالکائنات اور اسلام ہونے کے بجائے دارالحرب بنے ہوئے ہیں۔ زندگی کا لطف اور اہمائی زندگی بے سماجی زندگی کی بھی کوئی برکت نہیں آتی پھر اس کے نتیجے میں ملحق طور پر اللہ اور ان پر مومن کی زندگی بے اور وعدوں کے خلاف ہو رہی ہے اور جو برکتیں طلب کی ہو رہی ہیں ان کے نتیجے میں نہ شریعت اور قرآن وحدیث کا طرہ دوری ہم نے، یہ طریقوں میں انصاف نہ وقت میں انجائش، معاشرہ قرآن وحدیث میں تمہیں انصاف نہ لگتی، قطعاً ہی، بغیر ان کے اور اللہ کی حمد و اگلا۔ دانی ہے انسانی و انسانی کی جان کو دینے کے ہیں اور اس کے ساتھ بلکہ میں اللہ کی اسلام ذات، انسان کی، شش، غنیمت و لکھ، دینار و قہر پانی حق پر ہوتے ہوئے کبھی اب جانے اور ملرتے دیتے ہائے قطعاً ہی کرنے والوں کے ساتھ، وعدہ دہی، تکلیف پہنچانے والوں کے راستے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسی لئے، میں دین کے بہت سے شعبوں میں بہت کام نہوا ہے، جو بہت و فاضل احوال پر قابلِ توجہ خان کا تب خانہ تیار ہو گیا ہے، مسائل و مذاکام پر بھی بڑی بڑی کتابیں تیار ہو گئی ہیں اور چھ حصے سے سیاست و اجتماعیات پر بھی بڑی توجہ کی گئی ہے، اور اس کے قابلِ توجہ کو، دانش و نمایاں کیا گیا ہے، ان کوششوں کے اثرات مسلمانوں کی زندگی میں نظر آتے ہیں، اور انھوں نے دین کے شعبوں میں کچھ ترقی بھی کی ہے، لیکن جہاں تک زندگی و طرہ کی معلومات کا تعلق ہے تعلقات کی استوارش بصرہ کی اور اصلاح ذات انسان کے موضوع پر بہت کام ہوا ہے، انصاف صوبہ آسان اردو اور عام فہم طریقہ پر روزمرہ کی زندگی کے مسائل اور واقعات سے کی رہتی ہیں بہت سے مضامین و رسائل و رسائل ہیں لکھی گئی ہیں اور اس کے ساتھ میں ہمارے معارف میں کچھ بہتری کے آثار بھی نظر نہیں آتے۔

قوت، مراآء اور فکروں کی سبزی کی ضرورت

واللہ اعلم۔ جس کے اختلافات و افتراء بق قطع رحمی، برادرشی اور زانیہ نامی کامرئیں وہ عام و خاص  
 ہے۔ جس کی مشکوک کوئی شہرہ، تہجد، پھوپھو، نامہ نماؤں اور حد یہ ہے کہ کھٹک سے کوئی منہ اور  
 نالیندین محفوظ رکھنا اور اس سے مسلمانوں کے اختلافات و فتوے کی پرہیزی کی طرح متفقہ ہو رہی ہے،

کے شوقینی جدو جہد پوری طرح مفید و درست ہے اور نہ سیاسی اتحاد و تنظیم کی کوششیں بابت اور صورتیں ہیں، ضرورت ہے کہ اس شعبہ کی طرف اپنی توجہ کی جائے کہ اس کے بغیر زندگی کی چولہا صحیح طور پر نہیں بجھتی اور عبادت جو تعلق باہتمام میں بھی قوت و قبولیت نہیں پیدا ہوتی، یہ مرض جتنا عام اور شدید ہے اتنا ہی اس کے ازالہ کے لئے قوت، جرأت اور نگر و وسوسہ کی ضرورت ہے۔

نوادار تلخ تر میزان ا پیو ذون نقد کمر بی  
حدی را نیز تری خوان، چو محمل را نہراں جینی

# سودوزیاں کی میزان

پیشہ ۲۲ نومبر ۱۹۷۷ء کو، "الوحدة الرياضية" نامی رسالہ سعودی عرب میں شائع ہوا۔ اس وقت جون ۱۹۷۷ء میں اس نامی رسالہ کی پہلی جلد شائع ہوئی تھی۔ اس رسالہ کے نام کے ساتھ "رسالة في الاقتصاد والعلوم" لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ کے مصنفین کی بڑی تعداد ہے۔

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

## واقعیت پسندی، حقائق دوستی

میرے لئے بڑی سعادت اور مسرت کا موقع ہے کہ "الوحدة الرياضية" میں آپ سے کچھ سنا اور لکھ کر اس کا موقع مل رہا ہے۔ اس لئے کہ یہ نامتو ہونے والی ریاضی کی بنیادی سہ ماہی واقعیت پسندی، حقائق دوستی اور عقل و تجربہ پر مبنی ہے، اور زندگی کے حقائق، انھوں نے واقعات اور سسٹمز تجزیوں پر شعرو خیالی اور ابام و اسلا سے زیادہ یقین رکھتی ہے۔ یہ اعتقاد ہے کہ ایمان اور دین ہی ہی حقیقت بلکہ ریاضی نفسیات سے شطاریات و تخیلات کے مقابلہ میں زیادہ قریب اور جمہور ہنگ ہے، اس لئے کہ حقیقت و صداقت اور زندگی کی واقعیت و ذوق میں یکسان طور پر پائی جاتی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس وقت ہر مسئلہ انھوں نے واقعیت پسندی کی زیادہ ضرورت ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ اگر ہم اپنے کو مسلمان کہتے ہیں تو ہمیں حقیقی معنی میں مسلمان ہونا چاہئے، محض صورت کے نہیں، حقیقت کے مسلمان، ان لوگوں کا معاملہ جو اس دین حق پر یقین رکھتے ہیں، ان لوگوں سے بالکل مختلف ہے، جو اس کے قائل تک نہیں، دین حق کے ماننے والوں کا پہلا فرض ہے کہ وہ اخلاق سے اس دین کے حلقہ کو شریک و بائیں اور اس دین کی حقیقت کو تسلیم کرنے سے تمام ہیں، اس طرح اس راوی میں وہ جتنے اخلاقی، صداقت اور جدوجہد کا ثبوت دین کے، اتنا ہی خدا کے نہیں دے، فقہ و فخر کی صورت میں نظر آئیں گے، اور کامیابی کی راہیں

کھمبہ چلی جائیگا۔

قرآن کا مطالعہ

قرآن میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہود سے کہا: ایمان کاٹو اور اخلاص کا مطالبہ کرنا ہے، اور حق تعالیٰ کو میرا عدل اور معاف کرنا کا خیال ہے۔

قل يا اهل الكتاب لسئم على شي حتى تقيموا التوراة والا تعجيل وما  
 ينزل اليكم من ربكم (مائدة: ٦٨)

صاف کہہ دے کہ ”اے اہل کتاب! تم ہرگز کسی اصل پر نہیں۔ جو جب تک کہ توراۃ اور انجیل  
 دورانِ دوسری کتابیں کو قائم نہ کرو جو تمہارے دین کی طرف سے باطل ہی تھیں۔“

وَلِيَدْنِهِمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَلَا نَجِيلَ وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْهِمْ مِنْ دِينِهِمْ لَا تَكُلُوا مِنْ  
فَرْقِهِمْ وَمَنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مَائِدَةٌ ۖ

کاش کہ انھوں نے تو رقا اور فہیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رسم کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئیں تھیں ایسے کرے تو ان کے لئے اوپر سے ملحق ہوتا اور نیچے سے اہل۔

پھر ان کی بددیہی پر سخت ترین انہاز میں عتاب ہوا:

ان الذين اتخلوا العجل سبها ليم غضب عن ربهم وذلة في الحياة الدنيا، وكذلك نجزي المفطرين. الاعراف ١٥٢

جس لوگوں نے پیچھے سے کوئی عہد بنایا وہ ضرور اپنے رب کے غضب میں گرفتار ہو کر رہیں گے، اور دنیا کی زندگی میں ذلیل ہوں گے، جھوٹ لڑھکنے والوں کو ہم ایسا ہی سزا دیتے ہیں۔  
 اس حقیقت کے پیش نظر غریب نے بھی دین سے انحراف کیا اور اس کے نام اور صرف  
 سمورت کے حامل رہے تو اللہ کی نصرت و حمایت کے ہر جز ختم نہیں ہو سکتے۔

اس امت کی قسمت اس دین سے وابستہ ہے۔ وہ جس حد تک بھی اس دین پر قائم رہے گی، زندگی کے ہر کون میں اسی قدر کامیاب بھی رہے گی۔ اس لئے کہ اس امت کا معاملہ دوسری قوموں سے بالکل مختلف ہے۔

اب سے کہہ لے کہ دین کو تو بنایا اور اپنے نو مسلموں کو کہا اسی وقت سے ہمارا فرض ہو گیا

کہ ہم مسلمان بن کر رہیں اور اسلام میں پوری طرح داخل ہو جائیں اور اپنا بائیس اس کے سپرد کر دیں، اپنے اللہ و مسلمانوں کے اخلاق و اوصاف پیدا کریں۔

اسی دن سے ہم پر واجب ہو گیا کہ حقیقت اور رس کے اعتبار سے بھی مسلمان ہو جائیں، اس لئے کہ ہم ہر دن مشہد کرتے ہیں کہ شخص کسی چیز کی صورت اور اس کی شکل زیادہ دیر تک کام نہیں دے سکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاذَرَانِهِمْ فَعَجَبَكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ يَخُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ كَاذِبُونَ خَشَبٌ  
مُسَدَّدٌ يَحْسِبُونَ كُلَّ صَبِيحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعُدُوَّ فَاُخَذُوا وَهَمُ قَاتِلِهِمُ الْمَلَّةَ اَنْتَى  
يَوْمَ فَكُنُوْا رُحَمَاءُ مَقْرُونٍ ۝۴

اور جب تو دیکھے ان کو خوش بکس تھوڑے دن کے ذلیل اور اشراف کہیں سے تو ان کی بات کیسے ہیں، جیسے لکڑی لگا دی دیوار سے، جو کوئی چپے جائیں ہم ہی پر بلا آئی، وہی ہیں دشمن ان سے بچتا رہ کر، ان مارے ان کی اللہ، کہاں سے پھرتے جاتے ہیں (شاو عبد القادر)

### صورت اور حقیقت

ہمارے موجودہ حالات یہ ہے کہ ہم اس دین کا اور اپنی اسلامیت کا دفاع کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ مسلمانوں کا سامنا کرے، وہ تمام مسائل اور وعدے ہمارے سامنے بھی موجود ہوں جن کا ہم نے ہم نے اسلام پر پیش پڑھا ہے، کیا ہم یہ بھولتے اور بھلائی کی کوشش کرتے ہیں، کہ وہ نتیجہ طبعی و سبب اور حقیقت کے تحت روئے ہوئے تھے، اور ہوتے رہیں گے، یہی اگر واقعی بات ہے تو یہ سب کہے گئے، اللہ اکثر حقیقی خدا ہے، وہ ضرور قوت و سبب سے قوی اور قادر ہے، وہ اپنی خوشنوائی امید اس سے کی جائے گی، اور اگر واقعیت ٹھوس ہوئی تو سب آہ زبانی کا کام نہیں دے سکتا، آہ کی تصویر سے ہم راہنی اور گمراہی حاصل نہیں کر سکتے، یہی اشیاء کی قدرت، اور کائنات کا نظام ہے، ہر سبب سے بڑا قصور یہی ہے کہ ہم نے صورتوں سے وہ چیزیں طلب کیں جنہیں صرف حقائق ہی دے سکتے ہیں، ہم نے اس مظاہر دنیاوی، رکھنا سے تعلیم دین کی امید کی جو صرف حقائق ہی دے سکتے ہیں، ہم یہاں سے اسلام کے مہم راہنہ کی صورت سے کہہ گئے، اپنی قوت کا کھانا

اندازہ کرتے تھے، چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ جب صورت و حقیقت کے درمیان ٹکرائش ہوتی تو ہمیں صورت نے بھرنے میں ان میں شکست کی ذلت سے دوچار کیا، دنیا بھر کی نگاہوں میں ہم ہوا ہو گئے..... اگر ہم وہ مذہب کو لے کر مفرک آئے، ہوتے تو صورت حال آج وہ ہوتی اور ہماری تفسیر ہر شیے ایک بار پھر اپنے گورہاتی، جس کی طرف سے دنیا وینس بوجھتی ہے۔  
مثلاً کلیم ہوا آخر مگر کون کوئی، اب بھی، سخت خورے آتی ہے بالکلا اکتھ

### حقیقت کی دائمی تاثیر

حقیقت ہزاروں سر پرانی ہو رہی تھی چاق، جب دلوں اور لبوں کی حقیقت نہیں رہی، جب آسمان کے اُنھوں سرور میں انسان نہ رہے، چپ بھی جاتے تھے کی خاصیت نہیں چھوڑی، اور جب کو تمام کا مٹی حقائق آج بھی، مٹی کی مرنے والی ہیں جو ہم کیے جان میں کہ ہم کہہ دیں ایمان اپنی قوت و اثر میں، ان حقائق سے روز کیا تھا، چپ نہ تھیں، آسمان ایمان اور ایمان کے آسمان عاقبت اور سائنس، ان کی، یہ تھیں حقائق جو مٹی ضرورتوں کے لئے بنائے گئے ہیں، اگر اس ایمان کے لئے نہ تھیں، ہیں، جو انسانیت کی آبرو ہے، تعجب کیا ہے، ایمان اگر زندہ جاوید اور زندہ ہو تو یہ پہاڑ، یہ سمندر، یہ کائنات اس کے سامنے جھکے گئے اور ہزاروں سال کے آسمان و زمین فطرت بھی اپنے لوازم و ضل سے بے ہوش نہیں گئے۔

آج بھی وہ جو باقیہ کا ایمان چلا

تاک کہ نہ ملتی ہے انداز طاقان پیرا

### زندگی کی تفسیر نو اور ایمان

آپ کو کہہ ان کا واقعہ یاد ہوگا، جب حضرت سعد بن وقاص نے حضرت سلمان سے وجہ تھی ہونان کی، کیجئے کہ مسئلہ، چنانچہ انہم کشتیوں کا اتحاد کریں، یا خدا کا نام لے کر اس میں کھس جائیں؟ حضرت سلمان نے جواب دیا کہ وہ رازین تازہ اور تازہ زندگی سے بھر رہے تھے اور اللہ نے اس کو غالب کرنا، طے کر لیا ہے، اور وہ زندگی کی تعمیر نو کرنا چاہتا ہے، ہمیں خیال ہو کہ نہیں آتھا کہ یہ وہی بھی شکست لھانے کا، اس تفسیر میں نے آئے اس اور یہ کیا حقیقت ہے، یہ اس ایمانی قوت کا نمونہ ہے، جو مسلمانوں پر چھا چکی تھی، پھر حضرت سلمان نے کہا کہ اس اسلامی قوت

میں نے ہکا بکا نہ ہوں تو پھر جو آپ رہے ہو اور رہے گا۔ اور اللہ ضرور بدلے کرے گا۔ چنانچہ پھر آپ تاریخ میں  
پڑتے ہیں کہ کس اطمینان کے بغیر کسی سے اس نظر کرنے دریا پار کیا، یہاں علیہم ذوق قزاق پھینکے قتل  
پر چل رہے ہوں، چنانچہ تاریخ طبری کے لحاظ میں کہ جب ایرانیوں نے یہ غزوہ کی تو یہ  
اقتیاد پکارا جسے کوڈیو آمدندہ یا آمدندہ۔

یہی ایماں دراصل ایمان تھا، جو طبری قوانین پر بھی مناسب آتا تھا اور اس کے آگے قدرت  
بکثرت اور بضعف قوت کا یہ فلسفہ بھی جو یہ کہ جس پر ایمان لانے والے نقل اور کزدارا کہ ہیں۔  
نہیں آتی ہمارا ایمان کچھ مانتی قسم کو رد کیا ہے۔

بندہ کی اصل طاقت اس کی آوی ہے، جو ہندوان و رومن سے ملتی ہو، اس کی میدان  
جنگ میں کوئی قیمت نہیں اس کے مقابلہ میں کڑی زیا و مضمینا، ریت، مٹکتی ہے، اس کے اسے  
طرح طرح سے استعمال کیا جاسکتا ہے، لیکن بندہ کی تو صرف ایک ہی طریقہ سے استعمال ہو  
سکتی ہے، یہی مالی مومن کا ہے، مومن نے جب ایران اور اقوامی اللہ صوبہ ایران، سناتے سے  
عربی ہو گیا ہیں۔ اسے اسے دین میں امتیاز عطا تھا تو اس کی کوئی حقیقت نہیں رہ گئی، آج جب عربی  
کھو گئے تو پھر اس کی ابر قیوت نہ ہو، جب اپنی فکری حدود سے تو ٹھہر پھر اس سے کہیں نہیں ہو۔  
مذہب چلے، مسلمان اپنے زبان کی کہ بدلتا نظم تھے اور اپنے زبان کی کے مذہب پھر اس تھے، وہ  
ان اتفاق پر زبان کی وہ سے بن گئی تھے، جب کے دور سے پھر تھے۔

وہ جو حوی من اللہ ملاجر جویں رکاب اللہ عیسا حکیم، ۱۰۰۰، ۱۰۰۰، ۱۰۰۰

تو تم ہاں سے امید ہے جو بن گئیں اور اللہ جب پر مانتا ہے، اور صحت و ۱۰۰۰

جب سلطان اللہ سے ملو جس دور یہ تو وہ اپنی باتوں کی کتنی ظلمت آئی، بلکہ ان دیاروں

سے بھی بہت ہو گیا، اور وہ اپنے اپنے یہاں رہا ہوا ہے، جے جے

## کو میاں پانی اور نہ کامی کی میزان

ہر میدان میں وہی اور سستی کی زندگی، ہر بعض ان تو اس زندگی کو لے کر رہے تھے، ہر

کے مقصد میں ایک فعال، نہ حسب غرض و ارادہ، وہ بہانہ تو تھا، جس نے مقصد کی تک میں

خود کو دیکھ لیا تھا، اس کے مقصد میں ہم کیسے کامیاب ہو سکتے تھے، اور کامیاب نہ ہو سکتے

پھر شکوہ کیسا؟ کیسا؟ جیسا کہا ہے کہ ہمارے دشمن حقیقت پسندی مسا، حیت، تیار کی، مانتی، و نظام



ہیں ہم سے فائق ہیں۔

مسلمان اپنے مخالف پر ایمان و اخلاق و زہد و استغناء، شوق شہادت اور ذوق آخرت اور موت فی سبیل اللہ کو زندگی پر ترجیح دینے کی وجہ سے غالب ہوتے تھے، جبکہ دشمن کی فوج حاکموں کے لئے لڑتی تھی، وہ میدان جنگ کی طرف ذہنی و جسمانی جاتے تھے، بہت مجبور ہو کر لڑائی پر آمادہ ہوتے اور ساتھ ہی ان حاکموں پر لعنت بھیجتے جاتے اور طبیعت پر بہت جبر کر کے لڑتے تھے۔

### ”شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن“

مسلمان شرف شہادت کے لئے جان دیتے ہیں، تاکہ ثواب آخرت سے مالا مال ہوں، نتائج کے اعتبار سے ظاہر ہے کہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے کہ ایک تو ہتھوڑی موت کے مار سے جنگ سے چھٹا چھڑا جاتی ہے اور دوسری موت کو ہر جہد و محنت و صحتی پھرتی ہو۔

کامیابی کی صرف ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ ہم واقعی مومن بن جائیں اور ایمان کی آتش رشتہ سے پھرائی جانوں کو پروں دے دیں جو باطل کے ہر شش و قدشک کو جلا سکتی ہے، جب ایمانی حرارت اور زندگی کے شعلہ کی بازیافت ہم کریں گے، تاویخ اپنے آپ کو دہرائے گی، ہم نے ماضی میں اسلام کے ساتھ خلوص رہا اور اسلام ہماری رگ و پے میں سما گیا، جاہلیت کے ہر شعار سے ہم الگ ہوئے اسلام کی مشعل ہم نے ہاتھوں میں لی تو ہم دنیا کے سردار بن گئے، اور سارے عالم پر حکمران رہے، اور ہمارا عقیدہ، تہذیب و ادب و اخلاق، علم و فن، نیرت و تہذیب، علم و فن پر دنیا میں پھیل گیا جو کسی زبان و تہذیب کی تاریخ میں دیکھنے میں نہیں آیا، چنانچہ عربی زبان علم و تہذیب کی زبان بن گئی اور ہر ملک کے مسلمان باوجود نسل و نژاد و نژاد کے فکر و فلسفہ، علم و فن، بحث و نظر کے لئے اس زبان کا سہارا بننے لگے اور اس پر غور کرنے لگے۔

### اسلام کی جہانگیری

آپ ان عظیم علماء، سادات و ائمہ، جو مختلف صدیوں میں عالم اسلامی میں اٹھے، یہاں پہلی قاری، جابر اللہ، زکریا، محمد الہ بن فیروز، ابی سعید مرتضیٰ زبیدی، بلگرامی کون تھے؟ یہ سب عجیب تھے، پھر کس چیز نے انہیں عربی پڑھنے اور لکھنے پر مجبور کیا تھا؟ امام غزالی نے اپنی محبوب کتاب



عربی قبیلہ کے فضل کل و ذمہ انھیں سب موجد تھے لیکن عرب جہاں تھے وہیں رہے اسلام  
 ہم آجاتے ہیں۔ نے اس نے حدود میں آتی۔ دست پید کردی کہ وہ حدت دنیا کے مقابلہ پر آ گیا  
 ہم سب اسلامی روح کو قدامت و رحمت اور یہ سہم کی کہہ کر پہلے میں اور تو میت کا دہرہ کرتے  
 ہیں تو نہیں، وہاں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ کیونکہ دنیا ایک تھوڑی مدت کی  
 ہے، جہاں میں سست و تنکوست، معاملات، تجارت، جنگ و صلح ہر شے کا نفع و نقصان کی ذرا بان میں  
 توازن رہا ہے، اور آج کی طرح کا حساب لگایا جاتا ہے، مضمون جو جو بھی اپنے میں اپنے کا مایہ ناز و لیتا  
 ہے، ذرا ایسے نہ ہو تو تمدن کی، اقل اور اس کی کرم باز اور بقی نہ رہے اس سے عربوں کو بھی  
 اپنی اس تجارت کا سودا نہ کرنا چاہئے کہ قریبیت و اشتراکیت اور ترقی پر مبنی ہو لے مردہ پر دوت  
 وہ نہ پارت اور اسلامی روح نہ تے کو چھوڑ کر ہم نے کیا پایا اور یہ ماحصل کیا۔  
 یہ ہیں کہ ماز کے فلاحی و باکی ہوئی؟

### بلند و پائیدار حکومت

ہم ہنگام سے فکر یہ باندہ ہائیکہ دعوے میں رہتے تھے کہ فتنہ عرب انسان الف سیکہ سے  
 فساد کی جن کی طرح اوکل سے نکل کر جس میں اس کو اس خدمت نے بند رہا یا تھا، کیا ہے  
 جس سے اٹھنے کا رتا ہوں سے معذور رہے گا۔ لیکن ہم نے جو جو کچھ اس نے اس مقیم و جری  
 عرب کو نہیں دیکھا بلکہ اس کی جلد یہ الیہ و یحیٰ۔ ایں و خوارب و یثیت و یہ عن یہ وہی نہ  
 اپنی دولت اور باوری کے لئے ضرب لگش تھا۔ اس کا یہ عرب پر غالب آیا۔  
 یہ اندیشہ ہی وقت پیش آیا اب عرب ایں سے عربی اور معنوی اطہ سے خالی ہو گیا تھا لہذا  
 وہ اب بھی دکر ہائیکہ خوارب میں خیاں نے تعامل میں اور مسلمانوں کو اس شہنہ ک شکست و  
 رسوائی کی روایاتی ہی سے مسات سمند بھی نہیں سمجھ سکتے۔

### کیا پایا؟

خوارب نے کا مقام ہے کہ ہم نے اس اور جی قیادت اور اشتراکیت سے کیا فاضل پایا نہ کی  
 قمر ستر تجربات ہی پر قائم ہے اور ہر تجربوں سے میرت نے حاصل کر میں اور اپنی شکستوں کی منافی  
 بھی نہ کریں اور اپنے انوکھ اور تجربات ہی پر اپنے رائے تو اس کا مطالب ہے کہ ہم زندگی کی

صداہیت نہیں رہتی ہیں ہم خدا تعالیٰ سے مانگو حاصل کر سکتے ہیں نہ مستقبل کی پینچا امید ہوا کرتی ہے۔  
اسب انسان کا اپنے تجربہ سے عقیدہ دانشجو کے اور مجھے وہ امام و خیالات ہی کی دینے میں  
رہے تھے انسان ترقی کا سہا سید میں ہی و زبان ہو جائے گا ہدیہ کہ میں نے اپنے کہہ عام  
یا ضعیف کی بنیاد بھی تجارب ہی پر ہے نہ یہ کہ یہ کی فائز ترقیاں اعتقاد اور کتابیں و تجسس ہی کی  
پر دات ہوئی ہیں۔ سہا لی ایک ہائزہ یہ بھی لیکر چاہتے کہ اس میں سے جذبات یا فطرت اختیار  
کر کے اس کی فطرت و صداہیت سے انکار کر کے سمجھنے چند ماہوں میں کیا ہے؟

### وسن کی کمی نہیں

خدا تعالیٰ سے انکار۔۔۔ محبوب و رب ہم ملک کے پاس قدرت کے تمام وسائل موجود  
ہیں، نہ شعلہ زندگی کے بلکہ لوازمات انہیں میسر ہیں اس لئے ساتھ ہی غرب و لغت و  
تقد و اثرات کے بچہ میں ذریعہ بھی انہیں موصول ہیں۔ مرن کی اتنی فراوانی ہے جو وہ  
خلوں میں کمزوریت میں آتی ہی اس لئے ہم ہا ملتا۔ یہ کہ فتح و فطر کے تمام راوی اسباب فراہم  
تھے۔ پھر موجود سہولت حال کی کمی کا نتیجہ بھی ہاں اور امام کا خیال ہی جب کے قرار دیا  
ہاں۔ جو اس بہت و سہولت و کھلا ہوا ہے، یہی کہ امام نے مانگو خلوص کا سر دینے تھے۔ اس  
شجاعت و ہمت کی قیاسی دینے صرف ایمان و عقیدہ ہی نہیں تھے ہیں اس یقین و ایمان کا خدا ان کی  
جو نہ خدا کی ذات سے تعلق نہ تھا۔

### اسلامیت سے بےزاری

اس عسکری اور روحانی پہلو کے شخص کا یہ کام تھا کہ بہت سے عیسائیوں کو اسلام ۱۹۶۱ء میں  
شرعاً آتی تھی۔ ان پر کھدائی کی تواری اور اپنی اسلامیت کے اقرار سے زیادہ شیعہ میں نے نامہ  
نہیں لکھی تھی۔ اللہ پر ایمان اور اسلام پر حق و تصور بھی نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے براعتیہ اور  
ایمانی تھی۔ اس عسکری سے جو روحانی تھی، اس نے ساتھ میں وہاں سے آئے پورا ان تمام حلقوں  
کوئی نہ کہ میں۔ کہ بعد یہ کیونکر جاسا ہو سکتا ہے کہ اسلام ہی اس کی پہچان اور اس کی نہ سہا  
میں نہ وہ جو خدا کے قصہ کہانیاں ہاں۔ امام نے قرآن و انہیں پوپ بھی نہ کہ یہ نہ بدل  
چاہا کہ اس سے اس کے عربیہ ماں "کو" "صمیم" کا اپنی کوئی نہ کہ ہے۔

## تاریخی حقیقت

صحابہ کرامؓ بظاہر بہت ضعیف و نحیف تھے، فقر و غربت و جہالت کے مارے تھے۔ مسندوں زندگی میں ان کا کوئی مقام نہ تھا نظریں انہیں حقارت سے دیکھتی تھیں، کمزوروں میں پیوستہ تھے ہوئے۔ جو تھے پہلے ہوئے، ڈھانس زنج کھائی ہوئی تھیں لیکن اس کے باوجود حیرت انگیز کارنامے گرد راہ کی طرح ان کی ٹھوکر سے پیدا ہوتے تھے۔ کل آدھی صدی میں انہوں نے چار حکومت میں اسلام کا علم لہرایا۔ اور آدھی دنیا پر اسلامی حکومت کا سکہ رواں کر دیا، نیا کواکب نیا طرز حکومت نئی زندگی اور نئی تہذیب دی اور دنیا کو جنگی سے وحشت و آفاقیت اور انسانی مذہب کی چیرہ دستیوں سے اسلام کے عدل کی طرف اور انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک حد سے ذوالجلال کی بندگی کی جانب رواں کر دیا۔

ہم جب بھی ان حقائق کو جھٹلائیں گے اور تجربات سے چشم پوشی کریں گے تو انسانیت پر ظلم کریں گے اور حیوانوں کے مقام سے بھی کچھ نیچے آ رہیں گے۔ اس لئے کہ حیوان بھی بہر حال تجربات سے فائدہ اٹھاتے اور خطرات سے بچتے ہیں۔ پھر آخر ہم کیوں ناکرونی کو بار بار مار کئے جا رہے ہیں حیوان بھی اپنے دشمن کو نہیں بھونکے لیکن ہم ہیں کہ دھوکہ کھانے کیلئے بڑے جا رہے ہیں اور بتائی کو منت و اصرار کے ساتھ دعوت دینے پر تلے ہوئے ہیں۔

## شکست کے ذمہ دار

ہماری بد نصیبی ہے کہ جو لوگ اس شکست کے ذمہ دار ہیں وہ آج بھی ہماری عظموں پر چھائے ہوئے ہیں اور ہمارے دل میں اب بھی ان کی جگہ ہی عزت قائم ہے۔ کریم میں ذرا بھی غیرت اچھا اور انسانیت ہوتی تو ہم ان سے ان مجرموں کا سامنا کرتے جو قوموں کے قاتل ہوتے ہیں۔ اور ملکوں سے بد وفائی کرتے ہیں ان حالیہ مجرموں نے ہماری شخصیت، ہمارے شرف اور ہماری تاریخ پر پانی پھیرا ہے۔

## اسلامی تاریخ کے سب سے بڑے مجرم

ان کا سب سے بڑا جرم یہی ہے کہ انہوں نے ہماری تاریخ پر وجہ لگایا ہے ایسی تاریخ پر جس پر ہماری عظمت و رفعت کا مدار تھا جس سے ہم ہر موقع پر مدد لیتے تھے، اسلامی شعور کی بیداری،











## جاہلیت کا رکھنا

میں نے اسے کہا آپ یہاں جاہلیت کی طرف بارے ہیں کہ جو شیعوں کے لئے  
 مجوز ہے اسے آپ پر بھی قومیت کی تباہ کاریوں کے بعد اس لئے واجب ہو گیا ہے۔ یہ کہ  
 وہ ائمہ خلفائے سوئے میں آپ کو لینے نہیں دیتا۔ یہ بھی قوم میں جس نے اپنا اپنے  
 نماں اور پر صائے عادیہ۔ اور قومیں آپ نے وہ قوموں پر مہمان دہنی تھیں۔ جس نے  
 نے لیا گیا ہے کہ

ایک ایسی شریعت ہے

پر یہ نواں بھلا ہے

آپ اپنے لیے زیادہ نکلتا ہے کہ یہ خواہش و خواہش سے ہاں تھی ان پر پائیں اور ان  
 کے لیے یہ وہ وقت ہے کہ

جیسے اس نے نہ کیجئے

اس ملک کے مرد و عورتوں کے لیے یہ ہو گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ سے امر و نہی کی  
 میں جس نے جو خداوند پر کہ آپ نے جس میں ہیں ان میں وہ قرآن کے حوالہ کی کتاب  
 شریعت کے حوالہ کی کتاب اور خداوند تعالیٰ سے یہ امر کہ وہ حوالہ کے ساتھ نہیں بناتے  
 نہیں یہ معاف ہے کہ آپ سے تم کی اپنی کتابوں کے لیے نہیں اپنے اعمال میں وہ  
 نہ کریں۔ آپ میں مدائش نہ کیجئے کہ میں کو وہ بھی مت بنائے کہ اسے اسلام پر اپنی  
 و عبادت کی عینوں و عینوں کی جہت کرنے کے معاف سے اس کے لئے وہ اس  
 پر اپنے عقیدوں و عقیدوں کے لیے کہ آپ نے قوموں کو یہ اس کی یا نہیں لیجئے اس کے لیے لیا ہے۔

حرب زعماء سے جنہیں مسلمانوں کی اپنی

اس ملک کے مرد و عورتوں کی زعماء کی عینوں پر زعماء کی عینوں سے وہ  
 عینوں و عینوں کے لیے کہ میں نے ان میں سے ان میں سے وہ عینوں کے لیے کہ میں نے ان میں سے ان میں سے وہ  
 سے لیا ہے۔ وہ عینوں کے لیے کہ میں نے ان میں سے ان میں سے وہ عینوں کے لیے کہ میں نے ان میں سے ان میں سے وہ  
 عینوں کے لیے کہ میں نے ان میں سے ان میں سے وہ عینوں کے لیے کہ میں نے ان میں سے ان میں سے وہ

سے نہیں چھی پھیرا، وہ اپنی جگہ سے تو آپ میں معاملہ میں پیچھے نہ ہیں۔ آپ سے تو اس سوال کا جواب تو یہی، یعنی اسلامی اور تہذیبی بلکہ ان کا رشتہ بھی ہے۔ آپ ہمہ سہ و ستائش کو دیکھیں کہ محمدؐ کے نام نہ ہی پر ہزار۔ جذبات بے اختیار نہ دہاتے ہیں۔ وہ تو جسم انسانی ہے اور انش شوق سحر تر ہو جاتی ہے۔

ترکوں کے لئے یہ نام آپ ایسا سحرانگہ کیف رکھتا ہے جو دوسرے کسی فیڈ رائے سے نہیں پہنچتا۔ محمدؐ کا نام ہے کہ ترکوں کو تم غریب لگتے ہوں، انہیں نام نہ رکھتے ہوں، اسلام کا نام ہے کہ ترک انہیں کو کس طرح ہمہ سہ و ستائش سمجھتا ہے اور انہیں کے ہل پر دروازہ قائم ہے تو یہ بھی ہے کہ تیر میں، خدائی قسم دینا ہی کسی تاریخ کے اس سے بڑا حیرت کا سرچشمہ نہیں دیکھ کر نظر بند کر رہا ہے اس وقت سے کہ محمدؐ کا پنا تھا، لیکن ان کی دہرائے کی نیند ہو رہا ہے۔

حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا میں کہاں کا کہ ”المعجب المعجباکم والصلوات علیکم“ انہی یہ خدائی رحمت ہے، تو ہماری تاریخ آپ کی تاریخ سے نقشہ ہوتی۔ اسلام ہی کے رشتہ میں ہم دونوں بندھے ہوئے ہیں۔ وہ تو اسلام میں ہم دونوں مہد و کا پناہ ہے جتنے ہیں، وہی اسلام جس کے لئے ہماری آرزو ہے کہ آپ از سر نو اس کی قیادت ہو اس کے سہارے دنیا کی مہمت کا کار عظیم سنبھالیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ اس تحفہ کو عاف کریں گے۔ اس لئے یہ صرف اخلاص کا نتیجہ ہے۔

بچن میں تلخ لہریں مری ٹوڑ کر  
کہ زہر بھی کبھی سرتا ہے کارِ تریاتی

مجله علمی و پژوهشی  
تکنیک در لامپت

خواتین کے لئے دلچسپ لڑائی و مستند اسلامی کتب

[illegible]

فقرت و محبت سے غور و فکر کرنا چاہیے۔

اسلام کی تاریخ

دارالاشاعت آذوق بازار ایچیلر قوناقچی قون

تفاسیر و علوم قدسی اور حدیث نبوی ص ۱۰۰

تلف: میرزا عالم و هم قراری

[illegible]

—

[illegible]

کتابخانه و اسرار شاعری  
از کتب و اسرار شاعری  
از کتب و اسرار شاعری  
از کتب و اسرار شاعری